6302

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی شرف الحسن والحسین علی سائر الخلائق بمزید الخلق والنسب والجود والاحسان و
اعلی درجتہما علی الاولین والاخرین باعطاء مدارج الشہادۃ بالسر والاعلان وافرض علینا
حبہما وحب من یحبہما بالاحادیث والقرآن ووعد محبیہما بدخول الجنۃ والغفران واوعد لمخالفیہما
بالدرک الاسفل من النیران۔ والصلوٰۃ والسلام علی من ارسلہ الی الخلائق با
وامرنا باتباعہ وامتثال احکامہ بالجوارح والجنان وعلی آلہ واصحابہ کانوا
والنسرو من الرحمٰن بالرضوان۔ وسبقوا عن الکل حتی قالوا الکل بالصدق و
حمد وصلوٰۃ کے بعد کمترین اضعف المسلمین محمد اکرام الدین بن نظام الدین
نبیرۂ قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین سند المحدثین عبد الحق ابن سیف ال
الشاذلی الحنفی قدس سرہ العزیز عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ جس کا نام سعادت
بیان فضائل الحسنین ہے اور جو امام حسن وحسین سبطین رسول اللہ صلی
کے فضائل شریفہ اور مناقب منیفہ کو شامل ہے۔ کتاب صواعق المحرقہ تہذیب
شیخ جلال الدین سیوطی تاریخ ابی حاتم محمد بن حبان الملکی رسالہ ماثبت بالس
احوال ائمہ اثنا عشر مؤلف علامہ فہامہ ابوالمجد شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ رسالہ مناقب السادات
تالیف شہاب الدین دولت آبادی۔ ترجمہ معارف طبری فصول المہمہ فی مناقب الائمہ
مفتاح النجا فی مناقب آل عبا تالیف مرزا محمد خاں مورخ رسالہ طبری تذکرہ قرطبی

اور الفاظ کی حیثیت سے اسقدر جچتے نہیں ہیں کہ عالموں دانشمندوں کے نزدیک کوئی قیمت
اور قدر پیدا کرے مگر شمول فضائل و مناقب اہلبیت کرام کیوجہ سے اگر اسکا وہ مرتبہ ہو کہ
اولی الابصار آنکھوں پر جگہ دیں اور ذوی الالباب اپنے دل میں بٹھاویں تو لائق و سزاوار
ہے - دانشمندان بلاغت شعار اور فاضلان فصاحت آثار سے کامل امید ہے کہ اگر ترجمہ
میں کہیں سہو و خطا واقع ہو تو قلم عفو سے اوسکی اصلاح فرماویں اور اس سگ آستانہ اہلبیت
کو دعائے خیر سے یاد کریں - مجھے خدا کے فضل سے کامل امید ہے کہ بزرگان دین کی نظر
کیمیا اثر میں یہ رسالہ ضرور مقبول ہوگا - اس رسالہ کے تمام ہونے کے بعد افلاطون
دوران جالینوس زمان عالم باعمل حکیم بے بدل الفارغ ماسوی اللہ حافظ کلام امیر سخن
سنج دانش پناہ معانی رس دقائق آگاہ حکیم ثناء اللہ خاں رئیس العشاق المتخلص
بہ فراق کے مطالعہ ساطعہ میں بھیجا آپنے بہت پسند فرمایا اور دو قطعہ تاریخ مفصلہ ذیل الحکم
ممنون فرمایا - قطعہ مفتی پاک دین و پاک نہاد ٭ وارث علم ہادی کونین ٭ چوں رسالہ
رقم ز شوق ٭ در بیان حقیقت حسنین ٭ سال تاریخ جستمش کہ بود ٭ بندہ راہم وسیلہ
دارین ٭ سر سہوش برید ہاتف گفت ٭ فی بیان فضائل الحسنین ٭ دوسرا قطعہ
وارث علم نبی متقی اہل تحقیق ٭ از جان جگر بند رسول الثقلین ٭ کرد تالیف کتابی ز گلستان
در بیان گل اوصاف امام دارین ٭ سال تاریخ چو از غیب بجستم فی الفور ٭ از سر درد خرد گفت
ریاض الحسنین ٭

مقدمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوۃ میں افادہ فرمایا ہے کہ لفظ اہل جب بیت کی طرف
مضاف ہو تو وہ چند معنی پر محمول ہوتا ہے - کبھی تو اہل قرابت کے معنی میں آتا ہے - پس اسوقت
اہل بیت رسول اللہ صلعم کے یہ معنے ہونگے کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے قریب ہیں اور انپر زکوۃ حرام ہے
یعنے بنی ہاشم اور کبھی عیال کے معنے میں آتا ہے سو اوسوقت اہلبیت سے مراد ازواج
مطہرات ہونگے - کبھی معنی میں اولاد کے ہوتا ہے اوسوقت حضرت فاطمہ اور حسن و حسین مراد
ہونگی - اور کثرت کمالات کیوجہ سے حضرت علی بھی داخل ہیں - شیخ عالم مجدالدین

وتالیفات علامہ فہامہ مولانا عبدالعزیز سلمہ اللہ وغیرہا کتب معتبرہ ومعتمد علیہا سے انتخاب کیا
رسالہ مفتاح النجا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر احوال شریف کو جامع [illegible]
اسیکا ترجمہ کیا۔ ہاں مقام کے مناسب اور مقاصد کے مقتضی جہاں کوئی موقع [illegible] مذکو
اخذ کرکے اضافہ کیا چنانچہ اس کتاب کا داب اور تحریر کا عنوان اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ جہا
کہیں کوئی روایت کتب مذکورہ سے لی گئی ہے اوسکا نام وہیں لکھدیا ہے اور جو مقام اسم
سے مقید نہیں ہے وہ بعینہٖ مفتاح النجا کا ترجمہ ہے اور بعض جگہ تقاضائی محل کی حیثیت
کتب مسطورہ کے علاوہ اور رسالوں سے بھی لیا گیا ہے۔ اس رسالہ کی ترتیب ایک
چار باب اور ایک خاتمہ پر مرتب ہے۔

مقدمہ میں اہل بیت کی معنی کی تحقیق اور سر شہادت کا ذکر اور ایسی احادیث کا بیا
خاندان نبوت کی وجوب محبت پر دلالت کرتی ہیں مذکور ہے۔ پہلی باب میں وہ حدیثیں
کی گئی ہیں جو امام حسن و امام حسین علیہما السلام دونوں کے مناقب کو شامل ہیں۔ دوسرے
میں اُن حدیثوں کو جمع کیا ہے جو فقط امام حسن علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تیسرے
باب میں ایسی احادیث کا ذکر ہے جو صرف امام حسین علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ چوتھے
میں یزید کے حال قباحت مآل اور اوس کے جہنمی ہونے میں بحث کی گئی ہے۔ خاتمہ میں
یزید پر لعنت کرنے کی وجوہات قائم کی گئی ہیں۔

دربیان سبب تالیف

اس رسالہ کی تالیف کا باعث یہ ہے کہ ایک دراز عرصہ سے میرے ذہن میں اسبات کا
تھا کہ کوئی ایسی معتبر کتاب جو ابنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے پورے اور صحیح
احوال اور تفصیلی آثار کو حاوی ہو نظر میں آوے مگر متقدمین اور متاخرین کی تصنیفات
میری منشا کے موافق کوئی کتاب بھی ایسی نہ ملی جب شوق کے ہاتھ زیادہ پھیلے تو بعض ا
مودت صفا نے ایسی کتاب بہم پہنچانے میں حد سے زیادہ کوشش کی۔ الحمد للہ تھوڑے
دنوں میں ایک مختصر سا نسخہ جو ابنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب
سیر و شہادت کو شامل اور مطلوب کے موافق تھا ملگیا گو میری یہ کتاب تحریر عبارت

مقدمہ

اور قیدی ہوں اور اوسکا مال لوٹا جاوے اور یہ سب امر خاص اللہ کیواسطے ہوں کسی دنیوی
غرض کا اوسمیں شائبہ نہ ہو پس حکمت ازلی اور مشیت لم یزلی نے چاہا کہ یہ کمال بھی آپ کی ذات
مبارک میں آپکی وفات اور خلافت کے زمانہ کی گذرنے کے بعد آپکی ہی اہلبیت بلکہ ایسے
شخص کے واسطے سے جو آپ سے نہایت ہی قربت رکہتا تہا اور جو آپ کے فرزندوں کے
منزلہ میں تہا عنایت ہووے تاکہ اوسکے سبب سے آپ کو یہ کمال حاصل ہو کیونکہ اولاد کی
کسی قسم کی ایذا ماباپ کو ایذا۔ اور اونکی خوشی ماباپ کی خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ پس
شہادت کی دو قسمیں ہیں ایک جلی دوسری خفی۔ خفی شہادت سے تو جناب حضرت امام حسن
علیہ السلام مشرف ہوئے اور شہادت جلی حضرت امام حسین کو مقسوم اور نصیب ہوئی۔
اسیواسطے حق سبحانہ وتعالی نے امام حسن کی شہادت کی خبر بجز جناب رسول خدا کے اور کسیکو
ندی اور امام حسین کی شہادت کے خبر پہلے پہل حضرت جبرئیل کو ہوئی اور اون سے جناب
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پس آپ نے حضرت علی رض کو بلاکر اس واقعہ جانگاہ سے
اطلاع دی اور اوسنے لوگوں کو خبر ہوئی حتی کہ رفتہ رفتہ صفحۂ عالم پر اسکا جھنڈا گڑ گیا اللہ تعالے
نے اسخبر کے ساتہ ہی آپ کے قتل کی جگہ اور وقت اور قاتل کا نام ونشان بھی بتلادیا تاکہ
آپکا ماتم اور تعزیت قیام قیامت تک قائم رہے چنانچہ جو حدیثیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت
کے باب میں مذکور ومرقوم ہیں وہ اس بیان کی مؤید ومعاون ہیں۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی رسالہ مناقب السادات میں جو اہلبیت کی محبت ومودت
کے باب میں تحریر ہے بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی محبت
اور اونکی پلے درجکی تعظیم وتکریم قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھو حق سبحانہ تعالے
فرماتا ہے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی یعنی تبلیغ احکام میں تم سے کچھ بھی
مزدوری نہیں چاہتا ہاں اپنے قرابتیوں کی محبت کہ اونہیں تم دوست رکھو۔ اس آیت کی
تفسیر میں صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
آپکے قرابتی کون کون ہیں جنکی مودت اور تعظیم ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی فاطمہ اور اونکی
دونوں بچے۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اپنے پیارے خدا کو

فیروزآبادی مصنف قاموس اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اہل جنہد الفاظ کیطرف مضاف ہوتا ہے کبھی بولا کرتے ہیں۔ آل الرجل یعنے اوسکے اقربا کبھی کہتے ہیں اہل الامر یعنے والی امر اور اہلبیت یعنے گھر کے رہنے والے۔ کبھی اہلبیت کا اطلاق اہل مذہب پر بھی ہوتا ہے اور بولا کرتے ہیں اہل الرجل یعنے اوسکی زوجہ اور اہل النبی آپکی بیبیاں اور صاحبزادیاں ہیں پس اہلبیت کا اطلاق مختلف معانی پر ہے جیسا بیان مذکور سے واضح ہو چکا۔ مگر اس کتاب میں اہلبیت سے میری مراد صرف حسن وحسین ہی ہیں علیہما وعلی جدہما الصلوۃ والسلام۔ حضرات حسنین کی شہادت میں صرف یہ بھید ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے جو کمالات اور مدارج علیحدہ علیحدہ تمام انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے اون سبکا خلاصہ اور نبوت ورسالت کے کل مراتب کا نتیجہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والتحیات اور آپ کی ذات معدن صفات میں تفویض فرمائے حتی کہ کوئی مرتبہ اور کوئی کمال آپکی ذات والا صفات سے باقی نرہا پس خدا تعالی نے آپکو خلافت عطا فرمائی جسطرح آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئی اور سلطنت حضرت سلیمان جیسے حسن یوسف علیہ السلام کا سا حسن۔ دوستی وخلت ابراہیم جیسی اور آپکو اپنے کلام سے بھی مشرف فرمایا جیسا موسی علیہ السلام کو کیا تھا آپکو اوس عبادت کے ساتھ بھی ممتاز فرمایا جسطرح کہ یونس کو کیا تھا شکر کے ساتھ رطب اللسان تھے جیسے نوح علیہ السلام تھے۔ اسکے علاوہ اور بھی مراتب وکمالات جیسے لائیت ومحبوبیت اصطفا تفکر قرب کامل شفاعت عظیم کافروں سے جہاد علم عرفان قضا اجتہاد فتوی دینا احتساب قرارت وغیرہا عنایت فرمائے۔ مگر کمال شہادت آپ کی ذات مقدس میں نہ آیا تھا اور چونکہ منافی شان نبوت تھا اسلئے آپ میں نہ سمایا۔ مخفی بھید اسمیں یہ تھا کہ اگر آپ لڑائی میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوتے تو شوکت اسلام کی شکست اور دین متین کے امور میں خلل واقع ہوتا اور اگر مخفی شہادت ہوتی جیسے آپ کے بعض خلفاء راشدین کو ہوئی تھی تو عرفاً شہادت کا اطلاق ہوتا کیونکہ کامل شہادت اسکا نام ہے کہ آدمی غربت کی گھاٹیوں اور سفر کی دشوار گذار راہوں میں مارا جاوے اپنے اقربا اعزا کو اپنی مصیبت پر دل سے لائے اوسکی لاش چٹیل میدان دہوپ میں پڑی رہے اوسکی بیوی بچے دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر

دوست رکھنے والا ہے۔ اور مصابیح وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں
تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ خدا کی کتاب اور اپنی عترت۔ جبتک تم ان دونوں کو
مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ صاحب کشاف اسی حدیث کی تفسیر
کے تحت میں فرماتے ہیں کہ میری اولاد میری جگر کے ٹکڑے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے
کہ جو شخص ہمارے بچوں کو شفقت کی نگاہوں سے نہ دیکھے اور ہمارے بڑے فرزندوں کی
دل سے تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ کشاف اشرف النبوۃ میں حضرت علی
سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے میری اہلبیت پر ستم کیا اور
انکی ایذا کا درپے ہوا اُسپر یقینی جنت حرام ہے۔ مفاتیح میں یہ لفظ ہیں کہ فاطمہ میرے
جگر کا ٹکڑا ہے اوسکو ایذا دینا مجھے ایذا دینا۔ اور اوسے غصہ میں لانا مجھے غصے میں لانا ہے

باب پہلا اون حدیثوں کے بیان میں جو دونوں اماموں کی فضیلت کو شامل ہیں

ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن حبان حاکم میں بریدہ رضی سے مروی ہے کہ ایک دن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے اور حسن وحسین سرخ کرتا پہنے ہوئے آ نکلے
جو ہیں مسجد کے صحن میں آئے پاؤں لغزش کرنے لگے اور قریب تھے کہ گر پڑیں آپ ممبر سے
اوترے اور دونوں صاحبزادوں کو گود میں لیکر منبر پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا
خدا تعالی نے سچ فرمایا کہ تمہاری اولاد تمہارے مال تمہارے لئے آزمائش ہیں مجھے
انکو دیکھکر صبر نہ رہا حتی کہ خطبہ کو چھوڑ کر اونہیں اوٹھا لیا۔ انس سے روایت ہے کہ
کسی نے حضرت سے پوچھا اہلبیت میں آپکو کون محبوب زیادہ ہے فرمایا حسن وحسین۔
آپ اکثر فاطمہ زہرا رضی سے فرمایا کرتے تھے کہ حسن وحسین میرے فرزند ہیں جب دونوں صاحبزادے
گھر میں تشریف لایا کرتے آپ اونکے مُنہ کے غبار کو اپنے دامن سے پوچھتے اور اُنہیں
گلے سے لگاتے تھے طبرانی ابو ایوب سے نقل کرتے ہیں کہ میں خدمت میں آنحضرت کے گیا
اور حسنین حضور پرنور میں کھیل رہے تھے مینے عرض کیا یارسول آپ انکو بہت پیار

پیار کرو تاکہ ہر صبح و شام کے عطیہ کا ادای شکر ہو اور مجھے خدا کے لئے دوست رکھو اور میری اولاد کو میرے سبب سے پیار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرے اوسے آپ کی خوشنودی کے لئے ضرور ہوگا۔ کہ آپ کے فرزندوں کا دل و جان سے محب ہو زاہد یہ میں ہے کہ جو شخص اہل بیت کو محبت کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اوسے رحمت کی نگاہوں سے نظر کرتا ہے۔ کشاف کے دوسرے موضع میں یوں منقول ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے لوگو محمدؐ کی اولاد کی محبت پر جو کوئی مرے گا اوسکا خاتمہ کامل ایمان پر ہوگا جو اولاد محمد کی دوستی پر جان دیگا وہ ثابت قدمی کے ساتھ گذریگا جو اولاد محمد کی مودت پر جان و مال قربان کریگا اوسے جنت میں ایسے بناؤ سنگار کے ساتھ بھیجیں گے جیسے دولہن کو آراستہ کرکے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں تم میں جو کوئی محمدؐ کی فرزندوں کی محبت میں مریگا اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر مرے گا اور درر میں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص ہم کو یعنے ہماری اہلبیت کو دوست رکھے اور اونکی تعظیم و تکریم کرنے والے کو محبوب جانے خدا تعالیٰ اوسے ہمارا ہم نشین کرے گا علاوہ اسکے اور بہت سے بیشمار ایسی حدیثیں ہیں جنسے آپ کی اولاد کی محبت کے وجوب کی دلیل نکلتی ہے ہم بخوف تطویل ترک کرتے ہیں کیونکہ اس مختصر کے مناسب مقام نہیں ہیں۔

کتاب اشرف النبوۃ اور درر میں حضرت علی سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے امام حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑکر فرمایا کہ جس نے مجھے اور ان دونوں بچوں کو اور انکے ماباپ کو دوست رکھا وہ ضرور قیامت کو میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا اور بھی آپ فرماتے ہیں جنسے ہماری اہل بیت کی محبت کا تعویذ جان کے بازو پر باندھا اور جو اونکی محبت پر مرا یا مارا گیا اوسکے بہشتی ہونیکا میں ضامن ہوں۔ اشرف النبوۃ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں کا میں شفیع ہونگا۔ اگرچہ وہ تمام اہل زمین کے گناہوں کے ساتھ آویں۔ پہلا وہ گروہ جو میری اولاد کی محبت اور تعظیم کرے۔ دوسرے وہ جو لوگوں کی حاجت روائی کرنے والا ہو۔ تیسرے جو لوگوں کی پردہ پوشی کرنے والا ہو۔ چوتھے ایسے لوگونکو جنکی تین صفتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں

میں اوسکا دشمن ہوں اور جس کا میں دشمن ہوں وہ خدا اوسکا دشمن ہے اور خدا کا دشمن
ہونا دوزخ میں جانے کا باعث ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ان حدیثوں میں اسبات کی صراحت
ہے کہ یزید پلید اور اوسکے اعوان و انصار جو امام کے قتل میں شریک تھے اون سبکی
جگہ دوزخ ہے۔ احمد ترمذی حاکم ابو سعید سے اور طبرانی عمر جابر علی ابو ہریرہ اسامہ
بن زید سے اور براء بن عدی ابن مسعود سے اور ابن عساکر عائشہ ابن عباس سے اور ابن الاخضر
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا حسن و حسین بہشت کے
جوانوں کے سردار ہیں۔ طبرانی کی بھی روایت تو یہی ہے لیکن یہ الفاظ زائد ہیں کہ
بار خدایا میں انکو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھہ۔ ابن عساکر ابن عباس سے سابق
کی روایت میں یہ مضمون زیادہ کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص میری جگر گوشہ حسنین کو
محبوب رکہے میں اوسکا دل و جان سے محب ہوں اور انکی دشمنی میری دشمنی ہے۔ طبرانی کبیر
میں اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے سیدۃ النساء فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ عیسے اور یحیی علیہما السلام کے سوا جس قدر
دنیا میں نبی ہوئے ہیں اونکی اولاد میں کوئی نکوئی نبی ضرور ہوا ہے لیکن میری اولاد میں کوئی نبی نہوگا
ہاں یہ دونوں میرے بچے جنت کے جوانوں کے سردار ہیں مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت انبیاء
کی اولاد سے قائم رہا ہے۔ مگر میری اولاد میں نبوت نہوگی کیونکہ رسالت کا خاتمہ اور نبوت
کی عاقبت مجھی پر ہے۔ باوجودیکہ میرے فرزند نبی نہیں ہیں تب بھی جنت کے جوانوں کے سردار
ہیں۔ ابن عساکر ابن نجار حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے
فرمایا۔ میرے حسن و حسین کو برا نہ کہنا کیونکہ وہ اولین و آخرین اہل بہشت کے سردار ہیں۔
ضیا حذیفہ رض سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جبرئیل ع نے مجھے مبارکی دی کہ حسن
و حسین عرش کے دو گوشوارہ ہیں۔ ابن عساکر ابان و انس سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر
خدا نے فرمایا اہل مجلس میں سے کوئی کسیکی تعظیم نکرے مگر حسن و حسین اور اونکی اولاد کی۔
واضح ہو کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج رسالہ مناقب اہلبیت
میں بہت سی حدیثیں جن میں سے بعض مقدمہ میں بیان ہوچکی ہیں لائی ہیں اور اوسکا ایک

کرتے ہیں فرمایا کیوں نہیں وہ میرے جسم کی باغ کے پھول ہیں اور عسکری مثال میں حضرت
علی رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد ماباپ کے ریحان
ہیں اور میرے ریحان حسن وحسین ہیں۔ محی السنۃ لغوی یعلے سے نقل کرتے ہیں کہ حسن وحسین
ایکدن دوڑتے ہوئے رسول اللہ کے پاس آئے آپنے ایک کو ایک گود میں اور دوسرے کو
دوسری بغل میں لیکر فرمایا۔ یہ دونوں میرے بچے ہیں جس نے انہیں دوست رکھا اوسنے
مجھے دوست رکھا ترمذی طبرانی اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک رات
کو کسیکام کے لئے حضرت کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کپڑے
پہن رہے ہیں اور اوسمیں کوئی چیز چھپا بھی رہے ہیں مجھے کچھ حال معلوم نہ ہوا مگر جب آپ
اوسکام سے فارغ ہو چکے تو مینے عرض کی کہ کپڑوں میں آپ نے کیا چیز چھپائی ہے جناب نے
کپڑا اوٹھاکر دکھلایا کہ دونوں زانوں پر دونوں صاحبزادے تشریف رکھتے تھے پھر آپنے
فرمایا کہ یہ دونوں میری اور میرے بچے کے بچے ہیں۔ اے خدا میں انکو دوست رکھتا
ہوں تو بھی دوست رکھہ۔ اور انکے دوستداروں کو دوست رکھہ ترمذی نے برار سے روایت
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کو دیکھکر دعا کی الٰہی یہ میرے محبوب
ہیں تو بھی انکو محبوب رکھہ۔ ابی شیبہ۔ طبرانی اپنی اپنی کتاب میں حضرت ابوہریرہ سے نقل
کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ابوہریرہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں حسن وحسین کو دوست
رکھتا ہوں تجھے لائق ہے کہ اون کی دوستی کو سب کی دوستی پر ترجیح دے اور اونکی دشمنوں کو
اپنا دشمن سمجھہ اور دشمنی کر۔ طبرانی ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ جو شخص میری
دوستی کا دم مارے وہ پہلے حسن وحسین کو دوست رکھے۔ احمد ابن ماجہ حاکم ابوہریرہ سے
نقل کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا جس نے حسنین کو دوست رکھا اوسنے مجھے دوست رکھا
اور جس نے اونسے دشمنی کی اوسنے مجھے دشمن رکھا۔ طبرانی ابوہریرہ سے روایت کرتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین کے دوستدار کو میں دوست
رکھتا ہوں اور جسے میں دوست رکھوں خدا اوسکو دوست رکھے اور جسکو خدا نے
دوست رکھا وہ بہشت میں ضرور داخل ہوگا اسیطرح جو حسنین کو دشمن جانے

ذکر کیا اور اوسمیں دو لفظ زیادہ کیئے کہ ہم درہم و دینار کے مالک نہیں ہیں پس اس سے وہ اعتراض
جو جناب خلافت مآب حضرت ابوبکر صدیق پر ہوتا تھا بالکل ٹوٹ گیا ابوداؤد ابن عساکر مقدام
بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حسن مجھے زائد محبوب ہے اور حسین علی کو۔
ابن الاخضر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ایکدن حضور صلعم کی خدمت
میں ہم لوگ حاضر تھے اتنے میں حضرت فاطمہ زہرا بادیدۂ پرنم تشریف لائیں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے پوچھا اے بابا کی جان تم کیوں مغموم ہو اور کاہے کو روتی ہو فرمایا بابا جان
آپکے غلام کہیں باہر چلے گئے ہیں اور نہ معلوم کہاں گئے فرمایا قربان جاؤں میری بیٹی رحمت
خدا تعالیٰ حسنین کے حال پر رحیم ہے اسکے بعد آپنے یہ دعا فرمائی اے خدا اگر حسنین
جنگل میں ہوں تو بھی اُنکی حفاظت کر اور اگر دریا میں ہوں تو بھی سلامتی کیساتھ واپس لاتی
ہی ہیں جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کی یارسول اللہ آپ غمگین نہ ہوں حسنین دین و
دنیا کے تاج ہیں اون کے والد ماجد دین و دنیا والوں سے بہتر و افضل ہیں آپ نہ گھبرائیں
دونوں صاحبزادے بنی نجار کے باغ میں ہیں خدا تعالےٰ نے پہلے ہی اون کی حفاظت کیلئے
ایک فرشتہ بھیج رکھا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے
ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ اوس مکان میں جہاں صاحبزادے کھیل رہے تھے
پہونچے۔ پس آپنے حسن کو گلے سے لگایا اور حسین کو فرشتہ نے گود میں اوٹھالیا اور ہم سب
لوگ دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور ابوایوب نے عرض کیا یارسول اللہ آپ تکلیف نکریں
صاحبزادہ کو ہماری گود میں دیدیں فرمایا کہ تم نے ابھی نہیں سنا کہ حسنین دین و دنیا میں
بزرگ اور اونکے والد اہل دین و دنیا سے بہتر ہیں۔ پھر آپنے فرمایا کہ جو بزرگی خدا تعالیٰ نے
انکو دی ہے میں آج اوسکا اظہار کرتا ہوں یہ کہکر خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو کیا میں
تمکو اوس شخص کی فضیلت سے آگاہ نکروں جسکے نانا نانی تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہیں
حاضرین نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمائیے کہا تمام آدمیوں سے بزرگ تر حسن و حسین
ہیں اور اونکے نانا رسول خدا اور نانی خدیجہ بنت خویلہ ہیں۔ اور فرمایا کیا میں تم کو خبر نہ دوں
ایسے آدمی کی جسکے ماباپ سب سے برگزیدہ زائد ہیں۔ عرض کیا کیوں نہیں فرمایا وہ حسن و

خاص قیام وتعظیم اولاد رسول اللہ میں بیان کیا ہے۔ آورنا امام ابو حنیفہ کوفی کی مناقب میں شیخ ابوسعید ماوردی لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم سادات کی توقیر و احترام اور علویوں کی تعظیم واکرام میں اسقدر مبالغہ کرتے تھے کہ ایک ہی مجلس میں کئی کئی دفعہ اوٹھتے بیٹھتے تھے آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ جناب بار بار کے اُٹھنے کا کیا سبب ہے فرمایا ان بچوں میں ایک علوی بچہ ہے جب میں اوسکو دیکھتا ہوں تعظیم کے لئے اوٹھہ کھڑا ہوتا ہوں جناب شیخ عبد الحق محدث دہلوی شیخ امان پانی پتی کے احوال میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ سیف الدین قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں طلبہ کو بیٹھکر پڑھایا کرتا تھا جب سادات کے بچے کھیلتے ہوئے میرے سامنے آتے اوٹھہ کھڑا ہوتا اور جبتک وہ کھیلتے رہتے کھڑا ہی رہتا۔ لوگوں نے جب اسکا سبب دریافت کیا تو کہا امان کو کیا یہ طاقت ہے کہ اولاد رسول اللہ کھڑی رہے اور امان بیٹھا رہے طبرانی کبیر میں عقبہ بن عامر سے نقل کرتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو چلینگے تو جنت جناب الٰہی میں عرض کریگی کہ یارب تو نے مجھہ سے وعدہ فرمایا تھا کہ دوستوں سے تجھے زینت دوں گا حق جل وعلی فرمائے گا کیا حسن وحسین سے تیرے تجھے زینت نہ دی۔ پس جنت دُلہن جیسا ناز کریگی طبرانی کبیر میں اور ابن مندہ وغیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ حسن وحسین کو لیکر رسول اللہ کے مرض موت میں تشریف لائیں اور عرض کیا جناب یہ دونوں آپ کے بچے حاضر ہیں انکو کچہ ورثہ عطا کیجئے آپنے فرمایا حسن کو میں نے سیادت دی اور حسین کو اپنی جرأت وسخاوت۔ ابن عساکر وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ زہرا اپنے صاحبزادوں کو خدمت فیضدرجت میں رسول کو بنین کے لائیں اور عرض کیا یارسول اللہ انہیں کچہ دیجئے فرمایا حسن کو میں نے اپنا حلم اور ہیبت دی اور حسین کو اپنی غیرت وتجلد یعنے شجاعت عطا کی۔ اِن دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث صفات کمال انسانی کے علاوہ اور کچہ نہ تھا سو وہی حسن وحسین کو عطا فرمایا اگر مال ومتاع کچہہ بھی ہوتا تو وہ ضرور ارزانی فرماتے۔ پس جو روایت کہ صدیق اکبر نے صحابہ کی جماعت کے سامنے بیان کی تھی اُنہوں نے آپ کی تصدیق کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث نہیں ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوگا اسیطرح صاحب کلینی نے اپنی کتاب میں

جس نے اونہیں ایذا دی وہ میری ایذا کا درپے ہوا اور مجھے ایذا دینا خدا کو ایذا دینا ہے اور جو خدا کی ایذا کا خواہاں ہوا قریب ہے کہ خدا اوس سے مواخذہ کرے۔ ماسوا اسکے اور احادیث و آیات کلام اللہ صحابہ کے حق میں ایسی صراحت کے ساتھ واقع ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی عداوت دخولِ نار کا باعث ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اہل بیت کی محبت بدون صحابہ کی محبت کے کسی کام کی نہیں۔ دیکھو اہلبیت کی بابت آپ نے فرمایا ہے کہ میری اہلبیت کی مثال نوح کی کشتی جیسی ہے جو اوسمیں بیٹھ گیا ساحل نجات پر پہونچا جسنے اوسمیں بیٹھنا اچھا نہ سمجھا وہ بلا کی بھنور میں ڈوب گیا۔ اور صحابہ کے حق میں آیا ہے کہ میرے یار چمکتے ہوئے تاروں کے مانند ہیں اونکی اقتدا ہدایت کا باعث ہے۔ پس جسطرح تاریک رات میں کشتی کا بدون تاروں کی ہدایت کے چلنا ممکن نہیں اسیطرح کشتی محبت اہلبیت بے رہنمائی ستارہ محبت صحابہ ایمان کے دریا میں چل نہیں سکتی۔ امام فخر الدین رازی کی تقریر کا خلاصہ بھی اسیکے قریب قریب ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل البشر چاروں خلیفہ اور اونکے بعد عشرہ مبشرہ ہیں اور اونکے بعد اہل بدر کو بزرگی اور فضیلت ہے جنکی تعداد تین سو تیرہ ہے اور جن میں چاروں خلیفہ اور عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں خدا تعالی نے اہلِ بدر کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر دئے آپ انکے بعد اون حضرات کو بزرگی اور فضیلت ہے جنہوں نے ببول کے درخت کے نیچے اپنی پیاری جانیں اور عزیز مال خدا اور اوسکے پیارے رسول کی راہ میں قربان کرنے پر خوشی خوشی بیعت کی جنکے باب میں خدا تعالی اپنی رضامندی اور خوشنودی کی خبر اسطرح فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اسی سورت کی دوسرے موضع میں ارشاد ہوتا ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم الخ ان لوگوں کی تعداد تیرہ سو کئی ہے جن میں خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔ انکے بعد پھر باقی اصحاب تمام امت سے افضل ہیں علماء سلف اور مشائخ خلف کا یہی اعتقاد ہے چونکہ یہ مقام اس بحث کے مقتضی ہاور مناسب نہیں ہے لہذا مقصد اصلی اور مطلب ذاتی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آیدہم پر

حسین ہیں اور اونکے والد علی ابن ابی طالب اور اونکی والدہ فاطمہ زہرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں پھر فرمایا کیا خبر دوں تمہیں اوس شخص کی جسکے چچا اور پھوپی بہترین خلائق ہیں عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا وہ حسن وحسین ہیں اور اونکی چچا جعفر بن ابی طالب اور پھوپی اُمہانی بنت ابیطالب۔ پھر فرمایا میں تم کو ایسے شخص سے اطلاع دیتا ہوں جو افضل ترین خلائق ہے از روئے ماموں اور خالہ کے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں فرمائیے یا رسول اللہ فرمایا کہ وہ حسن وحسین اور اون کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور اونکی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں۔ آگاہ رہو کہ اونکے باپ اور ماں اور اونکی نانی اور اونکے چچا پھوپی اونکے ماموں خالہ وہ خود سب کے سب جنتی ہیں اور جو شخص اونہیں دوست رکھے وہ بھی بہشتی ہے اور انکے دوستدار کو دوست رکھنے والا بھی جنتی ہے۔ اسیطرح طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کی ہے مگر ہم اختصار کے لئے ترک کرنا مناسب جانتے ہیں۔ واضح ہو کہ احادیث مذکورہ کے نحوا سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنین بلاشک بہترین خلائق اور افضلترین مخلوق ہیں مگر اہل سنن کے نزدیک بالاتفاق حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ کے بعد افضل البشر اور اکمل الانس وجن ہیں نہ کسی اور حیثیت سے بلکہ اسوجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بہت سے ایسے کام ان دونوں برگزیدۂ اسلام سے سرزد ہوئے ہیں کہ ویسے کسی سے نہیں ہوئے ہزارہا مخلوق خدا کے دلکو انسے چین اور تسلی ہوئی۔ لاکھوں نفع انکے وجود باجود سے لوگونکو ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہیں دونوں صاحبوں نے ترویج اسلام اور فتح ممالک کفار اور جہاد اعداء میں بیدریغ اپنے مال اور جانیں اللہ کی راہ میں صرف کردیں اسکے علاوہ بہت سی ایسی آیات واحادیث انکے بارے میں وارد ہوئیں ہیں جنسے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ قطع نظر اسکے یہ بھی اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہے کہ جسطرح اہلبیت کی محبت فرض ہے اسیطرح تمام اصحاب کی دوستی کا غاشیہ جان کے مونڈھوں پر ڈالنا فرض ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں میرے بعد میرے اصحاب سے دشمنی نکرنا جسنے اونہیں دوست رکھا اوسکے دلمیں میری دوستی کا اثر ہے اور جو انہیں دشمن رکھے اوسکے دلمیں میری عداوت اور کینہ کا بیج اوبا ہوا ہے۔

مخافۃ ان تجعلنی الی آخرہم اسکے بعد اور کئی آدمیوں کا آپنے ذکر کیا یہانتک کہ میں چپکا ہوگیا اس خوف سے کہ مبادا

لکھکر دیجئے پس حضرت علی نے وہ حدیث لکھکر دی جس کا مضمون یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم علی ابن ابی طالب نے یہ حدیث امیر المومنین عمر بن الخطاب کو لکھکر دی اور وہ ضامن ہے کہ حضرت جبرئیل نے رسول خدا سے عمر کے حق میں فرمایا کہ خلیفہ ثانی عمر بن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔ حضرت عمر نے اس نوشتہ کو اپنی اولاد کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اسکو میرے کفن میں رکھنا تاکہ اس نوشتہ کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد وہ کاغذ آپ کے کفن میں رکھا گیا۔ اس بیان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی فضیلت حضرت عمر پر صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور حسنین کے والد ہونے کی وجہ سے ہے۔ کسی اور حیثیت سے نہیں۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ ان دونوں حضرات میں ایسا اتحاد و اتفاق تھا کہ ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بزرگ اور افضل جانتا تھا۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں محمد بن حنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن حنیفہ نے اپنے والد ماجد حضرت علی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص افضل البشر ہے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق اسکے بعد دوسرے شخص کا نام لیا محمد بن حنیفہ نے عرض کیا پھر اوس شخص کے بعد آپکو بزرگی ہے فرمایا مجھے کچھ فضیلت نہیں میں تو اوروں جیسا ایک مسلمان ہوں۔

ترجمۂ صواعق میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنین بہشت کے دو نام ہیں ایام جاہلیت میں عرب نے ان دو اسموں سے کبھی کسیکو مسمی نہیں بنایا۔ اور تہذیب التہذیب میں جریر بن عثمان بواسطہ حضرت معاویہ کے نقل کرتے ہیں کہ میری آنکھیں اوسوقت سے آشنا ہیں کہ رسول خدا صلعم اپنی مبارک زبان سے حسینؓ کے ہونٹھ اور موںھ چاٹتے تھے اور جسکے ہونٹھ رسول اللہ چاٹیں وہ قطعی جنتی ہے۔

دوسرا باب حضرت امام حسنؑ کے ذکر میں

یہ باب چھ فصلوں کو شامل ہے۔

پہلی فصل میں امام کی ولادت اور دوسرے مناسبات کا ذکر ہے۔ دوسری فصل میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت اور لقب وغیرہ کا بیان ہے۔ تیسری فصل میں اون احادیث کا

اصل حکایت ... عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطاب کی خلافت میں اولیائے اسلام کو فتوحات نصیب ہوئیں اور اموال غنائم کثرت سے حاصل ہوئے حضرت عمر بن الخطاب نے ایک چمڑے کا بڑا دسترخوان بچھا کر فتوحات کو رکھا اتنے میں حضرت امام حسن تشریف لائے اور فرمایا اے مسلمانوں کے بادشاہ۔ اے رسول خدا کے نائب ہمارا حق ہم کو عطا کیجئے حضرت عمر نے نہایت دلجوئی اور تشفی سے ہزار درہم انکی ساتھ کر دئے۔ تھوڑی ہی دیر میں چھوٹے صاحبزادے یعنے حضرت امام حسین تشریف لائے اور اپنے حق کے طالب ہوئے اونہیں بھی ہزار درہم عنایت ہوئے اسکے بعد حضرت عمر کے صاحبزادے عبداللہ آئے آپنے انہیں پانسو درہم دیکر چلتا کیا عبداللہ نے اپنے والد ماجد کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ اے ابا جان - اے مسلمانوں کے پیشوا آپ مجھے دیکھتے ہیں کہ کیسا جوانمرد ہوں اور کیسے کیسے جہادوں میں شریک رہا ہوں والد صاحب میں اوس وقت جہاد کرتا تھا جب حضرات حسنین رضے اللہ عنہما مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں کھیلتے پھرتے تھے اونہیں تو جناب نے ہزار درہم عطا کئے اور مجھے پانسو ہی - آپنے افسوسناک طرح نہایت حسرت سے فرمایا - جان پدر تم اپنے ما - باپ - نانا - نانی - چچا - پھوپی - حسنین جیسے پیدا کر لو تب تم بھی ہزار درہم کے مستحق ہوگے ورنہ چھوٹا منہ بڑی بات سے کیا فائدہ - اُنکے والد حضرت علی اونکی والدہ حضرت فاطمہ زہرا انکے نانا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی نانی خدیجۃ الکبری - اونکے چچا جعفر طیار اونکے پھوپی امہانی اونکے ماموں ابراہیم و قاسم ہیں - عبداللہ سنکر خاموش ہو رہے اور پھر دم نہ مارا رفتہ رفتہ یہ خبر حضرت علی کو پہونچی آپنے فرمایا میرے کان اسبات کو یاد رکھتے ہیں کہ ایکمرتبہ رسول خدا نے فرمایا کہ عمر جنتیوں کے چراغ ہیں حضرت امیرالمومنین ایک جماعت کو ہمراہ لیکر حضرت علی کے در دولت پر تشریف لائے اور کنڈی کھڑکھڑائی حضرت علی باہر آئے مصافحہ کیا - مزاج پرسی کے بعد حضرت عمر نے فرمایا اے علی سچ کہو تم نے اپنے کانوں سے میرے حق میں یہ لفظ سُنے ہیں کہ عمر اہل بہشت کا چراغ ہے - آپنے فرمایا بیشک مینے ان کانوں سے سنا اور میرا دل اوسے یاد رکھتا ہے امیرالمومنین حضرت عمر نے فرمایا کہ بس تو جناب آپ ہی اپنے نازک ہاتھوں سے اس مبارک مضمون کو

انکا اظہار نہ کیا تھا حتی کہ رسولِ خدا نے اُنکا یہ نام رکھا حضرت جابر حاکم حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حسن کا ختنہ اور عقیقہ ولادت کی ساتویں روز ہوا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے عقیقہ کرکے لوگوں کو خیرات کیا دایہ کو بھی اوسمیں سے حصہ عطا فرمایا۔ فصول المہمہ میں ہے کہ حضرت حسن کی ولادت کی ساتویں دن رسول اللہ تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا تم نے اسکا کیا نام رکھا ہے اونہوں نے عرض کیا جناب اسکا نام حرب ہے فرمایا نہیں اسکا نام حسن رکھو یہ کہکر عقیقہ کی تیاری میں مصروف ہوئے اور بنفس نفیس عقیقہ کے جانور جاکر لائے اور ذبح کیئے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ حسن کے سر کے بال اوترواؤ اور اوسکے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرو یہی وجہ ہے کہ امتیوں پر مولود کے سر کے بال برابر چاندی خیرات کرنا سنت ہے۔

دوسری فصل امام حسن کی کنیت اور لقب کے بیان میں۔

اسمیں تو شاید کسیکو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ امام حسن علیہ السلام کے حقیقی نسب کو جو فضیلت ہے وہ کسی فرد کو نہیں۔ گو اضافی فضیلت میں کسیقدر اختلاف ہے آپکا نسب آفتاب کیطرح اوج سپہر پر تاباں اور درخشاں ہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے۔ نسب کان علیہ من شمس الضحیٰ نور من فلق الصباح عمود۔ چونکہ آپ کا نسب اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے حتے کہ مخالف بھی اس بزرگی کا لوہا مانتے ہوئے ہیں لہذا اسکے بیان کی چنداں ضرورت نہیں رہی آپ کی کنیت سو باتفاق علماء ابو محمد ہے اور تقی نقی زکی طیب سید ولی کے ساتھ ملقب تھے۔ مگر سب سے مشہور زیادہ لقب سید ہے چنانچہ فضائل میں اسکا کچھہ بیان کریں گے۔ آپ کی خوبصورتی کی بابت انس بن مالک کہتے ہیں کہ کسیکو آنحضرتؐ کے مشابہ میں نے نہیں دیکھا بجز امام حسن کے حضرت علی فرماتے ہیں کہ حسن تو سر سے سینہ تک آپ کے مشابہ تھے اور حسین سینہ سے پاؤں تک۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسالہ حلیۂ مبارک میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار بفائض الانوار سے آپ کی حیات شریف میں مشرف نہ ہوا تھا اور وفات کے بعد آپکو خواب میں دیکھکر صحابہ کے سامنے بیان کرتا تھا اور اتفاقاً اگر لوگ ہم پلے جمال جہاں آرا کی تشبیہ اوس سے پوچھتے تو وہ شخص اہل مجلس میں سے ہر شخصکو بغور دیکھتا

تذکرہ ہے جو صرف امام حسنؓ سے مخصوص ہیں۔ چوتھی فصل میں امام حسن کے مختلف احوال کا
مختصر بیان ہے پانچویں فصل میں امام ہمام کی خلافت اور اوسکا عمداً ترک کرنا بیان ہوا ہے
چھٹی فصل میں آپ کی شہادت کا واقعہ اور تجہیز وتکفین مبین ہے۔

امام حسن کی ولادت کا بیان

آپ کی ولادت کا صحیح صحیح بیان یوں ہے۔ کہ ہجرت کی تیسری برس رمضان کی پندرہویں
تاریخ مدینہ منورہ میں کمنِ غیب سے منصۂ ظہور میں حضور نے قدم رکھا۔ بعض مورخین پندرہ
شعبان اور پانچ شعبان کے بھی قائل ہیں اور بعض کے نزدیک آپ کی ولادت چار سنہ
یا پانچ سنہ میں ہوئی مگر پہلی روایت بہت صحیح ہے۔ غرضکہ حضرت امام حسن پہلوٹے لڑکے
ہیں یعنے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ زہرا سے پہلے پہل یہ ہی صاحبزادے پیدا ہوئے۔
حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب حسنؓ کے تولد کا وقت قریب ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسماء بنت عمیس اور ام ایمنہ کو حضرت فاطمہ کے پاس بھیجا اور فرمایا تم جاکر آیۃ الکرسی اور
معوذتین پڑھ پڑھ کر دم کرنا مگر فصول المہمہ میں اسطرح بیان ہے کہ آنحضرت نے اسماء اور ام سلمہ
کو بھیجا اور ارشاد کیا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو میرے آنے تک اوسکے داہنے کان میں اذان
اور بائیں میں اقامت کہنا اس سے پہلے اور کوئی کام نکرنا۔ جب حسن پیدا ہوئے تو عورتوں
نے ایسا ہی کیا اور آنحضرت کو خبر کی آپ خوشی خوشی جلدی جلدی تشریف لائے اور یہ دعا
پڑھی اللھم انی اعوذبک ولدہ من الشیطان الرجیم۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں حسنؓ کے
پیدا ہونے کے وقت فاطمہ کے پاس تھی جسطرح عورتوں کو جننے کے بعد خون آتا ہے فاطمہ
میں نہ تھا۔ مینے یہ عجیب بات رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا میری بچی
پاک ہے وہ حیض ونفاس سے بالکل منزہ اور مبرا ہے

حضرت فاطمہ حیض ونفاس سے پاک تھیں

تنبیہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
حیض ونفاس سے پاک تھیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن کا اسم شریف
پہلے حمزہ رکھا گیا۔ جب حسین پیدا ہوئے تو اونکا نام جعفر رکھا اسکے بعد آنحضرت نے فرمایا۔
مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں بچوں کا نام بدل کر حسن وحسین رکھوں
اس بیان سے ثابت ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے تک آپ کا نام حمزہ ہی تھا۔
تاریخ الخلفاء میں ہے کہ یہ دونوں نام (حسن وحسین) خدا تعالی نے مخفی رکھے تھے کسی نے

فیض بنیان سے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا بچہ جنت کا سردار ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس
کے سبب سے خدا تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرے۔ بخاری مسلم ترمذی براء بن
عازب سے روایت کرتے ہیں کہ اونہوں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کو
کندہے پر بٹہائے فرما رہے ہیں کہ بار خدایا میں اس بچے کو دوست رکہتا ہوں تو بھی دوست
رکہہ۔ ترمذی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا حسن کو چڈی پر چڑھائے
ہوئے ایک گلی میں تشریف لئے جاتے تھے۔ کسی شخص نے کہا اے بچے تو نے اچھا
گہوڑا بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اچھا سوار ہے۔ حافظ ابو نعیم نقل
کرتے ہیں کہ رسول خدا ایکدن ہم کو نماز پڑھا رہے تھے آپ سجدہ ہی میں تھے کہ حسن رضی اللہ
عنہ آئے اور آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے اور اوٹھتے وقت گردن مبارک پر سوار ہوئے آپ نے
نماز ہی میں اونکو آہستگی اور سہولت کے ساتھ اوتارا نماز سے فراغت کے بعد لوگوں
نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں جو افعال آپنے حسن کے ساتھ کئے ہمنے کسیکے ساتھ
نہیں دیکھے فرمایا کہ یہ بچہ میرا ریحان میرا فرزند میرا لخت جگر ہے اسکے وجود باجود کی
وجہ سے خدا تعالیٰ مسلمانوں کی بڑی بڑی دو جماعتوں میں صلح پیدا کریگا۔ بخاری
مسلم ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اونہوں نے کہا میں
ایکدن آنحضرت کے ساتھ ہو لیا مگر آپ خلاف عادت راہ میں مجہہ سے کوئی بات نہ بولے
اور نہ میں آپ سے بول سکا یہانتک کہ آپ بنی قینقاع کے بازار تک پہونچے اور پہر
واپس ہوکر حضرت فاطمہ کے گہر تشریف لے گئے اور فرمایا بچہ کہاں ہے۔ ابوہریرہ
کہتے ہیں میں دروازہ پر کہڑا ہوا۔ یہ سوچتا تہا کہ آپ کو جو اسقدر دیر ہوئی شاید حسن
رضی اللہ عنہ کی والدہ حسن کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنانے کی تیاری کر رہی ہونگی
ابہی تہوڑی دیر نہ گذری تہی کہ آپ حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن مبارک پر چڑھائے
ہوئے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے خداؤں کے خداوند۔
میں اس بچے کو دل و جان سے محبوب رکہتا ہوں تو بہی محض اپنے
فضل سے اسے دوستی کی آنکہوں سے دیکہہ۔

اگر امام حسن اوس مجلس میں ہوتے تو وہ شخص بے ساختہ بول اوٹھتا کہ میں حسن جمال الملک سے خواب میں مشرف ہوا تھا وہ حضرت ان صاحبزادہ کے مشابہ ہیں اور اگر امام حسن اوس مجلس میں نہوتے تو وہ شخص خاموش رہتا اور کچھہ جواب نہ دیتا۔ بخاری شریف میں ایک روایت یوں ہی آئی ہے کہ ایکدن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑہکر مسجد سے نکلے اور حضرت علی بھی پیچھے پیچھے تشریف رکھتے تھے مسجد کے آگے امام حسن محلہ کے بچوں میں کھیل رہے تھے۔ حضرت ابو بکر کو تاب نہ ہوئے فوراً اونکو اپنے کندہے پر چڑھالیا اور حضرت علی سے مسکرا کر فرمایا کہ یا علی یہ صاحبزادہ بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں آپ کی مشابہت ان میں نہیں ہے حضرت ابو بکر یہ کہہ رہے تھے اور آپ تبسم کرتے تھے امام حسنؑ کا حلیہ صحیح روایتوں سے یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپکا جسم سفید سرخی مائل آنکھیں فراخ اور سخت سیاہ رخسارے غایت درجہ کے ملائم آپ کے سینہ مبارک سے زیر ناف تک بالوں کا ایک سیاہ خط کشیدہ تھا آپ کی داڑہی مبارک بہت گہن رکھتے تھے سر کے بال اکثر وقت آپ کے کندہوں تک رہتے تھے۔ آپ کی نازک گردن دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ خالص چاندی کی صراحی کی گردن ہے اور تمام اعضا آپکے موٹے موٹے بڑے بڑے تھے سینہ بہت فراخ اور وسیع تھا آپ کا مبارک قد میانہ تھا نہ تو اسقدر دراز کہ برا معلوم ہو نہ غایت درجہ کوتاہ۔ آپ کے حسن میں ایک ایسی قسم کی ملاحت اور نمکینی تھی کہ کسی شخص کے چہرہ میں دیکھی نہ گئی آپ متناسب الاجزا اور موضوع الاعضا تھے کبھی کبھی وسمہ کا خضاب بھی کرتے تھے آپ کے بال پیچیدہ اور [illegible] نہایت سیاہ تھے۔

تیسری فصل ان احادیثوں میں جو صرف حضرت امام حسن سے خصوصیت رکھتی ہیں۔ فصول مہمہ میں حافظ عبدالعزیز نقل کرتے ہیں کہ سفیان ابن الحارث الثقفی کہتے ہیں کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا کہ امام حسن آپکے زانو مبارک پر تشریف رکھتے تھے اور جسطرح کہ اطفال کی عادت ہے کبھی تو آپ حسن ... کیطرف اور کبھی اور لوگوں کیطرف متوجہ ہوتے تھے اسی اثنا میں آپنے اپنی زبان

مختصر روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بچہ سردار ہے خدا تعالیٰ
نے اسکے ہاتھ پر صلح موقوف رکھی ہے۔ ابو علی جعفر جابر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا
اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص جنت کے سرداروں کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو۔
اوسے چاہیئے کہ حسن کو دیکھے ابن سعد ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے نقل کرتے ہیں کہ
جب حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی سرخی دیکھکر دوڑتے تو جناب اپنی زبان
مبارک حسن کے ہاتھ میں بے تکلف دیدیتے۔ ابن سعد عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں
کہ سب سے زائد محبوب اور مشابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے حسن تھے آپ کی محبوبیت اسدرجہ
بڑھی ہوئی تھی کہ بارہا سجدہ کی حالت میں حسن آئے ہیں اور آپ کی مبارک پیٹھ پر سوار
ہوگئے۔ مگر آپ سجدہ ہی میں پڑے رہتے اور اونکی تکلیف گوارا نہ فرماتے تاوقتیکہ حسن خود
نہ اوترتے آپ کبھی اونکو نہ اوتارتے راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ تو بہت دفعہ دیکھا ہے کہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں ہیں اور حسن آپ کے دونوں مبارک پاؤں میں سے
نکلکر سامنے آبیٹھتے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ کوئی ایسا وقت مجھپر نہ گذرا کہ حسن بن علی
میرے سامنے آئے ہوں اور میری آنکھیں اشکبار نہ ہوئی ہوں یعنے جب میں حسن
بن علیؑ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری سہارے سے بنی قینقاع کے بازار تک تشریف
لے گئے اور اوسیوقت وہاں سے پھر کر مسجد میں آئے تھوڑے ہی دیر بیٹھے تھے کہ فرمایا
حسن کو بلاؤ۔ صاحبزادہ باہر سے دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی گودی میں بیٹھ گئے آپ
حسن کے مونہہ پر اپنا مونہہ ملتے تھے اور فرماتے تھے اے خدا اے قادر مختار میں اس فرزند
کو دوست رکھتا ہوں اور اسکے دوستدار کو بھی۔ تو بھی اس کو دوست رکھہ اور اس کلمہ کو
تین مرتبہ مکرر سہ کرر فرمایا۔ حاکم محمد بن الاسود بن خلف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اولاد آدمیکو نامردی اور بخل کا دھبہ لگاتی ہے۔ یعنے
اونکی محبت میں ایسا مستغرق ہوجاتا ہے کہ اونکی آسائش کے لئے مال خرچ کرنا اور
جان دینا دریغ رکھتا ہے۔ حاکم زبیر بن العوام سے نقل کرتے ہیں کہ ایکدن امام حسن
بن علی۔ کھڑے ہوئے خطبہ فرمارہے تھے کہ دشمنو قبیلہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ میں اسے اور اس کے دوستدار
کو دوست رکھتا ہوں —
ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اُس روز سے امام حسن کے سوا مجھے اور کوئی زائد محبوب نہ معلوم ہوتا تھا احمد نسائی
حاکم بغوی طبرانی بیہقی عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مغرب یا عشا کی نماز کو مسجد میں تشریف لائے اور امام حسن بھی آپکے ہمراہ تھے
حضور نے حسن کو ایک گوشہ میں بٹھا دیا اور نماز میں مشغول ہوئے اور سجدہ میں اسقدر دیر
کی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی غرضکہ مجھسے رہا نہ گیا سر اوٹھا کر کیا دیکھتا ہوں کہ امام
حسن آپ کی گردن مبارک پر تشریف رکھتے ہیں میں یہ دیکھکر پھر سجدہ میں چلا گیا جب نماز سے
فراغت ہوئی۔ حاضرین نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کے سجدہ کی تاخیر سے ہم کو گمان ہوا
کہ یا تو کوئی نیا امر حادث ہوا ہے یا سجدہ میں وحی آئی فرمائیے تو کیا بات تھی فرمایا یہ دونوں
باتیں نہ تھیں اصل بات یہ ہے کہ میرا بچہ سجدہ میں میری گردن پر سوار تھا میںنے ایسی وقت جلدی
اور اپنی گردن سے اوسے اوتار دینا مکروہ جانا اور اسبات کا منتظر رہا کہ یہ خود ہی اپنی خوشی
سے اوترے تب سجدہ سے اوٹھوں کیونکہ یہ اگر اسوقت رنج سے اوترتا تو پھر کبھی شاید مجھسے
نہ ہوتا۔ ابن عساکر خذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے خدا کے بندو گوش دل سے سنو جو بزرگی حسن بن علی کو خدا کی طرف سے ملی ہے اور
مرتبہ اون کو حق سبحانہ نے دیا ہے وہ بزرگی و مرتبہ اولاد آدم سے سوائے یوسف بن یعقوب
بن اسحاق بن خلیل کے اور کسیکو نہیں ملا۔ حافظ ابوزکریا یحیی بن معین المری الغطفانی
البغدادی اپنے فوائد میں اور بیہقی دلائل النبوۃ میں خطیب ابن عساکر وغیرہ وغیرہ حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدفعہ نہیں بار
فرمایا ہے کہ یہ میرا لخت جگر سردار ہے خدا تعالی اس فرزند دلبند کے وجود باجود سے
[737]
کے دو بڑے گروہ میں صلح کرائیگا یہی روایت ابوداؤد میں اسطرح آئی ہے کہ یہ میرا
جنت کے جوانوں کا سردار ہے مجھے امید ہے کہ میری امت کے دو بڑی جماعتوں
اسکی وجہ سے صلح ہوگی۔ مگر ترمذی نے ابوبکر رضے اللہ عنہ سے اس سے بھی زا

خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اوسکی محبت اور سوز وگداز معائنہ فرمایا تو زید سے
کہا اگر تیری خوشی ہو تو یہاں رہ ورنہ اپنے باپ کے ساتھ چلا جا اور اپنے وصال سے
اوسکی آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔ زید نے اسکے جواب میں صرف اتنا کہا کہ آپ کی غلامی کو
میں باپ کی سرداری پر محبوب رکھتا ہوں جبتک دم میں دم ہے آپ کی خدمت
سے دور نہ ہوں گا۔ پس زید کے بیٹے کو بھی آپ ایسا ہی دوست رکھتے تھے جیسے حسن
کو چنانچہ آپ نے دعا اور محبت میں حسن کے ساتھ اوسکو شریک کیا۔ اور زید کو بھی یہاں تک
دوست رکھتے ہیں کہ تمام صحابہ اوسکو فرزند رسول اللہ کہتے تھے اور زید بن محمد کہکر
پکارتے تھے مگر جب آیہ کریمہ ادعوہم لاباۂہم نے نزول اجلال فرمایا اوسوقت سے زید بن
حارث مشہور ہو گئے تھے۔ مورخین کو اسباب میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر کون شخص ایمان لایا۔ بعض حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کہتے ہیں بعض
حضرت خدیجہ کے قائل ہیں بعض حضرت علی کو کہتے ہیں۔ بعض زید کے قائل ہیں۔
پس علماء اہل اسلام نے اپنا اعتقاد یوں بیان کیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے
حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور آزاد بالغ مردوں میں سب سے اول حضرت ابو بکرؓ مشرف باسلام
ہوئے بچوں میں سے سب سے پہلے حضرت علی مومن ہوئے۔ غلاموں میں پہلے پہل زید ایمان
لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عن کل اصحاب رسول اللہ اجمعین۔

چوتھی فصل امام حسن کے دیگر احوال میں

تفسیر واحدی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذکاء کی بابت لکھا ہے کہ ایک شخص بیان
کرتا ہے کہ میں مدینہ کی مسجد میں آیا دیکھتا کیا ہوں ایک شخص جماعت کثیرہ میں بیٹھا ہوا
حدیث بیان کر رہا ہے۔ مینے اوس محدث سے پوچھا کہ شاہد اور مشہود کے معنے بیان
کیجیے۔ فرمایا کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دن اور مشہود سے عرفہ کا دن مقصود ہے۔ پس
میں اور لوگوں کے پاس جو اوس مسجد میں وعظ بیان فرما رہے تھے گیا اور اونہیں
دو لفظوں (شاہد و مشہود) کے معنے پوچھے اونہوں نے بھی وہی بیان کیا جو پہلے محدث
نے بیان کیا تھا یعنے شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود قربانی کا دن پھر میں وہاں سے

پکار کر کہا اے لوگو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں
سے دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو کوٹ کے اندر چھپائے ہوئے بیٹھے تھے اور فرما رہے تھے۔
جسکو میری دوستی بھلی معلوم ہو وہ حسن کو دوست رکھے اور حاضر غائب کو اس سے اطلاع
کردے۔ اگر یہ حدیث کی چھپانے میں عذاب الٰہی کا خوف نہ ہوتا تو اسوقت یہ حدیث کبھی
نہ بیان کرتا۔ طبرانی کبیر میں انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایکدن ہم سب صحابہ بیٹھے ہوئے
تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سوتے تھے اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور
آپ کے سینہ بے کینہ پر بیٹھ کر پیشاب کر دیا۔ انس کہتے ہیں میںنے چاہا کہ حسن کو آپ کے
سینہ مبارک سے الگ کردوں۔ آپ کی آنکھ کھل گئی اور فرمایا اے انس تجھے خرابی ہو
میرے فرزند میرے دل کے ثمرہ کو مجھ سے علیحدہ نکر خدا کی قسم اسکی ایذا سے مجھے ایذا
ہوتی ہے اور جو شخص میری تکلیف کا درپے ہو خدا اوسکو تکلیف اور مشقت دیگا۔
ابو داؤد اور طیالسی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا
کہ جو مجھے دوست رکھنا چاہے وہ پہلے حسن کی دوستی کا دم بھرے۔ تہذیب میں اسامہ
بن زید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کو گود میں لیکر فرمایا اے بار خدا
یہ میرا محبوب ہے تو بھی اس سے محبت کرا نتھے۔ واضح ہو کہ اسامہ زید کے فرزند ہیں
اور زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی اور آپ کے محبوب ہیں۔ انکا قصہ صحیح
طور پر یوں مرقوم ہے کہ حکیم بن حزام حضرت خدیجہ کے بھتیجے شام کے ملک میں تجارت کو گئے
اور وہاں سے کئی غلام اپنے ساتھ لائے حضرت خدیجہ بھی سفر کی مبارکبادی دینے کو گئیں
حکیم نے کہا اے پھوپی ان غلاموں میں سے جونسا چاہیں ایک غلام آپ لیلیں خدیجہ
نے اونمیں سے زید بن حارث کو لے لیا اور گھر میں لے آئیں اور کچھ دنوں اپنے پاس رکھکر
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدیا آپنے اوسکو غلاموں کی طرح رکھنا پسند
نہ جانا بلکہ آزادی کا تمغہ پہنا کر فرزندی میں قبول کیا۔ وہاں زید کے باپ حارث کا فرزند
کے فراق میں برا حال ہوا تمام جہان میں اوسے ڈھونڈتا ہوا مکہ تک پہونچا اور پتہ لگا کر
رسول اللہ تک آیا زید کو دیکھکر بار بار اوسکی آنکھیں اور پیشانی کو چومتا اور روتا تھا

اسکے جو غداۓ ونکال تیری اور تمام کفار کے لئے خدا تعالی نے آمادہ کیا ہے اوسکے اعتبار سے یہ
تیری حالت جنتی کی سی حالت بلکہ اوس سے بڑھکر ہے۔ آپ کی عبادت ایسی تھی جو طاقت
بشری سے خارج بلکہ امکان سے بھی باہر تھی چنانچہ ابو نعیم حلیہ میں محمد بن علی سے روایت
کرتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا سے ایسے حال میں
ملاقات کروں کہ میں نے حج نہ کیا ہو پس جس مرتبہ مدینہ سے مکہ پیادہ تشریف لائے اور کعبہ
کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حاکم عبداللہ بن عبید بن عمیر سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسن رضی
عنہ نے پچیس حج پیادہ پے درپے کئے اور آپ کے سوا ریاں آپکے آگے آگے کوتل چلتی تھیں
آپ کی سخاوت بھی تمام افراد انسانی سے بڑھی ہوئی تھی چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص
دس ہزار درہم خدا سے مانگ رہا تھا آپ مکان پر تشریف لائے اور دس ہزار درہم غلام
کے ہاتھ سائل کو بھیجدئے۔ فصول الہمہ میں ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص نے اپنی
فقر و احتیاجی کی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا تمہارا سوال بہت بڑا ہے اور مجھہ میں
اتنا مقدور نہیں کہ تمہارے حق سوال سے باہر ہوں تمہارا پورا سوال تو مجھہ سے ادا
ہو نہیں سکتا۔ ہاں اگر مجھے معذور سمجھکر جو کچھہ میری پاس تھوڑا سا ہے تم قبول کرلو
تو حاضر کروں اوسنے عرض کیا جو کچھہ آپ مرحمت فرماوینگے خواہ قلیل ہی ہوویں اوسے
کثیر شمار کروں گا اور تمام عمر رہون منت رہوں گا بہت سا شکر یہ بجا لاؤں گا۔ آپنے
اپنی تحصیلدار کو بلاکر فرمایا کہ ہماری فاضلات جو کچھہ تمہارے پاس جمع ہوں لے آؤ
وکیل نے پچاس ہزار درہم پیش کئے آپنے فرمایا پانسو درہم اور بھی تو تھے اوسنے کہا وہ بھی حاضر
ہیں فرمایا وہ بھی لا اور سب ملاکر اس سائل کو دیدے۔ ابوالحسن دارانی کہتے ہیں کہ
ایکدفعہ امام حسن و حسین عبداللہ جعفر سب ملکر مکہ معظمہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اتفاقا
راستہ میں توشہ اور سواریاں گم ہوگئیں اور بھوک پیاس نے غلبہ کیا ادھر اودھر دیکھنے
لگے۔ یکایک ایک بلند جگہ جس میں ایک بڑا سا خیمہ پڑا تھا نظر پڑی۔ یہ سب صاحب
اوسی طرف چل نکلے۔ راہ میں ایک بڑی عمر کی بڑھیا ملی اوس سے پوچھا یہاں کوئی پینے کی
چیز بھی ہے اوس نے کہا ہاں ایک دودھ والی بکری اوس کونے میں بندھی ہے اوسکا

ایک روز ابوہ میں گیا دیکھا ایک جوان شخص نورانی چہرہ لوگوں کو وعظ کر رہا ہے وہاں ہی میں نے اکر اونہیں دو لفظوں کے معنے دریافت کئے اونہوں نے جواب دیا۔ اے سائل شاہد محمد ہیں اور مشہود قیامت کا دن کیا تو نے نہیں سنا کہ خدا تعالی نے قرآن مجید میں اپنی پاک رسول سے خطاب فرمایا کہ انا ارسلنک شاہدا و مبشرا و نذیرا یعنے اے پیغمبر ہم نے تجھے شاہد حال خلائق اور مسلمانونکو جنت کیسے خوشخبری کافرونکو دوزخ سے ڈرانیکے لئے بھیجا ہے اور دوسری جگہ حق سبحانہ فرماتا ہے ذٰلک یوم مجموع لہ الناس وذٰلک یوم مشہود یعنے قیامت کے دن سب لوگ جمع ہوں گے اور وہ دن حاضر کیا گیا ہے پس قرآن مجید کی ان دونوں آیتوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ شاہد پیغمبر خدا ہیں اور مشہود قیامت کا دن۔ یہ سنکر میں وہاں سے چلا اور لوگوں سے اِن تینوں صاحبوں کے نام دریافت کئے۔ لوگوں نے کہا جن سے پہلے تو نے پوچھا تھا وہ عبداللہ بن عباس ہیں اور دوسرے مسئول عبداللہ بن عمر اور تیسرے صاحب کا نام مبارک حسن بن علی ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ بعض کتب میں منقول ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایکدن غسل کر کے فاخرہ لباس سے نازک بدن کو آراستہ کیا خوشبو ملی ڈاڑھی کی گنگھی کی گھونگروالے بالوں میں تیل لگایا عربی راہوار صبا رفتار پر سوار ہو کر سیر کے لئے تشریف لے گئے راستہ میں ایک یہودی مسکین و محتاج ذلیل و خوار با ہزاراں کربت گرفتار ملا اور عرض کیا اے امام برائے خدا ذرا سی توقف فرما اور میرا انصاف کر آپنے فرمایا اے یہودی کس چیز میں انصاف چاہتا ہے عرض کیا آپ کے نانا رسول اللہ صلعم نے فرمایا الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر یعنے دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنت ہے پس آپ مومن ہونے کے مدعی ہیں اور اس نازونعم میں زندگی بسر کرتے ہیں اور میں باوجودے کہ آپ کے زعم میں کافر ہوں مگر دیکھئے کیسے عذاب میں گرفتار اور کیسے فقروفاقہ میں مبتلا اور خوار ہوں پس حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا آپ کے لئے جنت اور میرے لئے دوزخ ہے آپنے جواب دیا اے پیرمرد جو نعمتیں اور ثواب خدا تعالی نے ہمارے لئے آخرت میں مہیا کیا ہے اگر تو اوسکو دیکھے تو یقینا خود ہی بیساختہ بول اوٹھے کہ یہ حالت اوسکی بہ نسبت بیشک قیدخانہ ہے بخلاف

علم نہ تھا کہ وہ بہو کا ہے اگر مجھے معلوم ہوتا تو بدون روٹی کھلائے نہ بھیجتا۔ ابونعیم حلیہ
میں شہاب ابن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے دو دفعہ اپنا سارا مال
اللہ کی راہ میں خیرات کیا یہانتک کہ دونوں جوتیاں بھی دیدیں۔ ابونعیم ابن سعد علی بن
جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ تو سارا سارا مال اللہ کی
راہ میں خیرات کیا اور تین دفعہ آدھا آدھا راہ خدا میں فقیروں پر تصدق کیا یہانتک
کہ ایک موزہ دیا اور ایک موزہ رکھا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایکمرتبہ امام حسن رضی اللہ
عنہ نے سب مال اپنا راہ خدا میں دیدیا جس سے بہت تنگدست ہوئے اور معاویہ ابن سفیان جو ہر سال میں
لاکھ درہم بھیجتے تھے وہ ابھی تک نہیں پہونچے تھے آپ کا ارادہ ہوا کہ اسباب میں معاویہ کو ایک خط
لکھوں اور سالیانہ مقررہ اوس سے مانگوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابھی اسمیں مجھے کچھ توقف ہی تھا
اور سوچتا تھا کہ کیا کروں۔ رات کو جناب سرور کائنات کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا۔ اے حسن تم
کسطرح ہو میں نے کہا خیریت ہے اس سال معاویہ نے ہمارا مقررہ سالیانہ ابھی تک نہیں بھیجا اس کشش و پیچ
ہوں حضور نے فرمایا کیا تو اپنی حاجت اپنی ہی جیسے شخص کے پاس لکھنا چاہتا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ اور کیا کروں
فرمایا یہ دعا پڑہا کر اللہم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک حتی لا ارجوا
غیرک اللہم ضعفت عنہ قوتی وقصر عنہ عملی ولم ینتہ الیہ رغبتی ولم یبلغہ مسئلتی ولم یجر
علی لسانی مما اعطیت احدا من الاولین والآخرین من الیقین فخصنی رب العالمین
حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعا کا ورد کیا۔ ابھی پورا ایک ہفتہ نہ گذرا تھا
جو معاویہ نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم خود بخود بھیجدیئے۔ میں نے اسپر خدا کا نہایت شکر
کیا کہ بدون یاد دلائے اوسنے خود بھجوادئے۔ میں نے دوسرے بار پھر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرمانے لگے اے حسن اب تم کسطرح ہو۔ میں نے عرض
کیا خیریت سے ہوں اور جو کچھ اپنا واقعہ تھا بیان کیا آپ نے فرمایا اے فرزند تمام
حاجتوں میں حضرت کبریائی کا محتاج رہو اور خلق سے امیدوار نہ ہو۔

آپکے خلق اور عادت کے باب میں صاحب فصول المہمہ بیان کرتے ہیں کہ امام حسن
رضی اللہ عنہ فاطمہ کے لخت جگر کو چھ بار زہر دیا گیا۔ مگر آپ کی کرامت سے مطلقاً

دودہ پی لو حضرات نے اوسکا دودہ۔ دوہکر پیا پہر اوس بڑہیا سے کہا تیرے پاس کچہ کہانے کی
چیز بہی ہے۔ کہا۔ برخوردارو۔ یہی ایک بکری ہے اگر تمہارا جی چاہے تو ذبح کرکے کہالو۔
آگ لکڑی مجہہ سے لو۔ ان صاحبوں نے اوس بکری کو ذبح کرکے کباب لگائے اور سیر کر
کہایا مگر چلتے وقت اوس بڑہیا سے کہا کہ ہم قریش کی قوم میں سے ہیں اور مدنیہ سے صرف حج
کے ارادہ سے مکہ آئے ہیں اگر صحیح وسالم اپنے وطن کو پہونچینگے اور تجہہ سے ملاقات میسر ہوگی
تو اسکا شکریہ ادا کرینگے اوہر تو یہ کہکر روانہ ہوئے اوہر اوسکا شوہر آیا۔ بڑہیا نے آتے
ہی شوہر سے بیان کیا کہ دیکہنا آج تین قریشی جوان یہاں آئے چونکہ بہوکے تہے میں نے
اونکو بکری ذبح کرکے کہلادی یہ سنکر وہ مرد آدمی بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا تو نے
بدون جانے پہچانے ناحق بکری کیوں ذبح کی تجہے کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ قریشی ہیں
یہ کہکر خاموش ہوگیا۔ یہاں آنحضرات حج سے فارغ ہوکر مدنیہ تشریف لے گئے اتفاقاً ایک
دراز مدت کے بعد اوس بڑہیا پر کوئی ایسا حادثہ واقع ہوا جس سے اوسے وہ جگہ چہوڑ کر
مدنیہ آنا پڑا اور اوس گلی سے اوسکا گذر ہوا جہاں امام حسن تشریف رکہتے تہے اوس وقت
آپ دروازہ کے کوٹہے پر بیٹہے ہوئے تہے کہ یکایک آپ کی نظر اوس بڑہیا پر پڑی دیکہتے
ہی پہچان لیا اور پکار کر کہا اے امۃ اللہ تو مجہے بہی جانتی ہے اوسنے جواب دیا کہ بخدا
میں تم سے بالکل واقف نہیں ہوں آپنے اپنی ملاقات اور بکری کے ذبح کا وقت و
سال وماہ یاد دلایا تب بہی اوسے یاد نہ آیا۔ آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے تو مجہے اگر نہیں
پہچانتی نہ سہی میں تو تجہہ سے واقف ہوں یہ کہکر غلام کو حکم فرمایا کہ ہزار بکری اور اتنے
ہی درہم دیکر امام حسین کے پاس اسے لیجا غلام نے ایسا ہی کیا حضرت امام حسین نے بہی
ہزار بکریاں اور ہزار درہم دیئے اور اسیطرح جعفر نے بہی۔ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی رسالہ احوال ائمہ اثنا عشر میں امام حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں تحریر فرماتے
ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ایکدن کہانا تناول فرما رہے تہے کہ ایک سائل نے دو ہزار
درہم کا سوال کیا آپنے اوسیوقت دیدیئے جب وہ چلا گیا تو کسی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ
آپ نے دو ہزار درہم تو اوسے دیئے اور روٹی کی صلاح نہ کی۔ فرمایا بخدا مجہے اسکا

امام حسن کی کرامات کا بیان

کہ ایک سوار عربی رہوار پر سوار ہوئے چلا جاتا تھا مینے اپنی عمر میں کوئی ایسا خوب صورت سوار نہ دیکھا تھا میرا دل خودبخود اوسکی طرف مائل ہی ہوتا تہا بلکہ وہ اپنے گھوڑیکے سموں سے میری روح کو پامال کرتا تھا۔ جب میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس سوار کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔ مجھے اون دونوں کا نام سنتے ہی غصہ آیا اور حسد کے شعلہ نے پاؤں سے سر تک جلاکر خاکستر کردیا۔ میں وہاں سے لپکا اور راہ میں اونکے گھوڑیکے باگ پکڑکر کہا اے سوار توہی علی کا بیٹا ہے حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پس مینے حضرت علی کو بہت ہی بُری بُری باتیں سنائیں۔ مگر واہ رے تحمل جبتک میں حضرت علی کو بُرا کہتا رہا آپ چپکے کہڑے سنتے رہے حتے کہ میں خود شرمندہ ہوا۔ مگر جب میں کلام پورا کرچکا تو آپ نے ہنسکر اتنا فرمایا کہ شاید تو مسافر ہے اور شام سے ابھی چلا ہی آتا ہے۔ مینے کہا جی ہاں فرمایا تو میرے ساتھ میرے گھر چل تاکہ تیری مہمانی میں مشغول ہوں تجھکو کچھہ مال دوں اور تو اوس سے اپنی حاجت پوری کرے میں سنکر نہایت شرمندہ ہوا اور آپ کے مکارم اخلاق اور حسن عادات سے نہایت متعجب ہوا اور اس کلام نے میرے دل کو ایسا بےچین کردیا کہ ضبط نکرسکا اور بے اختیار آپکے ہاتھ پر بیعت کرلی اور اوسوقت سے ہر چیز سے زائد آپکو محبوب رکھنے لگا۔ رہی آپکی کرامتیں سو حد حصر اور احاطۂ بیان سے باہر ہیں مگر مشتے نمونہ از خروارے واندک از بسیارے دو تین روایتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مولانا جامی قدس سرہ شواہد النبوۃ میں بروایت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپنے فرمایا کہ حسن کو اوسکی ماکے پاس پہونچادو میں نے اپنے دلمیں کہا اندہیری رات میں کسطرح لیجاؤں مگر وہاں سے قدم کا باہر رکہنا تھا کہ آسمان سے ایک روشنی بجلی کی طرح چمکی پس میں اوسی روشنی میں اونہیں لے گیا۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ بعض حج کے موسم میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیادہ مدینہ سے مکے میں آئے اور اس سفر میں پیادہ چلنے کی وجہہ سے پاؤں مبارک میں ورم اور چھالے پڑگئے تھے۔ آپ کے غلام نے کہا اے فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کاش آپ

اثر نہ ہوا ساتویں مرتبہ جب پہر زہر دیا گیا تو فاطمہ کے لعل کا دل پارہ ہائے الماس سودہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت امام حسین چھوٹے بھائی اوسوقت آپکے سرھانے آئی اور عرض کیا بھائی جان اگر قاتل کا نام آپ جانتے ہیں تو مجھے بتائے آپ نے فرمایا کیا تم اوسے جان سے مارنا چاہتے ہو حسین نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا ای بھائی میرے باپ علی نے کبھی غمازی نہیں کی۔ میری والدہ مکرمہ فاطمہ غماز نہ تہیں۔ میرے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم غماز نہ تھے۔ میری نانی حضرت خدیجہ نے کبھی غمازی نہیں کی۔ اب اہل بیت میں سے مجھے غمازی کب لائق ہے۔ نیز اگر وہی میرا قاتل ہے جو میرے زعم میں ہے تو تمہیں بدلا لینے کی کیا حاجت۔ خدا تعالیٰ منتقم حقیقی ہے وہی قیامت کے دن بدلا لیگا۔ اور اگر وہ قاتل نہیں جسپر میرا گمان ہے تو میں اسبات کو گوارا نہیں رکہتا کہ ایک بیخطا میرے واسطے قتل کیا جاوے۔ میرا ارادہ تو یہ ہے کہ اگر خدا نے مجھپر اپنا فضل کیا اور اپنے کرم سے بخشدیا تو جبتک وہ نہ بخشا جائیگا میں جنت میں داخل نہونگا اسی موقع پر کیا عمدہ کسینے کہا ہے۔ **فرد** واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں ٭ ابن سعد عمر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ مروان ملعون ومطرود جب مدینہ کا عامل ہوا تو ہر جمعہ کو منبر پر چڑھکر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا اور حضرت حسن سنکر خاموش رہتے اور کچھہ بھی جواب نہ دیتے تھے یہانتک کہ اوس پلید نے ایک شیطان آدمی کو اسیکام کے لئے حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بہیجا کہ علی اور حسن رضی اللہ عنہما کو گالیاں دے اور مروان مردود نے خود اپنی زبان بے بنیان سے کہا اے حسن تمہاری ایسی مثال ہے جیسے خچر کہ اوسکی ما گھوڑی اور باپ گدہا ہے۔ اس سے اوس ملعون کی یہ مراد تھی کہ تم کو اگر کوئی بزرگی ہے تو ماں کی طرف سے ہے باپ کی طرف سے کچھہ فضیلت نہیں۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ مروان کو میری طرف سے صرف اتنا کہنا مناسب ہے کہ میں اسکی عوض تجھے برا کہنا نہیں چاہتا میں اپنا اور تیرا معاملہ اسباب میں خدا کو سونپنا بہتر جانتا ہوں کیونکہ سب سے زائد انتقام لینے والا وہی ہے تو اپنے مونہہ سے جو چاہے بک۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص شام سے مدینہ میں آیا اور بیان کیا

[حاشیہ، ہاتھ سے لکھا ہوا:] ...سے لیا گیا۔ اللھم اغفر لکاتبہ ۱۲

نصیحتوں کا ذکر

مفتاح النجا فضول المہمہ میں ہے۔ لوگوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بخل کی کیا تعریف ہے فرمایا جو آدمی خرچ کئے ہوئے مال کو تلف جانے اور جمع کرنے کو شرف سمجھے پوچھا خاموشی کسے کہتے ہیں فرمایا۔ دوسرے کی عیبوں کو پوشیدہ ہی رکھنا بلکہ اوسکی آبرو عزت بڑھانا جس سے اوسکے دوست آبرو ریزی سے بے خوف اور ہم نشین راحت میں رہیں پھر حاضرین کے احوال کو ان نصائح دلپذیر سے زینت بخشی۔ (۱) جو تجھے اللہ نے بتایا ہے دوسروں کو سکھا۔ اپنے علم سے آپ بھی فائدہ اوٹھا یہ دونوں باتیں علم کے لئے نگہداشت ہیں اور جو چیز تجھے اس سے پہلے معلوم نہ تھی اوسکے علم کا وسیلہ ہیں۔

(۲) حسد نکر کیونکہ ظالم حسد کرنیوالے مظلوم کے مشابہ ہیں (۳) حسن تقریر آدھا علم ہے (۴) جسے عقل نہیں اوسے ادب نہیں۔ جسے ہمت نہیں اوسے جوانمردی نہیں جو دین نہیں رکھتا وہ شخص کوئی چیز نہیں رکھتا۔ عقل کا صرف یہ ہی فائدہ ہے کہ آدمی آدمیوں میں ملکر اچھی طرح اوقات عزیز بسر کریں اور عقل کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی فوائد دونوں حاصل کرے پس جو شخص عقل سے محروم ہے وہ حقیقت میں دونوں جہاں سے محروم ہے

(۵) آدمیوں کی تین چیزیں ہلاکت ہے۔ کبر۔ حرص۔ حسد۔ تکبر تو دین میں ہلاکت پیدا کرتا ہے چنانچہ شیطان کے ملعون و مطرود ہونے کی یہ ہی وجہ تھے کہ تکبر عزازیل کا خوار کر دینہ بزندان لعنت گرفتار کر دیا حرص نفس کی دشمن ہے۔ دیکھہ حرص ہی سے آدم علیہ السلام بہشت سے نکالے گئے۔ حسد تمام بُری باتوں اور بُرے عملوں کا رہنما ہے حسد ہی سے قابیل نے ہابیل کو مارا۔ فضول المہمہ میں ہے کہ حافظ ابونعیم حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے امام حسن سے پوچھا کہ اے فرزند سداد کس چیز کا نام ہے جواب میں فرمایا۔ حسن خلق سے ہر بدی کو دور کرنا سداد ہے۔ پھر دریافت کیا۔ جوانمردی کسے کہتے ہیں۔ فرمایا تنگی اور عسرت میں خیرات کرنا۔ پوچھا ملامت کس چیز میں ہے: جواب دیا مال جمع کرنے میں پھر پوچھا نامردی کسے کہتے ہیں۔ عرض کیا دوستوں پر خیرات کرنا۔ دشمنوں سے روگردانی اور اعراض کرنا پوچھا غنا اور مالداری کسکا

سوار ہو جاویں تو یہ ورم جاتا رہے آپ نے نہ مانا اور پھر پیادہ چل نکلے اور فرمایا جب اس
منزل پر پہونچے تو وہاں ایک سپاہی ملے گا اوسکے پاس ایک قسم کا تیل ہے وہ خرید کر میرے
لگا نا ورم جاتا رہے گا۔ غلام نے کہا۔ میرے ماباپ آپ پر سے قربان ہوں۔ مینے تو اس
منزل میں کسی سپاہی کو نہیں دیکھا جس کے پاس اس قسم کی دوائی ہو اور نہ یہاں کوئی
رہ سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں ضرور ملیگا۔ غرضکہ جب منزل پر پہونچے تو ایک سپاہی
اوسی ہیئت کا آگے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھہ یہ وہی سپاہی ہے جس کی بابت میں ذکر
کرتا تھا جا اور اوس سے قیمتاً تیل خرید کر میرے پانوں میں لگا وہ غلام اوس سپاہی کے
پاس گیا اور تیل مانگا سپاہی نے کہا کس شخص کے لئے تو تیل خریدنا چاہتا ہے غلام نے
کہا حسن بن علی کے لئے اوسنے کہا تو مجھے اونکے پاس لیچل میں اون سے قیمت نہ لونگا
وہ خدا کے واسطے میرا ایک کام کر دیں یعنے میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے وہ دعا کریں
کہ خدا اپنی قدرت کاملہ سے صحیح سالم بچہ عنایت فرماوے غلام آپ کے پاس آیا اور
سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا اوس سے کہو کہ جا تیرے گھر میں تیری آرزو کے موافق لڑکا پیدا
ہوا ہے اوسنے گھر جا کر جسطرح حسن رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ویسے ہی پایا۔ ایک روایت
یوں بھی بیان کی گئی ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے ایکمرتبہ اولاد زبیر کے سات سفر کیا راہ کو
ایک ایسے نخلستان میں اوترے جو بالکل خشک ہو گیا تھا امام حسن رضی اللہ عنہ کا ایک
کھجور کے تلے بستر کیا اور زبیر بن عوام کے صاحبزادہ کا دوسری کھجور کے تلے پڑے
پڑے زبیر کے بیٹے نے کہا۔ اگر اس کھجور میں خرمے لگے ہوتے تو مزے مزے سے کہاتے امام حسن
نے فرمایا کہ تم کو کھجوریں بہاتی ہیں کہا ہاں۔ آپ نے دعا کی لئے ہاتہ اوٹھائے اور ہونٹوں
سے آہستہ آہستہ کچھہ پڑھا مگر یہ خبر نہیں کہ کیا پڑھا۔ دیکھتے دیکھتے ایک درخت خود بخود
سبز ہو گیا اور خرما لایا اوسیوقت تر و تازہ کھجوریں ٹپکنے لگیں اون میں ایک شتربان نے
کہا واہ واہ یہ تو جادو ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ جادو نہیں ہے مقبول دعا ہے۔
لوگوں نے اوس درخت سے کھجوریں توڑیں اور سب نے کہائیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلمات قدسی صفات اور بعض

عنہا میں کسی زمین کی بابت کوئی نزاع اور جھگڑا تھا امام حسین ہرچند کہ انکو راضی کرتے تھے مگر وہ کسیطرح راضی نہ ہوتے تھے اوسپر امام حسن نے فرمایا۔ اگر وہ کسی بات پر راضی نہیں ہوتے تو ہمارے پاس انکے لئے کچھ نہیں ہے بجز رغم الف کے۔ اور یہ کلمہ عرب کے محاورے میں بددعا کے لئے مستعمل ہوتا ہے یعنے اوسکی ناک خاک آلودہ ہو اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن سے لوگوں نے بیان کیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک فقیری غنا سے بہتر ہے اور بیماری صحت سے محبوب تر۔ آیا یہ قول ابوذر کا درست ہے آپنے فرمایا خدا ابوذر پر رحم کرے وہ ٹہیک فرماتے ہیں مگر میرا یہ خیال ہی نہیں بلکہ راسخ اعتقاد ہے کہ جو شخص اپنے مقسوم سے زیادہ تمنا بلکہ اوسکا خیال ہی کرے حقیقت میں اوسمیں توکل کا شائبہ بھی نہ رہا۔ اور فصول المہمہ میں آیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی شخص کیسکی ملاقات بجز چار چیز کے جائز نہ کہے۔ پہلا وہ شخص جس سے دنیاوی فائدہ کی توقع یا ظلم کا خوف ہو اور اوسکی ملاقات کیوجہ سے بے خوف اور عزت سے گزارے۔ دوسرے وہ شخص جس کی ملاقات سے برکت حاصل ہو جیسے علما فقرا کی ملاقات یا وہ شخص جس سے صلۂ رحم متعلق ہو جیسے ماباپ اور نزدیک کے رشتہ دار۔ یا ایسا شخص جس سے دین میں پورا فائدہ حاصل ہو۔ پس اِن مواضع کے سوا اور کسی سے کسیوجہ سے ملاقات لائق نہیں۔ حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی مجروح ہوئے اور زخم کاری کے سبب زلیت سے مایوس ہوئے تو میں آپ کے سرہانے جا کہڑا ہوا اور جزع فزع کرنے لگا آپ نے آنکھہ کہول کر دیکھا اور فرمایا۔ اے جانِ پدر تم کیوں روتے ہو تمہارے رونے سے میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کیا اسحال کو دیکھکر بھی میرا رونا بیجا اور بے محل ہے حضرت امیر نے فرمایا۔ میں تم کو چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ اِن چار خصلتوں کا تعویذ بناکر بہان کے بازو پر باندہو کیونکہ ان سے ہر قسم کی فوز و فلاح متصور ہے (۱) دولتمندی عقل سے بہتر نہیں (۲) زائد فقر و محتاجی نادانی کا باعث ہے (۳) عُجب اور نخوت سے کوئی چیز بدتر نہیں (۴) حسن خلق سب چیز سے بہتر ہے۔ واضح ہو کہ امام حسن رضے اللہ عنہ تمام آدمیوں سے کرامت زہد

نام ہے جواب دیا آدمی کا اپنے مقسوم پر راضی رہنا اگرچہ قلیل ہی کیوں نہ ہو تو پوچھا ذلت کسے کہتے ہیں۔ عرض کیا مصیبت کے وقت گھبرانا۔ جزع فزع کرنا تو پوچھا۔ حلم کس کا نام ہے عرض کیا اپنے نفس پر قادر رہنا اور غصہ کو نگل جانا پھر دریافت کیا بے وقوفی کس کا نام ہے کہا شریف آدمیوں سے خواہ مخواہ یا طلب وجاہت کے لئے جھگڑنا۔ تو پوچھا کلفت کسے کہتے ہیں۔ عرض کیا بے فائدہ کلام اور بے معنی جملے بولنا۔ تو پوچھا اچھا شرف عرض کیا نیکی میں فضل کرنا۔ گناہ سے تجاوز کرنا۔ پوچھا سیادت کیا ہے۔ عرض کیا افعال جمیلہ کرنا اور افعال قبیحہ ترک کرنا۔ پوچھا کمینہ کون ہے کہا جو نالائق آدمیوں کا پیرو اور گمراہوں کا ہم نشین ہو۔ اس جواب میں اسبات کی تصریح ہے کہ دنیا اور اہل دنیا سے اجتناب کرے کیونکہ حقیقت میں دنیا کے مشقت اپنے سر پر لینے والے کمینہ ہیں۔ پس دنیا کے طالب کے ساتھ ہم نشینی اور دوستی کسطرح لائق نہیں اور یہ بھی اِن نصیحتوں سے واضح ہوا کہ آدمی کو چاہیئے کہ اہل بدعت و ہوا سے جیسے خارجی رافضی اور گمراہ باطل فرقوں کی صحبت سے حتی الامکان پرہیز کرے کیونکہ ایسے لوگوں کی صحبت آدمی کو تحصیل دین سے باز رکھتی ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے پوچھا اے فرزند دلبند غفلت کسے کہتے ہیں عرض کیا مسجدوں میں فرض نماز کے لئے نہ جانا۔ مفاسد کی اطاعت کرنا۔

واضح ہو کہ اِن جواب باصواب سے بلا تامل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کمال فضیلت اور بزرگی نکلتی ہے اور اِن کلمات میں جنکو جوامع الکلم حقیقت میں کہنا بہت زیبا ہے ہزاروں دینی اور دنیاوی فوائد مندرج ہیں جو اپنے مرتبہ میں ایک کامل ناصح اور پورا خیر خواہ ہے۔ ابن سعد عمیر بن اسحق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ایسا متکلم نہیں دیکھا کہ جب وہ کلام کرے تو اوسکی سننے کے لئے دل خاموش رہے۔ ہاں یہ بات آپ کے کلام میں تھی آپکا کلام خود بخود دل کو بے چین اور چھینے لیتا تھا اور دل چاہتا تھا کہ آپ کلام کئے جاویں اور خاموش نہ ہیں کیونکہ آپ کا کلام ایسا فصاحت آمیز اور پُراثر ہوتا تھا کہ سننے والوں کا اوٹھنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی کسینے فحش بات نہیں سنی۔ مگر ایک دفعہ کہ حسینؓ اور عمر بن عثمانؓ بن عفان رضی اللہ

روایت کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا کثیر الطلاق ہونا یہاں تک مشہور ہوا کہ کوئی شخص
اپنی لڑکی دینے پر راضی نہ ہوتا تھا قبیلہ ہمدان میں سے ایک شخص نے کہا بخدا میں اپنی
بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے اوس سے نکاح کروں گا اگر اوسکی مرضی کے موافق اور آنکھونکی
ٹھنڈک ہو رکھے ورنہ چھوڑ دے۔ تہذیب التہذیب میں واقدی سے منقول ہے کہ مجھے
ابو العوالے سے پہونچا ہے کہ اوسنے عبد اللہ بن حسن سے روایت کی ہے کہ امام حسن رضی اللہ
عنہ کی لونڈیوں کے سوا چار عورتیں منکوحہ تھیں اسواسطے کہ شرع میں صرف چار ہی عدد
تک اجازت ہے۔ ہشام بن حسان ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ حسن بن علی رضی اللہ
عنہما نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور اوسکے مہر میں سو لونڈیاں ایک لاکھ درہم
نقد بھیجے۔ تاریخ الخلفاء میں آیا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے نوے عورتوں شوہر دیدہ
سے نکاح کیا تھا صرف اسوجہ سے کہ یہ رسم عرب میں رائج اور معمول بہ ہو جاوے۔

پانچویں فصل

(امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بیان اور اُسکے چھوڑ دینے میں)

ہجرت کے چالیسویں برس اکیسویں تاریخ رمضان جمعہ کے دن جب امیر المومنین حضرت
علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت کا شربت اپنے دشمن کے ہاتھ سے نوش جان فرمایا اوکی
صبح کو حسن رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو جمع کرکے خطبہ پڑھا اور حمد و صلوۃ کے بعد فرمایا۔
اے لوگو آج کی رات اوس شخص نے جس کا مثل سابقین میں از روئے علم کے اور لاحقین
میں عمل کے اعتبار سے کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا اور جس نے رسول خدا کے ساتھ بہتیرے
جہاد کئے۔ اپنی جان کو حضرت کی محافظت پر قربان کرنیکے لئے آمادہ کردیا اور جسکے ہاتھ پر خدا تعالیٰ
نے بڑی بڑی مہمیں فتح کرائیں جس نے اسلام کا نشان اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جھنڈا
خیبر کے قلعہ پر گاڑا۔ وفات پائی اور جوار رحمت حق میں ملگیا آج یوشع بن نون کا صفحہ
عالم سے نشان مٹ گیا۔ اس رات میں عیسیٰ بن مریم اپنے مخلصوں اور حواریوں کو چھوڑ
کر آسمان پر چلا گیا یعنے حضرت علی امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کا اس رات انتقال ہوا
آپ نے سوائی سات سو درہم کے اپنے گھر اور خزانہ میں اور کچھ نہیں چھوڑا۔ پس جو شخص

سکینہ و وقار اور دوسرے مفاخر جو خاندانِ رسالت کے مناسب تھے سب کے ساتھ موصوف تھے۔ ہمیشہ لوگوں کو نیک کاموں کی ترغیب۔ بُرے کاموں سے ترہیب فرماتے تھے چنانچہ فصول المہمہ میں آیا ہے کہ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے۔ اے مردانِ خدا دنیا اور اوسکے فریب سے ہوشیار رہو اور یہ بیت آپ کے ہر آن ورد زبان تھی ع یا اہل لذات الدنیا البقا لکم ؛ والاغترار بظل زائل حمق ؛ اور کہا کرتے تھے۔ اے بھائیو بُری باتوں سے باز رہو تاکہ عابدوں کا درجہ پاؤ۔ اپنے مقسوم پر راضی رہو تاکہ دولتمند ہو جاؤ۔ پڑوسیوں کے ساتھ نیکی کرو تاکہ مسلمان ہو۔ آدمیوں کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اپنے حق میں کرنا چاہتے ہو یعنے جو چیز اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہو اوسکو لوگوں کے لئے چاہو تاکہ منصف کہلاؤ اور عبرت کی نظر سے دیکھو تم سے پہلے کون کون لوگ تھے اور بڑی بڑی عمارتیں بناکر چھوڑ گئے جن میں اب دوسرے لوگ بستے ہیں اسیطرح تم اسے چھوڑ جاؤ گے اور دوسرے قبضہ کرینگے۔ ولنعم ما قیل ع جد و پدر ما ہمہ فراست کردند ؛ عالم عالم زمین زراعت کردند ؛ از حرص نگشتند ہمہ عالم را ؛ آخر بدوگز زمین قناعت کردند ؛ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔ ای لوگو تم اوس وقت کو بھول گئے جبوقت ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے اب دمبدم بادِ صرصر کیطرح تمھاری عمر برباد جاتی ہے۔ ہر دم کو دمِ واپسیں شمار کرکے غنیمت جانو۔ اغلب اوقات اور اکثر احوال اس آیت کا وعظ فرمایا کرتے تھے۔ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی یعنے آخرت کے توشہ کی فکر کرو اور سب سے بہتر توشہ تقوے ہے کیونکہ تمام بھلائیوں کو جامع اور جملہ خیرات کو حاوی ہے۔ اللہم ارزقنا ولجمیع اخواننا۔

آپ کی تزویج اور نکاح کا بیان بسبیل اختصار یوں ہے کہ ابن سعد جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضے اللہ عنہ عورتوں سے نکاح کرتے اور عمدہ دینداری نہونے کی وجہ سے طلاق دیتے حتے کہ ہم کو خوف ہوا کہ کہیں یہ بات قبائل کی عداوت کا باعث نہ ہو جاوے۔ علی بن حسین سے نقل کیا گیا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت عورتوں سے نکاح کیا اور طلاق دی۔ مگر کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ آپ سے جدا ہوتے وقت آپ کو محبوب نہ رکھا ہو۔ امام جعفر ابن محمد باقر رضی اللہ عنہما سے

امام نے بھی کوفہ سے اسلام کا سبز جھنڈا باہر نکالا اور متوجہ معاویہ کے ہوئے۔ حجر بن عدی کو لشکر کا سردار اور مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا مگر لوگوں کے دل آپ کے ساتھ نہ تھے۔ گو زبان سے آپ کی ہمراہی کا دم بھرتے تھے۔ ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ چالیس ہزار آدمی امام کی خدمت میں جمع ہوئے اور اسقدر لشکر آپ کے ساتھ تھا کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اوسکا نصف بھی نہ تھا۔ پس یہ سب لوگ تلواروں کو چمکاتے ہوئے برچھے ہلاتے ہوئے کوفہ سے نکلے اور سب نے متفق الکلمہ ہو کر بیان کیا کہ جان و تن سے آپ کے ساتھ ہیں۔ آپکی ہمراہی میں اپنے مال اپنی جان دریغ نرکھیں گے۔ معاویہ کی لڑائی میں بڑھ بڑھ کے تلواریں مارینگے۔ آپ نے ایک مہینے تک خیمہ گاہ شام کی جانب گاڑا جسقدر آگے بڑھنے میں لوگ جلدی کرتے تھے آپ کسی مصلحت کیوجہ سے توقف کرتے تھے آخر الامر امام حسن چالیس ہزار آدمیوں سمیت جن میں بعض اپنے اور بعض والد کے دوست بھی تھے اور بہت سے لوگ لوٹ کی حرص و طمع سے بعض محض اپنی قوم کی اتباع کی وجہ سے بعض صرف لڑائی دیکھنے کی غرض سے آپ کے ساتھ ہو کر نکلے۔ پس امام ہمام ماسا باط موضع میں پہونچے اور شب کو وہیں قیام فرمایا۔ صبحکو آپکو خیال آیا کہ ذرا انکا امتحان تو کیجے ایسا نہ ہو کہ وقت پر کام نہ آویں اور دوست دشمن سے علیحدہ نہ ہوں لہذا حکم فرمایا کہ منادی جلد ندا کرے کہ سب لوگ نماز میں حاضر ہوں تمام لوگ جمع ہو گئے آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا الحمد للہ کلما حمدہ حامد و اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق الخ یعنے حمد و صلوۃ کے بعد واضح ہوا ہے میری جان نثار قوم میں امیدر کہتا ہوں کہ میری ہر صبح خدا کی حمد اور اوسکے احسان کے شکریہ میں ہو۔ میں تم کو خدا کے خلق کی نصیحت کرتا ہوں جانتے ہو میں نے کبھی کوئی صبح اس حال میں نہیں کی کہ کسیکے کینہ سے میرا سینہ بھرا ہوا ہو میں نے کسیکے ساتھ کبھی بدی تو کیا اوسکا خیال بھی نہیں کیا۔ آجتک کسیکو فریب نہیں دیا۔ اتفاق رائے سے جو چیز تم مکروہ جانتے ہو وہ اوس محبوب چیز سے جو نفاق کے ساتھ ہو بہتر ہے۔ میں تمہارا اپنی ذات سے زائد مہربان ہوں۔ جو چیز اپنے نفس کے لئے دوست رکھتا ہوں اوسیکا تمہارے لئے خواہاں ہوں پس تم کو بھی لائق ہے کہ اپنے اندرونی حال

مجھے نہیں جانتا جانے اور جو نہیں پہچانتا پہچانے کہ میں حسن علی کا بیٹا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں۔ جس خاندان میں جبرئیل علیہ السلام کا نزول ہوتا تھا میں اوسی میں سے ہوں۔ مَیں اوس اہلبیت کا نمونہ ہوں جس کی شان میں لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا وارد ہے۔ میں اون لوگوں میں سے ہوں جنکی دوستی خدا نے تمام مخلوق پر فرض کردی ہے۔ چنانچہ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ابھی تک آپنے اپنے بیان کو یہیں تک پہنچایا تھا کہ گریہ نے غلبہ کیا اور ضبط نہ ہوسکا بے اختیار زار زار رونے لگے اور دم بند ہوگیا۔ حاضرین سے بھی صبر نہ ہوسکا آہ آہ کرکے خوب روئے۔ غرضکہ جب خطبہ تمام کرچکے عبد اللہ بن عباس اوٹھے اور کہا اے لوگو یہ حسن تمھارے پیغمبر کے صاحبزادے ہیں تمھارے پیغمبر کے وصی ہیں تمھارے امام ہیں انکی بیعت اور اطاعت کا غاشیہ اپنی جان کے کندھوں پر ڈالو۔ انکی محبت خدا اور رسول کی محبت سمجھو۔ حاضرین نے آپکی خلافت پر بیعت کی اور دل و جان سے خلیفہ مانا۔ رمضان کی بائیسویں تاریخ کو یہ واقعہ ہوا۔ پس آپ نے امرا اور عاملوں کو مقرر فرمایا اور عبد اللہ بن عباس کو بصرہ بھیجا۔ بعض ناقلین اسبات کے قائل ہیں کہ حضرت علی نے اپنی حیات میں موت سے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا ولیعہد کیا اور خلافت کی وصیت فرمائی اوس بنا پر آپنے اپنے والد ماجد کی خلافت اختیار کی اور اس روایت کو وہ خط جو امام حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کے وقوع سے پہلے معاویہ کو لکھا مؤید ہے۔ جسکا مضمون یہ ہے۔ ان امیر المومنین علیا لما نزل بہ الموت ولانی ہذہ الامر جب یہ خبر معاویہ کو پہونچی تو وہ اسکی تحقیق میں مشغول ہوا۔ فصول المہمہ میں ہے کہ معاویہ نے دو آدمیوں کو ایک کو بصرہ دوسرے کو کوفہ میں اسغرض سے بھیجا کہ وہ وہانکے لوگوں کا دل امام حسن کی طرف سے پھیر دیں اور اُنہیں آپ سے نفرت دلائیں جب یہ خبر جناب خلافتماب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی آپنے اون دونوں کو اوروں کی عبرت اور سیاست کے لئے مار ڈالا اور معاویہ کو خط لکھا اگر تم لڑائی کا ارادہ رکھتے ہو اور خواہ مخواہ میرے کینہ پر مستعد ہو تو بسم اللہ میں بھی حاضر ہوں یہ سنکر معاویہ لشکر جرار لیکر چل نکلا یہانتک

ف مجھے والی بنانا ۱۲

باقی لوگوں کے امام بنے اور نماز پڑھائی۔ اس خط کے مضمون سے آپکو اپنی یاروں کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوئی۔ ترجمہ طبری کے دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب عبد اللہ بن عباس کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ امام حسن سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور یہ خلافت معاویہ ہی کی طرف رجوع کریگی تب اونے ایک پیغام معاویہ کو اس مضمون کا بھیجا کہ اگر تو مجھے بصرہ کا حساب نہ لے تو میں تیرے پاس آکر تیری متابعت پر تیری بیعت کروں معاویہ تو اس گھات میں تھے ہی سنکر بہت خوش ہوئے کہ موںھ مانگی مراد آئی اوسکے اس منشاء کو قبول کیا اور اپنی طرف سے اور بھی بہت سے وعدے کئے اور بڑے بڑے مناصب کی امید دلائی چنانچہ عبد اللہ معاویہ سے جا ملے۔ واضح ہو کہ یہ عبد اللہ بن عباس وہ شخص نہیں ہیں جنھوں نے دنیا پر لات ماری اور عبادت مولی میں تمام عمر بسر کی۔ یہ دوسرے عبد اللہ ہیں جو امام حسن کے لشکر کے سردار تھے۔ بعض لوگ اس روایت کو یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ قوم امام میں سے ایک بڑے سرداروں کی جماعت نے معاویہ کو اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ ہم تیری اطاعت کے لئے حاضر ہیں اسبات کا بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ امام حسن کو قید کرکے تیرے پاس بھیجدینگے۔ معاویہ نے یہ مضمون حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیدیا اور بعضے کہتے ہیں یہ سب روایتیں صحت کے مرتبہ کو نہیں پہونچیں حقیقت امر یہ ہے کہ معاویہ نے خود ہی فریب و مکر سے امام ہمام کے یاروں کا احوال امام کو لکھا جب آپکو بخوبی ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ اپنی جانیں مجھہ سے دریغ رکھتے ہیں تو معاویہ سے صلح کر لی۔ علامہ کمال الدین ابو الفتح محمد بن موسی المصری نے کتاب حیات الحیوان میں لکھا ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد اور اپنی بیعت خلافت کے پیچھے مدائن میں تشریف لے گئے اور وہاں آرام فرمایا۔ کچھہ دنوں قیام کرکے آپنے وہاں سے قیس بن سعد کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اونکے جانے کے بعد غیب سے ایک آواز آئی کہ قیس بن سعد مارے گئے اس آواز کے سنتے ہی لشکر امام میں ہلچل پڑ گئی اور سب کے سب لپس پا ہو گئے۔ اوسی حالت میں جراح بن سنان نے امام ہمام کی ران مبارک میں بلم مارا جس سے امام حسن کو

مجھہ سے مت چھپاؤ اور میری مخالفت کی رسی اپنی گردنوں میں مت ڈالو خدا تعالیٰ مجھے اور تمہیں اپنے فضل وکرم سے بخشدے اور سیدھی راہ پر چلاوے۔ اس خطبہ کے ختم ہونے کے بعد سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو تکنے لگے اور چپکے چپکے کہنے لگے کہ لو بولو صاحبو اب تمھاری کیا رائے ہے۔ سب نے متفق ہوکر کہا کہ ہمیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام نے معاویہ سے صلح کا ارادہ کرلیا ہے اور خلافت اوسیکو دینا چاہتا ہے ہم کو تو یہ بات کبھی منظور نہ ہوگی۔ یہ کہکر سب علیحدہ ہوگئے اور امام ہمام کے خیمہ میں جو کچھہ مال ومتاع تھا سب لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ کے نیچے سے مصلا تک نکال کرلے گئے جب آپ نے اون بے وفا لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور راتوں رات شب کی تاریکی میں چل نکلے۔ ایک شخص جراح بن سنان نے گھوڑے کی باگ آکر پکڑی اور کہا اے حسن تونے شرک کیا جیسے تیرے باپ علی نے شرک کیا تھا اور کمبخت نے جو بلم اپنے ہاتہ میں رکھتا تھا ایسا زور سے امام کی ران میں مارا کہ ہڈی تک زخم پہونچا امام ہمام نے اوسکی گردن پکڑی اور زمین پر دے مارا اتنے میں آپکے ہمراہیوں میں سے ایک شخص پہونچا اور اوسے بلم سے آنکار ڈالا۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو پالکی میں سوار کرکے مدائن میں لایا۔ پس علی بن سعد الثقفی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اسوقت تک اوسجگہ کا عامل تھا آپ کی خدمت میں آیا اور معالجہ جراحت میں مشغول ہوا۔ یہاں سے آپنے ایک خط عبداللہ بن عباس اور قیس بن سعد کو روانہ کیا کہ تم معاویہ سے لڑائی کی تیاری کرو اور اوسے عراق سے نکال دو۔ اگر بالفرض عبداللہ بن عباس شہید ہوجاویں تو قیس بن سعد کو لشکر کا امیر بناویں اودہر سے قیس بن سعد کا ایک نیاز نامہ بدیں مضمون آیا کہ لشکر معاویہ کے مقابلہ میں تیاری اور جانبین سے صف آرائی ہوچکی تھی اتنے میں معاویہ نے عبداللہ کے پاس ایک خفیہ آدمی بھیجکر یہ پیغام دیا کہ اگر تم میری پاس چلے آؤ تو تمہارا اعزاز واحترام وہاں سے بیشتر ہوگا اور بالفعل ایک لاکھہ درہم تم کو دیتا ہوں چنانچہ عبداللہ معاویہ کی طرف چل نکلے۔ گو اوسکے پیچھے پیچھے کچھہ اوسکے ہمراہی بھی تھے۔ مگر صبح ہوتے ہی لوگوں نے اوسے گم پایا اور وہ معاویہ کے لشکر میں جاملا اب قیس بن سعد

اور معاویہ کا پیغام پہونچایا امام صاحب نے فرمایا۔ ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ دنیا
ایسی نکمی چیز ہے کہ بالفعل ہم بھی اسکی چاہت میں گرفتار ہو گئے اور اسیوجہ سے اس امت
میں فساد کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ صرف دنیا کے لئے قتال کرنے لگے اون دونوں
قاصدوں نے کہا کہ معاویہ نے آپ کی خدمت فیضدرجت میں صلح کا پیغام بھیجا ہے اور وہ
اقرار کرتا ہے کہ سال بہ سال ایک لاکھ درہم آپکے اہل وعیال کے نفقہ کے لئے دیتا ہونگا
آپ اسے قبول فرماویں اور بافراغت چین سے گوشہ عزلت میں بیٹھکر زندگی بسر کریں
آپ نے فرمایا اچھا تم میں سے اس امر کا کون ضامن ہو سکتا ہے۔ وہ بولے ہم دونوں
ضامن ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ امام نے صلح کرلی اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمان کہ اس فرزند کے وجود باجود سے شاید خدا تعالی مسلمانوں کے دو
فریق میں صلح کرے) صادق ہوا۔ جب صلح واقع ہو چکی تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے
معاویہ کو بایں مضمون خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ حسن بن علی نے معاویہ بن ابی سفیان
سے اس شرط پر صلح کی اور مسلمانوں کی ولایت اس عہدہ پر تفویض کی کہ اللہ کی کتاب
اور رسول کی سنت خلفاء راشدین مہدیین کی خصلت پر عمل کرے مگر یہہ عہدنامہ اس
امر کو کبھی جائز نہ رکھیگا کہ معاویہ اپنے بعد جسے چاہے خلیفہ بناوے بلکہ اس حکومت کے
مالک تمام مسلمان ہیں وہ جسطرح چاہیں اور جس شخصکو چاہیں امیر بناویں اور ہر حال
میں وہ امن میں رہنے کے مجاز ہیں۔ خواہ شام میں خواہ حجاز خواہ عراق میں یا یمن میں
رہیں۔ خاصکر حضرت علی کے یار اونکا کنبہ اونکے اہل اونکی اولاد ہر جگہ محفوظ اور
مامون رہ سکیں معاویہ بن ابی سفیان کو بھی اس عہد و پیمان کا مضمون خدا کو حاضر
ناظر جانکر قبول کرنا اور اس محکم عہد پر مضبوط رہنا چاہیئے۔ میرا اور میرے بھائی حسین
اور تمام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی خیرخواہ اور محب علانیہ اور پوشیدہ
حالت میں رہے۔ نیز ہمارے اطراف ونواحی میں کوئی کبھی قابض نہیں ہو سکتا۔

اشہد بما فیہ فلان بن فلان وکفی باللہ شہیدا۔ ترجمہ طبری وغیرہ سے منقول ہے
کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اس شرط پر قائم ہوئی کہ اہلبیت کو باساز وسامان اور

سخت تکلیف اور صدمہ ہوا آپنے فرمایا کل کی بات ہے جو میرے والد کو ناحق قتل کر چکے اور اوس پہلوان شہسوار عرصۂ کارزار کے خون میں ہاتھ رنگین کر چکے ہو۔ آج میرے قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہو اور فاطمہ کے لخت جگر کو پیروں میں روندنا چاہتے ہو۔ القصہ اس واقعہ کے بعد آپنے بخوشی ورضا معاویہ کو تفویض سلطنت کردی اور دنیا کے علائق سے فارغ ہو گئے۔ تہذیب التہذیب میں منقول ہے کہ جب امامؑ کے خارجی نے خنجر مارا تو آپ قصر سفید میں داخل ہوئے اور آپ کے ہمراہیوں نے آپکے خیمے پر دے سب لوٹ لئے۔ جمیع بن عمر مجاہد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری صلح کا باعث اور ترک قتال کی وجہ یہ تھی کہ مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کا ہاتھ فرش پر رکھا ہوا ہے۔ اور حضرت ابو بکر کا ہاتھ آپکے ہاتھ پر اسیطرح حضرت عمر حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر رکھے ہوئے ہیں اور حضرت عمر کے ہاتھ میں حضرت عثمان کا ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ جب یہ حالت میں نے دیکھی تو دریافت کیا۔ فرمایا یہ عثمان کا خون ہے جسے خدا نے اپنی مرضی کے لئے طلب فرمایا۔ امام بخاری حضرت حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسن نے معاویہ کے مقابلہ میں جرار لشکر بھیجا تو عمر بن عاص نے معاویہ سے کہا۔ اے خلیفہ امام حسن نے ایسا لشکر بھیجا ہے جو ثبات و قرار میں پہاڑ کے مانند ہے وہ بدون خونریزی اور جاں ستانی کے کبھی اپنے قدم پیچھے نہ ہٹائے گا۔ جبتک ہزارہا سپاہیوں کو اپنی تیغ جوہر گزار اور شمشیر جہاں سوز کی چمک نہ دکھلا لیگا یہاں سے ٹل کر نہ جائیگا۔ معاویہ نے کہا اے عمرو میرے لشکر اور امام کے لشکر کے مقابلہ و مقاتلہ میں ہزاروں مسلمان تہ خاک وخون ہونگے پھر اوسوقت مقتولوں کی عورتوں فرزندوں اسباب کا کون مالک ہوگا۔ یتیم بچے ننھے ننھے ہاتھ پسارے اور چھوٹے چھوٹے ہونٹھ لسورتے پھرینگے اس سے تو صلح ہی بہتر ہے یہ کہکر معاویہ نے دو قریشی آدمیوں کو جنکا نام عبدالرحمن بن عامر اور عبدالرحمن بن سمرہ تھا امام حسن کی خدمت میں روانہ کیا اور چلتے وقت خوب فہمائش کی کہ امام صاحب کے پاس جاکر صلح کا پیغام دو اور جسطرح ممکن ہو اونہیں صلح پر آمادہ کرو یہ دونوں صاحب امام کی خدمت میں آئے

جو ایک مدت سے گمراہی کے جنگلوں اور تباہی کے وادیوں میں حیران پریشان پھرتے تھے
ساحل مقصود اور منزل مراد کو ہدایت کیوجہ سے پہونچایا۔ تمہارے جہل کو علم سے تمہاری ذلت
کو عزت سے۔ تمہاری قلت کو کثرت سے مبدل کیا۔ پہلے تم آپس میں دشمن تھے اب ایک
دوسرے کے بھائی ہو۔ واضح ہو کہ معاویہ ابن سفیان نے میری خلافت میں جو در حقیقت
میرا ہی حق تھا۔ نہ اوسکا۔ میرے ساتھ نزاع اور جھگڑا اوٹھایا اور میں نے محض امت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح حال کے لئے اور فتنہ کی قطع کے واسطے مسلمانوں کو جمع
کرکے مشورہ کیا تم سب نے اسبات پر مجھ سے بیعت کی کہ جسکو میں سلامتی دوں وہ تمہارے
حفاظت میں رہ سکتا ہے اور تم اوس سے ایذا رسانی اور لڑائی کرنے حرام جانو اور جس سے میں
لڑوں اور دشمن جانوں اوس سے تم بھی لڑو اور دشمن مانو۔ اب مصلحت امر اسمیں تھا
کہ میں نے اپنی موروثی خلافت معاویہ کو تفویض کی اور کشت و خون سے علٰحدہ ہو کر
اوس سے بیعت کی کیونکہ خونریزی سے حفاظت خون بہر حال بہتر ہے اور یہ بھی یاد رکھو
کہ میری صلح بجز تمہاری اصلاح اور بقا کے کسی اور غرض و منشا پر ہرگز مبنی نہیں
وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ بعضی کتابوں میں اس خطبہ کا مضمون
یوں لکھا ہے کہ امام حسن نے فرمایا کہ عقلمندوں میں سب سے زائد عقلمند پرہیزگار ہے۔
اور سب نادانیوں سے زائد نادانی حمق ہے۔ معاویہ نے امر خلافت میں ناحق مجھ سے
جھگڑا کیا۔ فی الحقیقت یہ حق میرا ہی ہے مگر میں نے مسلمانوں کی اصلاح حال مد نظر
رکھکر معاویہ ہی کو یہ خلافت سونپ دی کیونکہ میں نہیں جانتا کہ دنیا کا تحمل میرے لئے
فتنہ ہے یا فائدہ۔ نیز مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ انجام میں اسکا کون مستحق ہوگا میں یا معاویہ
تنبیہ خلافت در حقیقت امام حسن رضی اللہ عنہ ہی کا حق تھا خطبہ میں جو آپ نے کلمہ
شک استعمال فرمایا (کہ یہ حق میرا ہے یا معاویہ کا) یہ تردد کی راہ سے نہ تھا بلکہ خصم کے
کے سکات اور مخالف کی خاموش کرنے کو محاورہ عرب میں اسطرح بولدیا کرتے ہیں آپنے
بھی وہی استعمال کیا چنانچہ قرآن مجید میں حق سبحانہ فرماتا ہے وانا او ایاکم لعلی ہدی او فی ضلل
مبین یعنے پیغمبر خدا نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ تم گمراہی کے ورطہ میں گرفتار ہو یا میں

باحرمت وآبرو مدینہ پہونچاوے تمام بیت المال ہمارے حوالہ کرے۔ عراق کا سارا ماحصل
مجھ میں اور میری بھائی بہنوں میں تقسیم کرے آج سے سہر کے لئے پانچ پانچہزار درہم سالیانہ
مقرر کرے۔ معاویہ نے عبداللہ بن عباس اور عبدالرحمن بن حمزہ کو اپنا سفیر بناکر بھیجا
اور قبولیت کا پٹہ لکھکر امام کو دیدیا جب صلح کے شرائط طرفین سے قائم ہو چکے تو معاویہ
آپ کی ملاقات کے لئے کوفہ میں آیا عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ تم امام حسن سے خطبہ
پڑھواؤ جس میں وہ صلح کا لوگوں کے سامنے بیان کریں معاویہ نے کہا میری رائے میں
اسکی کوئی حاجت نہیں معلوم ہوتے ہی عمرو نے کہا اے معاویہ اسمیں جو خوبی متصور ہے
اوسکا تجھے علم نہیں ادنی بات یہ ہے کہ صلحنامہ سنکر لوگ تیری اطاعت کرینگے معاویہ ہمیشہ
اسباب کا درپے رہا یہانتک کہ ایکدن امام ہمام سے کہا اے حسن بن علی میری خواہش
یہ ہے کہ تم لوگوں میں خطبہ پڑہو اور جن شرائط پر آپ نے مجھسے صلح کی ہے وہ حاضرین کو
سنادو۔ آپ اوٹھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اے حاضرین جلسہ اور اے میرے
مخاطبو اچھی طرح جان لو کہ حق سبحانہ نے ہمارے اول کے سبب تم کو ہدایت کی اور آخر
کے ساتہ تمھارے خونوں اور مالون کو محفوظ و مصئون رکھا یعنے اول میرے نانا تمہاری
ہدایت کے باعث ہوئے اور میں آخر تمہارے خون بچانے کا سبب ہوا۔ میں لڑائی سے ہاتہ
دہو بیٹھا کیونکہ دنیا کی بادشاہت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی ایک شخصکے ساتہ نہیں رہی۔
دنیا دست بدست نوبت بنوبت ہر شخصکو پہونچتی جاتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالی اپنے حبیب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے محمد انسے کہدو کہ مجھے معلوم نہیں دنیا تمہارے
لئے فائدہ کی جگہ ہے یا صرف امتحان وآزمائش ہے مگر جس چیز کا تم وعدہ دئے جاتے
ہو وہ نزدیک ہے اور وقتا فوقتا آنا فانا سر پر چلی آرہی ہے خدا تعالے تمہارے اقوال
سے خبردار ہے اور تمہاری مخفیات آسپر پوشیدہ نہیں۔ بعض روایتوں اور اکثر خطبوں
میں یوں مرقوم ہے کہ امام حسن نے خدا کی حمد اور رسول کی نعت کے بعد فرمایا اے لوگو
تم جانتے ہو کہ جابلقا اور جابلسا میں بجز میرے اور میرے بھائی حسین کے میری نانا رسول اللہ
صلعم کے یادگار اور کوئی نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ خدا تعالی نے میری نانا کیوجہ سے تمہیں

کے واسطے میں نے تمہارے خون بکھرنے مکروہ جانے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ امام حسن کے ترک خلافت کا باعث یہ ہوا کہ اونہوں نے چاہا۔ میں بادشاہوں میں داخل نہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (خلافت میری بعد صرف تیس سال تک رہے گی پھر سلطنت ہوجاویگی خلافت نرہے گی) اونہیں ہر وقت یاد تہا۔ جسے احمد ترمذی ابوداؤد وغیرہ نے اپنی اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی ہے۔ ترجمہ طبری میں منقول ہے کہ صلح کے بعد امام ہمام کا ایک مہینہ تک دمشق میں قیام ہوا اور معاویہ نے اپنا وعدہ پورا کیا پہر وہاں سے اپنے اہل و عیال خدم وحشم کے ساتہ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئی اور دنیا کے علائق سے قطع نظر کرکے یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ حاکم جبیر بن نفیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ خلافت کی خواہش رکہتے ہیں فرمایا بخدا میری نظر میں سلطنت جمشید اور امارت فریدوں بہی حقیر ہے۔ میں نے دانستہ خلافت ترک کی کیونکہ میں اگر قتال کرتا تو لوگ بہی میرے ساتہ قتال کرتے اور اگر میں اونکو تفویض کرتا تو وہ بہی بلا خدشہ تسلیم کرتے۔ پس یہ خلافت محض خدا کے لئے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی حفاظت کے لئے میں نے ترک کردی۔ ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ صلح کے بعد معاویہ نے قیس کو پیغام بھیجا کہ تمہارے سردار امام حسن نے مجہہ سے بیعت کی اور خلافت کا جھنڈا میرے ہاتہ میں دیدیا تمکو بھی مناسب ہے کہ یہاں آنکر بیعت کرو قیس نے جواب لکہا کہ لڑائی اور صلح کی ابھی تک مجھے خبر نہیں۔ بدیں جہت خاموش ہوں اور کوئی رائے بیان نہیں کرسکتا۔ قیس کے پاس چونکہ پانچہزار دل چلے بہادر جوان جنکی رانوں کے نیچے عربی رہوار برق رفتار اور بغل میں تیغ ہندی جوشن گذار تہے اور وہ خود بھی صف شکن جرار بڑی جرئت والا تھا اس سے معاویہ پر خوف غالب ہوا دوبارہ اوسے لکھا کہ جو تجھے چاہیئے مجہہ سے لے اور انکار بیعت سے دور رہ۔ ہرچند کہ قیس نے ایک بڑی ولایت معاویہ سے مانگی جو کسیطرح اوسکے دینے کی امید نہ تھی مگر "غرض باولی" معاویہ نے بخوشی منظور کیا اور اپنے پاس بلاکر نہایت احترام و اعزاز سے پیش آیا اور ایک بڑے جلسہ میں اوسنے بیعت لی۔

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدایت پر ہونا یقینی امر ہے۔ ہاں اسطرح کا تردد مخالفین کے اسکات اور انصاف کے لئے فرمایا گیا۔ آلغرض جب امام ہمام خطبہ سے فارغ ہوئے تو معاویہ نے عمرو بن عاص سے کہا کیوں صاحب جو خوبی آپ نے اسمیں سوچی تھی یہ ہی تھی نہ کہ آدمیوں کو اطلاع ہو جاوے کہ معاویہ ناحق پر ہے اور اوسنے بدون حق امام سے نزاع اور جھگڑا کیا۔ عمرو بن عاص نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ ایک صحیح تاریخ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ سے اسکا بھی اقرار لیا تھا کہ اہل مدینہ اور اہل عراق سے کسی قسم کا مطالبہ نکرنا چاہئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں جو کچھ ہوا سو ہوا اوسکا اونسے کچھ بھی مذکور نہ ہو ہمپر جو قرض ہے اوسے ادا کرنا مناسب ہے۔ حضرت معاویہ نے جملہ شرائط قبول کئے۔ اس صلح کا وقوع سنہ ۴۱ ہجری ماہ ربیع الاول میں ہوا ہے۔ بعضوں نے جمادی الاولی اور بعضوں نے جمادی الاخری بھی کہا ہے مگر اول صحیح اور معتبر ہے اور اس صلح کے واقع ہونیسے امام حسن کے ہمراہی بلکہ بعض اقربا بھی آپ سے سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے۔ یا عار المومنین اسودت وجوہ المومنین اے مسلمانوں کے ننگ تو نے اپنے ہمراہیوں اور دوستوں کا کالا مونھ کیا اور اونکی تذلیل آبروریزی کا درپے ہوا آپنے فرمایا عار نار سے بہتر ہے۔ ابو العریف کہتے ہیں کہ جو لشکر امام حسن نے معاویہ کے مقابلہ کے لئے تیار کر کے بھیجا اونکی تعداد بارہ ہزار تھی اتفاق سے میں بھی اوس لشکر ظفر پیکر میں موجود تھا۔ ہم لوگ مرنے کے لئے تیار تھے اپنی نقد جان ہتیلی پر رکھے ہوئے تھے کہ کب جنگ بازی ہو اور جانیں کہیلیں۔ ہماری شمشیریں اہل شام کے خون کی پیاسی تھیں لیکن صلح کی خبر نے ہماری پیٹھہ توڑ دی اور ہماری آرزؤں کے بلند محلوں کو اس سیلاب مصالحت نے بالکل منیث و نابود کر دیا۔ بعض بعض جوانمرد دل جلوں کو آتش غضب نے سوختہ کر دیا جب امام حسن کوفہ میں تشریف لائے تو ہم میں ایک پیرمرد نے جسکی کنیت ابو عمرو تھی امام ہمام کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوا اور کہا اے مسلمانوں کے ننگ۔ آ مسلمانوں کو ذلت میں ڈالنے والے السلام علیکم۔ آپنے فرمایا اے ابو عمرو تو بوڑھا ہونیکو آیا مگر عقل نہ آئی۔ میں تمہاری ذلت کا ہرگز درپے نہیں بلکہ طلب حکومت اور جاہ دنیا

ہاں آرام اور عافیت کے بعد دریافت کروں گا پہر آپ نے فرمایا مجھے چھ بار زہر دیا گیا
ہے مگر موثر نہ ہوا ساتویں مرتبہ اُس زہر سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں وہاں
سے اوٹھکر چلا آیا۔ دوسرے دن جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اوسوقت
نزع کی حالت میں تہے اور امام حسین آپ کے سرہانے کہڑے ہوئے پوچھ رہے تہے کہ
آپ کے گمان میں آپ کا قاتل اور زہر دینے والا کون ہے فرمایا کیا اوسکے قتل کے لئے
مجھہ سے پوچھتے ہو کہا ہاں فرمایا اگر میرا قاتل وہی ہے جسپر میرا گمان ہے تو خدا تعالیٰ خود
منتقم حقیقی ہے قیامت کے میدان میں وہ اوس سے بدلہ لیگا اور اگر وہ قاتل نہیں ہے
تو میں اسبات کو ہرگز جائز نہیں رکہتا کہ ایک بے گناہ شخص میرے لئے مار ڈالا جاوے
یہ کہہ رہے تہے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوتا تھا۔ تہذیب التہذیب میں یہی روایت
اوسی راوی سے اسطرح آئی ہے کہ میں اور دوسرا شخص امام حسن کی عیادت کو گئے آپ ہمارے
جاتے ہی کہڑے ہو گئے اور پاخانہ تشریف لے گئے اور تہوڑی دیر میں نکلے فرمایا میرا
دل وجگر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دستوں کی راہ سے نکل رہا ہے مجھے کئی دفعہ زہر دیا مگر موثر نہوا
اسمرتبہ کے زہر نے کام تمام کر دیا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ دوسرے روز پہر چلا جاتا تھا
کہ راہ میں امام حسین سے ملاقات ہوئی اونکی ہمراہ در دولت امام حسن تک پہونچا اور
آپکو نزع کی حالت میں دیکھا الی آخر الحدیث۔ ابن سعد عمران بن عبد اللہ بن طلحہ سے
روایت کرتے ہیں کہ امام حسن نے خواب میں دیکہا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان
قل ہو اللہ مکتوب ہے۔ صبح کو لوگوں کے روبرو یہ خواب بیان کیا اہل خانہ سب کے
سب خوش ہو گئے مگر جب یہ قصہ سعید بن المسیب کے پاس بیان کیا گیا تو اونہوں نے
فرمایا اگر امام حسن کا یہ خواب سچ ہے تو اونکی موت کا وقت قریب آیا ہے۔ چنانچہ اس کے
چند روز بعد یہ واقعہ وقوع میں آیا اور امام حسن فوت ہو گئے۔ حافظ ابو عمرو یوسف
بن عبد اللہ ابن عبد البر نے اس روایت کو کئی طرح سے روایت کیا ہے کہ جب امام
حسن کی وفات کا زمانہ قریب پہونچا تو امام حسین کو وصیت فرمائی کہ اے بہائی جسوقت کہ
تمہارے نانا نے دنیا کو چھوڑکر اعلی علیین میں مسکن بنایا تو اوسوقت تمہارے والد کو

جب معاویہ نے آنکھ اوٹھاکر دیکھا کہ میں سب اپنے دشمنوں سے بچ گیا اور آئندہ کسیکا
خوف اوسکے دلمیں نہ رہا تو بشیر بن ارطاۃ کو بصرہ میں اور عبداللہ بن عامر کو مصر میں روانہ
کیا اور تین سال کے بعد مکہ کی حکومت مروان کو دی انتہے۔

چھٹی فصل

(امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت اور آپکی تجہیز و تکفین نماز تدفین وغیرہ میں)

یہ بات اخبار متفقہ سے ثابت ہے کہ آپکی وفات کا باعث آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث
تھی۔ اس مجمل کی تفصیل اور موؤل کی تفسیر یہ ہے کہ یزید پلید علیہ نے اسماء بن قیس بنت الاشعث
کو خفیہ جعدہ کے پاس بھیجا کہ میں ایک مدت سے تجھپر عاشق زار اور تیری جدائی میں نہایت
بیقرار ہوں اگر تو راکب دوش رسول اور راحت جان بتول سردار زمن سید امام
حسن کو زہر ہلاہل دیکر مار ڈالے تو میں تجھے اپنے نکاح میں لاؤں اور ایک لاکھ درہم مہر
کے ادا کروں۔ علاوہ اسکے اور بہت سا مال و اسباب تیرے لئے میرے پاس موجود ہے
حتے کہ جان تک دریغ نکروں گا۔ اوس ناپاک نابکار عورت نے آپکو زہر ہلاہل نوش کرایا
جس سے چالیس روز بیمار رہے اور سخت تکلیف کے ساتھہ یہ ایام بسر ہوئے آپ نے
آخر ایام مرض میں فرمایا کہ میری چارپائی صحن خانہ میں بچھادو لوگوں نے صحن خانہ
میں آپکو لٹایا آپنے ہاتہ اوٹھائے اور فرمایا اے بار خدا میں اپنی زحمت نفس کا اجر اور
اپنی تکلیف کا ثواب تجھسے چاہتا ہوں کیونکہ اسوقت مجھے ایسی تکلیف پہونچی ہے جو
اس سے پہلے کبھی نہ پہونچی تہی۔ ابو نعیم حلیہ میں عمیر بن اسحق سے نقل کرتے ہیں کہ میں اور
ایک اور شخص مرض موت میں امام ہمام کی عیادت کو گئے آپنے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ
اے شخص کچھہ مجھسے پوچھ ہم نے عرض کیا اے رسول اللہ صلعم کے فرزند بھلا ایسے وقت
ہم آپ سے کیا پوچھیں جب آپ کو افاقہ ہوگا تو دریافت کرینگے۔ راوی کہتا ہے یہ سنکر
امام حسن اوٹھکر اندر چلے گئے پھر اسیوقت واپس آئے اور فرمایا جو پوچھنا ہو پوچھ لو اس سے
پہلے کہ پوچھنے کا وقت نپاؤگے۔ یعنے میری موت کا قریب زمانہ ہے۔ پھر کہاں پوچھنا اور
کہاں جواب دینا ہوگا۔ مینے عرض کیا کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ اسوقت پوچھوں

دفن سے منع کروں گا یہ خبر سنتے ہی امام حسین سخت متالم ہوئے اور چند آدمیوں مسلح کو
ہمراہ لیکر ہتیار باندہے ہوئے مروان کے پاس درانہ چلے آئے مروان بہی مسلح تھا قریب
تھا کہ ان میں نزاع کی نوبت پہونچے کہ اتنے میں حضرت ابوہریرہ تشریف لائے اور فرمایا یہ ظلم
رسول اللہ کے فرزند کو اونکے نانا کے پاس دفن کرنے سے منع کرتاتے ہیں اچھا نہیں کرتے پہر امام
حسین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں غصہ کو تہوک دو کیا
تمہیں حضرت امام حسن کی وصیت نہیں دیکہو وہ انتقال کے وقت فرماتے تہے کہ اگر عائشہ
صدیقہ کے گہر میں لوگ مجہے دفن نکرنے دیں تو اونسے نزاع نکرنا اور بقیع میں دفن کرکے
واپس چلے آنا۔ امام حسین حضرت ابوہریرہ کے سمجہانے سے سمجہہ گئے اور مسلمانوں کے
مقبرہ میں حضرت حسن کو دفن کیا بنی امیہ میں سے آپ کی تدفین میں کوئی بہی
شریک نہوا مگر سعید بن العاص جو اوسوقت مدینہ کا حاکم تہا۔ پس امام حسین نے
سعید بن العاص کو ادائے نماز کا حکم فرمایا اور کہا چونکہ جنازہ کی نماز بادشاہ یا نائب
کو مسنون ہے لہذا تم ہی کو نماز پڑھانی مناسب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خالد بن ولید
نے بنی امیہ سے کہکر سعید بن العاص کی اجازت لے لی تہی جب وہ آئے تو نماز پڑھاکر
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں آپ کو دفن کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ قبر
جسکے پہلو میں امام حسن مدفون ہوئے۔ فاطمہ بنت اسد آپکی دادی کی قبر تہی۔
ترجمہ طبری میں بیان کیا گیا ہے کہ خود عائشہ نے امام حسن کو دفن ہونے سے منع
کیا اور بہت بڑا قصہ جس سے روافض سند پکڑتے ہیں بیان ہوا ہے اور بعض مفسر
روافض نے اوسے لکہا ہے مگر اہل سنت وجماعت کی معتبر کتب میں یہ ہی مذکور ہے
کہ حضرت عائشہ نے بالکل انکار نہیں کیا بلکہ نہایت مسرت اور خوشی ظاہر کرکے فرمایا
کہ امام حسن کا یہیں مدفون ہونا بہتر ہے دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب امام حسن
کا انتقال ہوا تو حسین عباس محمد نے آپکو غسل دیا اور سعید بن العاص امیر مدینہ
نے آپ پر نماز پڑہکر بقیع مدفن میں دفن کیا اور پہلو میں اپنی دادی فاطمہ بنت اسد
رضی اللہ عنہا کے عباس کے قبہ میں قبر بنائی۔ سیوطی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ جب

یہ امید بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں خلیفہ ہوں گا مگر ولایت ابو بکر صدیق کو تفویض کی ابو بکر کے انتقال کے بعد بھی اونہیں یہ ہی توقع تھی مگر عمر کو خلافت پہونچی ایسے ہی عمر کے شہید ہونے کے بعد آپ خلافت کے امید وار ہے کہ بس اب مجھی پر خلافت رجوع کرے گی۔ مگر عثمان پر قرار پائی۔ حضرت عثمان کے انتقال کے بعد لوگوں نے حضرت علی سے بیعت کی اور مسلمانوں میں جھگڑا پڑا اور شمشیر نکلنے کی ضرورت پڑی اوسوقت سے مجھے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اہلبیت میں مرتبہ نبوت اور خلافت جمع نکرے گا اور مجھے اسکا بھی یقین ہے کہ میرے بعد سفیہ اور بیوقوف لوگ اہل کوفہ تجھے ستائیں گے اور مدینہ سے نکالنے کے درپے ہونگے۔ اور ظاہر میں خلافت کا تمغہ تجھے پہنانے کا ارادہ کرینگے مگر تو اوسے کبھی اختیار نہ کیجو۔ اور آخری میری وصیت یہ ہے کہ میں حضرت عائشہ سے اذن لے چکا ہوں میرے انتقال کے بعد اونکے گھر میں دفن کرنا ہر چند کہ مجھے کامل امید ہے کہ جو حضرت عائشہ نے مجھسے عہد کیا ہے اوسے پورا کرینگی اور کبھی انکار نہ کرینگی۔ مگر بنی امیہ والیاں عہد ضرور اونہیں اسباب پر آمادہ کرینگی کہ حسن کو اپنے گھر میں جگہ ندینا پس اوسوقت حضرت عائشہ سے درخواست کرنا اگر وہ منع کریں تو جھگڑا نہ کرنا اور لڑائی نہ بڑھانا۔ فصول المہمہ میں اسکے بعد یہ لفظ ہیں۔ کہ اگر عائشہ اپنے مکان میں مجھے جگہ ندیں تو میرے نانا کے روضۂ مبارک میں تہوڑی دیر میرا جنازہ رکہنا تاکہ میں آپ سے تجدید عہد کروں پہر وہاں سے لیجا کر بقیع میں دفن کرنا کیونکہ وہاں کے آدمی آسودگی کے ساتہ چین سے سوتے ہیں شاید اونکی برکت سے مجھے بھی آسودگی ملے۔ غرضکہ جسوقت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی میں کوچ کیا تو امام حسین آپکی وصیت کے موافق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اونہوں نے فرمایا بہتر ہے امام حسن یہیں مدفون ہوں۔ مگر جب یہ خبر مروان ظالم کو پہونچی تو اوسنے کہا عائشہ اور حسن دروغگو ہیں۔ میں یہاں اونہیں کبھی دفن نکرنے دوں گا۔ عثمانؓ کے دفن نکرنے کی کیا وجہ تھی اور حسن کے دفن کرنے کی کیا وجہ۔ جسطرح خلیفہ عثمان کو یہاں لوگوں نے دفن کرنے سے منع کیا میں حسن

کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں ہر چند کہ میں اپنے قاتل کا نام جانتا ہوں مگر دنیا میں انتقام لینا
پسند نہیں کرتا خدا پر اپنے معاملہ کو چھوڑتا ہوں تمہیں بھی قسم دیتا ہوں کہ اس معاملہ
میں دم نہ مارنا۔ میرے انتقال کے بعد اول رسول خدا کے روضۂ مبارک میں لیجانا پھر
مسلمانوں کے مقبرہ یعنے بقیع میں دفن کرنا میرے لئے خونریزی کسی قسم کی نکرنا اسکے
بعد اپنے بچوں کے حق میں وصیت کی اور سنہ انچاس غرہ ربیع الاول کو
باغِ ارم میں تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی عمر شریف کی بابت چند قول مذکور ہیں سب سے
صحیح تر یہ ہے کہ پندرہ رمضان سنہ ۳ھ کو آپ برج عصمت حضرت فاطمہ سے پیدا ہوئے
اور سنہ ۴۹ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں وفات پائی اس حساب سے عمر مبارک چھیالیس
برس کی ہوئی جس میں سے سات برس تو آپ اپنے نانا رسول خدا کے ساتھ رہے
اور تیس برس والد عالی قدر کے ہمراہ اسکے بعد نو سال قید حیات صوری میں رہے۔
تہذیب التہذیب میں مذکور ہے کہ جسوقت امام حسن مدفون ہوئے ہیں ثعلبہ کہتے ہیں کہ
میں بھی وہاں حاضر تھا آدمیوں کا انبوہ اسقدر تھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو زمین پر
نہ گرتی اور ابو ہریرہ کہہ رہے تھے اے لوگو اپنے نبی کے فرزند پر مٹی ڈالو اور اپنے ہاتھوں
سے خاک میں ملاؤ کیونکہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے کہ جو مجھے محبوب رکھے وہ
حسن کو دوست رکھے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام حسن کے انتقال کے بعد بنی ہاشم
کی عورتوں نے ایک مہینے تک ماتم برپا رکھا مگر یہ روایت صحت کے مرتبہ تک نہیں پہنچی

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد بزرگ کا مختصر بیان

زید حسن عمر عبداللہ تو بالاتفاق جمہور محدثین آپ کے صاحبزادہ ہیں البتہ بغداد اور
کوروی میں کچھ اختلاف ہے دولابی کا قول ہے کہ آپ کے پانچ فرزند تھے چار مذکور
ہیں پانچویں حضرت ابراہیم ابن الخباب فرماتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلبی فرزندوں
گیارہ تک نوبت پہونچتی ہے چار سابقین اور اونکے سوا قاسم حسین عبدالرحمن عبداللہ
احمد اسمعیل عقیل ابن الاخضر۔ بعض محدثین بارہ صاحبزادوں تک کے قائل ہیں۔ اور
محمد بارہویں صاحبزادے بتلاتے ہیں لیکن اکثر مفسرین تین اسماء اسمعیل عقیل

امام حسن رضی اللہ عنہ ریاض رضوان میں تشریف فرما ہوئے تو جعدہ بنت اشعث ملعون نے یزید پلید کو پیغام بھیجا کہ دیکھ میں نے امام ہمام کا کام تمام کر دیا اب تو بھی اپنے وعدے کو پورا کر یزید نے جواب دیا اے جعدہ جب تو امام حسن جیسے شخص سے راضی نہ ہوئی اور ایسے قدیم محسن اور شفیق کو حرص دنیا کی وجہ سے زہر سے ہلاک کیا تو مجھے تجھپر کسطرح اعتماد نہیں جا دور ہو اور آئندہ اس امر میں مجھ سے کلام نکر بس خدا تعالے کا فرمان خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین صادق ہوا۔ تہذیب التہذیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ عبد اللہ بن حسن کہتے ہیں کہ امام کے زہر دینے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کثیر النکاح اور کثیر الطلاق تھے اس سبب عورتیں آپ سے راضی نہ تھیں کم ایسی عورتیں ہونگی کہ آپ کو محبوب رکھتی ہونگی جب بیماری کی حالت میں آپکو طبیب کے پاس لے گئے تو اوسنے کہا امام پر زہر پورا پورا اثر کر چکا ہے اونکی آنتوں اور جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے معاویہ اپنے خادموں سے کہہ رہا تھا اور میں سنتا تھا کہ امام حسن کو کس ظالم نے زہر دیا ہے اگر اوسکا نام و نشان معلوم ہو تو حد سزا کو پہنچاؤں فصول المہمہ میں منقول ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ وفات کے وقت بہت روئے اور جزع و فزع کی امام حسین نے فرمایا کہ ای بھائی تم کیوں روتے ہو کہیں اور تو نہیں جاتے اپنے نانا رسول خدا اور اپنے والد امیر المومنین حضرت علی اور اپنے نانی حضرت خدیجہ اپنی والدہ شفیق حضرت فاطمہ زہرا اپنے ماموں طاہر اور قاسم اپنے چچا جعفر اور حمزہ کے پاس جاتی ہو۔ خوشی سے جائے اور آغوش محبت کو کھول کر ملئے مجھے بھی جلدی بلائے آپنے فرمایا اے بھائی میرے آگے آج ایسی مہم آئی ہے جسکا اس سے پیشتر میرے سامنے وقوع نہیں ہوا یعنے موت یا زہر کا الم اور اسوقت میں وہ خدا کی مخلوق مشاہدہ کر رہا ہوں جو اس سے پہلے کبھی نہ کی تھی امام حسین ہی یہ سنکر بے قرار ہو گئے اور آہ آہ کر کے رونے لگے امام حسن نے فرمایا کہ اے بھائی اب موت کا وقت قریب پہونچ چکا ہے اور سفر کی تیاری ہے خدا کے پاس جاتا ہوں اور اپنے نانا سے ملاقات کرتا ہوں۔ مجھے اسوقت زندگی کی بالکل امید نہیں کیونکہ جگر اور آنتیں قے اور دستوں کی راہ سے

ان تینوں صاحبوں کی والدہ معظمہ ام بشر بنت ابی مسعود بن عقبہ بن عمرو البدری ہیں
اور حسن کی والدہ مکرمہ خولہ بنت منظور الفزاری ہیں۔ رہے حسین طلحہ فاطمہ صغرے
سو انکی والدہ ام اسحق بنت طلحہ بن عبداللہ المی ہیں۔ اور عمر قاسم عبداللہ ایک کنیز
پیدا ہوئی ہیں انکے سوا اور بقیہ اولاد مختلف لطنوں سے پیدا ہوئی۔ سب سے بڑے
صاحبزادے زید بن الحسن بن علی بن ابیطالب ایک مرد مسن جلیل القدر کریم الطبع
کثیر الاحسان شخص تھے بڑے بڑے عالم فاضل انکی زیارت کو آتے اور اون کی
ملاقات کو فخر کا باعث جانتے تھے عمر بن عبدالعزیز جیسا شخص آپ کی تعظیم میں بکثرت
مبالغہ کرتا تھا۔ آپ کا انتقال سنہ ۹۰ھ میں لوگوں نے بیان کیا ہے۔ آپنے بہت سے
صحابہ سے روایت احادیث کی اور ہزاروں تابعین نے آپسے مروی کی ہے۔ آپکے پیچھے صرف
ایک صاحبزادہ جنکا حسن بن زید نام تھا اور ابو محمد کی کنیت سے مشہور تھے۔ باقی رہی
یہ بھی موافق الولد سر لابیہ کے اپنے والد جیسے فاضل و عالم ہوئے اوس زمانہ کے اکثر
شاعر آپکے مدح خواں تھے انہوں نے ایک جم غفیر تابعین ملے بہت سی حدیثیں روایت
کیں اور خلق کثیر کو پہونچائیں۔ اسی سال کی عمر سنہ ایکسو اڑسٹھ ہجری میں اس دار
فانی کو چھوڑ کر باغ جاودانی کو معمور فرمایا۔ آپکے پیچھے سات صاحبزادے جن میں سب سے
بڑے زید بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہم تھے۔ باقی رہی اور ایک دختر
جنکا نام مقبہ تہا اور جو بڑی فاضلہ اور فقیہہ تھیں موجود رہیں۔ چنانچہ یہ بات تواتر کے
درجہ کو پہونچ چکی ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اونکی شاگردی کا حلقہ اپنے
کان میں ڈالا اور اکثر اوقات امام شافعی صاحب اونکی شاگردی پر فخر بیان کیا کرتے
تھے اونکی قبر مصر میں مشہور اور خلائق کی زیارت گاہ ہے۔ لیکن حسن بن الحسین بن علی بن
ابیطالب جنکا لقب حسن مثنی بھی ہے بڑے فاضل و زاہد جلیل القدر عظیم المنقبت
آدمی تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھیں
چنانچہ منقول ہے کہ آپنے اپنے چچا امام حسین کو پیغام بھیجا کہ آپ ایک لڑکی کی نسبت
مجھسے قبول کیجیے امام ہمام نے فرمایا اے میرے بھائی کے فرزند میری دو لڑکیاں ہیں

احمد کا انکار بھی کرتے ہیں مگر اونکی عوض ابوبکر طلحہ محمد ثانی زیادہ کرتے ہیں۔ پس اس
روایت کے اعتبار سے بارہ صاحبزادہ بایں ترتیب مذکور ہیں۔ زید حسن عمر عبداللہ ابراہیم
قاسم حسین عبدالرحمن عبداللہ ثانی محمد ابوبکر طلحہ محمد ثانی۔ ہاں شیخ محمد بن طلحہ شامی
اپنی کتاب میں ہیزدہ ولد حقیقی ثابت کرتے ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن کے
صاحبزادے ہیزدہ بایں طریق ثابت ہوئے ہیں زید حسن عمر عبداللہ قاسم حسین محمد
ابوبکر حمزہ جعفر طلحہ اسمٰعیل یعقوب عبدالرحمن عبداللہ ثانی ابو عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان
المعروف بشیخ مفید جنکو شیعہ اپنا پیشوا اور مقتدا مانے ہوئے ہیں۔ شیعوں کی معتبر
کتاب سے معلوم ہوا کہ اونکے امام و مقتدا صرف آٹھ صاحب زید حسن عبداللہ عمر۔
قاسم حسین طلحہ عبدالرحمن ہیں اور بعض صاحب بیس کے بھی قائل ہیں واللہ اعلم
بالصواب۔ اسمیں توکسیکو بھی اختلاف نہیں کہ اسوقت تک امام حسن رضی اللہ عنہ
کی جو اولاد روئے زمین پر موجود ہے وہ صرف زید اور حسن سے ہے اور عمر و حسین سے
گو اولاد ہوئی مگر سامنے ہی سبکا انتقال ہوگیا پیچھے کوئی اولاد باقی نہیں رہی جسطرح
امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرزندونکی تعداد میں اختلاف ہے اسیطرح آپ کی لڑکی ہونے
میں اختلاف ہے۔ بعض محدثین تو بالکل نفی کرتے ہیں کہ آپ کے لڑکی ہوئی نہیں۔
بعض فرماتے ہیں ہوئی تو مگر ایک جنکا نام فاطمہ اور جو محمد بن علی باقر کی والدہ ہیں۔
ابن الاخضر کہتے ہیں۔ امام کے پانچ صاحبزادیاں تہیں ام الحسن ام عبداللہ ام سلمہ۔
ام الخیر ۔ تماضر رضی اللہ عنہن اجمعین۔ شیخ مفید شیعی اسبات کے قائل ہیں کہ
امام حسن کو سات بیٹیاں تہیں جنکا نام فاطمہ۔ ام سلمہ۔ ام الحسن ام الحسین ام عبداللہ۔
رقیہ فاطمہ ثانی۔ مگر صاحب کتاب مفتاح النجا فرماتے ہیں مجھے جہانتک علم ہے اور کتابوں
سے جہانتک سراغ نکلتا ہے یہ ہے کہ آپکی صرف تین ہی صاحبزادیاں تہیں۔ فاطمہ رقیہ
تماضر۔ ہاں ام الحسن ام عبداللہ فاطمہ کی کنیت ہے نام نہیں اوراسیطرح ام الحسین
اور ام سلمہ حضرت رقیہ کی کنیت ہے۔ اور تماضر اور ام الخیر ام الحسین کی تصحیف یا
بالعکس ہے واللہ اعلم بالصواب۔ پس زید اور ام الحسن یعنے فاطمہ کبریٰ اور ام الحسین

بن علی کے ساتھ طف کربلا میں شہید ہوئے چہارم عبدالرحمن انکی والدہ ام ولد تہیں۔ پنجم حسین جنکا لقب باشرم

فرمایا انکے انتقال کی وجہ لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ خلیفہ منصور نے جب خروج کیا اور مدینہ کو تصرف میں لاکر حجاز کو اپنے قبضہ میں لے لیا تو عیسی بن موسی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو سردار بناکر محمد کی قتال کے لئے بھیجا چنانچہ مدینہ کے حوالی واطراف میں سخت لڑائی واقع ہوئی اور چوتھی رمضان المبارک کو پچاس برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اطاعت اور وجوب مدد پر لوگوں کو فتوی دیا اور اونکے بھائی ابراہیم کی نصرت پر حکم لگایا اونہوں نے بہت سی حدیثیں اپنے ہمعصروں سے روایت کیں اور ایک بڑی جماعت کو روایتیں پہونچائیں آپ کے بھائی ابراہیم بھی بڑے شجاع اور کریم تھے سنہ ایکسو پینتالیس میں منصور پر بصرہ میں حملہ آور ہوئے اور سنہ مذکور رمضان کے مہینے میں آپکے ساتھ ایک انبوہ خلائق اور جم غفیر مدد کے لئے جمع ہوا اور سفیان بن معاویہ کا جو منصور کیطرف سے بصرہ کا حاکم تھا محاصرہ کیا۔ مگر جب محمد کی شہادت کی خبر یہاں پہونچی تو آپکے ساتھی آپ سے علحدہ ہوگئے اور اس خبر نے اونکی پشت توڑ دی۔ اور ابراہیم کو تنہا چھوڑ کر پراگندہ ہوگئے۔ انجام کار منصور نے اونکے قتل کے لئے لوگونکو معین کیا اور اون بے رحموں نے اوس معصوم نبی زادہ کو اپنے ظلم بھرے ہاتوں سے شہید کرڈالا اسوقت آپ کی عمر چھیالیس سال کی تھی۔ رہے یحیی رضی اللہ عنہ اونہوں نے سنہ ایکسو ستر ہجری میں ہارون رشید پر حملہ کیا مگر تہوڑی لڑائی کے بعد عباس فضیل بن یحیی نے جو اونکے مقابلہ کے لئے معین ہوا تھا امن دیکر بغداد میں پہونچا دیا چند روز کے بعد وہیں اونہوں نے وفات پائی اور حسن بن حسن بن علی جنکا لقب حسن مثلث تھا بڑے عبّاد اور زہاد تھے۔ ابن ماجہ محدث اکثر اون سے صحیح حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ آپکی عمر کل اڑسٹھ برس کی تھی ۱۴۵ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ اسی سال میں اہلبیت کی جماعت کثیرہ نے انتقال فرمایا۔ جیسے شیخ العترۃ عبداللہ بن الحسن بن الحسین اور اونکے دونوں صاحبزادے محمد اور ابراہیم اور اون کے بھائی حسن مثلث اور اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ وغیرہ۔ جناب حسن مثلث کی بہت سی اولاد اون کے پیچھے

ان دو نوں میں جسے تو اختیار کرے خدمت میں بھیجوں۔ چونکہ آپ پابند حیا تھے شرم کے
سبب سے کچھ جواب نہ دیا۔ امام ہمام نے اپنی چھوٹی صاحبزادی فاطمہ جو صورت و جمال
میں بالکل حضرت فاطمہ زہرا کے مشابہ و مماثل تھیں اپنے بھتیجے کے نکاح میں دیدی۔
حسن مثنی اپنے چچا کے ساتھ معرکہ کربلا میں بھی حاضر ہوئے اور زخموں سے چور ہو کر واقعہ
کربلا کے بعد اہلبیت کے زندانیوں میں تشریف رکھتے تھے مگر اسماء بنت الحکم الفزاری
نے اونہیں قیدیوں میں سے نکالا اور کہا اسکو صرف میری خاطر کے لئے چھوڑ دو۔ اسماء
کا ایک ہمشیر زادہ جسکا نام شاہد تھا وہ بھی اوس لشکر میں موجود تھا اوسنے اس قرابت
کیوجہ سے عمرو بن سعد سے سفارش کر کے چھوڑا دیا۔ حسن مثنی نے بہت سی احادیث اپنے
والد ماجد اور بعض صحابہ اور اکثر تابعین سے روایت کیں اور تمام تابعین اور اکثر
خلائق کو پہونچائیں اور سنہ اکسو ستانوے ھ ارسٹھ سال کی عمر میں وفات کی۔ مگر شیخ مفید
شیعی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکی عمر صرف پینتیس سال کی تہی۔ واللہ اعلم۔
امام بخاری اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں کہ حسن مثنی کے فوت ہونے کے بعد اونکی
زوجہ بنت حسین نے ایکسال تک اونکی قبر پر خیمہ گاڑا اور معتکف رہیں مگر سال بھر کے
بعد خیمہ اوٹھا ڈالا اور خود کھڑی ہوگئیں۔ اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ جسکو
تم ڈھونڈتی تھیں پالیا دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس اور ناامید کر کے واپس
کیا حسن مثنی کے پانچ فرزند تھے تین صاحب حسن عبد اللہ ابراہیم تو فاطمہ بنت الحسین
کے پیٹ سے تھے اور جعفر داؤد دوسری بیوی سے۔ آپکے بڑے صاحبزادے عبد اللہ
کو اوس زمانہ کے لوگ شیخ العترۃ کہتے تھے۔ کیونکہ بزرگ مرد اور ثقہ آدمی تھے ہزارہا
حدیثیں اپنے والد اور تابعین سے روایت کیں اور بہت لوگوں کو پہونچائیں عمر بن عبد العزیز
خلیفہ اونکی بہت تعظیم کرتا تھا۔ پچہتر برس کی عمر ۱۴۵ھ ہجری میں انتقال کیا۔ عبد اللہ کے
انتقال کے بعد اونکے چھ بیٹے محمد ابراہیم موسے سلیمان ادریس یحییٰ تہے مگر مشہور
تین فرزند ہیں۔ محمد ابراہیم یحییٰ محمد کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب نفس زکیہ تھا۔
بڑے جری اور شجاع اور بہادر تھے۔ ۱۴۵ھ ہجری خلیفہ منصور کے عہد میں انتقال

واضح ہو کہ اہل اخبار نے اپنی اپنی کتابوں میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد جو
صلاح و سداد کے زیور اور فضل و رشاد کے حلیہ سے آراستہ و پیراستہ تھے
اور علم و فضل بلاغت و فصاحت شعر و سخن میں پلے درجہ کے ماہر و کامل
تھے بہت کچھ بیان کیا ہے مگر ہم صرف اختصار کی وجہ سے اسی قدر پر اختصار و
اقتصار کر کے مقصود اصلی کی طرف عنان تاب ہوتے ہیں۔ اللہم صل علی محمد و آلہ و
اصحابہ اجمعین ۞

تیسرا باب

سبط ثانی یعنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تفصیلی بیان میں

(یہ باب بھی چند فصلوں پر شامل ہے)

پہلی فصل میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت تولد اور تسمیہ مبارک کا ذکر ہے
واضح ہو کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پانچویں شعبان سنہ چار ہجری میں قدم میمنت
توام عرصہ وجود میں رکھا۔ امام حسن کی پیدا ہونے کے پچاس دن بعد شکم مادر خجستہ
اختر میں حضور نے نزول اجلال فرمایا۔ اور دس مہینہ چند دن تک اوس محکم لقاح
میں تشریف رکھکر اختر تابندہ کے مانند اوج سپہر پر طلوع کیا آپ کے اور امام حسن
رضی اللہ عنہ کے درمیان اسیقدر چھوٹائی بڑائی تھی۔ تہذیب التہذیب میں بیان
کیا گیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوری ایکسال دس روز تک والدہ ماجدہ
کے شکم اطہر میں قیام فرمایا جسوقت آپ پیدا ہوئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم نے سیدھے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جطرح امام حسن رضی اللہ
عنہ کا ختنہ اور عقیقہ تسمیہ وغیرہ وغیرہ ہوا تہا آپ کا بھی ویسا ہی ہوا اور ساتویں دن

باقی رہے۔ لیکن عمرو بن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے چچا امام حسین رضی اللہ عنہ
کے ہمراہ معرکہ کربلا میں حاضر ہوئے اور اپنی پیاری جان اپنے عم بزرگوار پر خوشی سے
فدا کی۔ محمد بن عمر رضی اللہ عنہما بزرگان دین اور ثقات کاملین میں سے ایک کامل بزرگ
ہیں۔ جابر رضے اللہ عنہ سے بہت سی حدیثیں سُنیں اور روایت کی ہیں اور اون سے
محدثین کی ایک بڑی جماعت امام بخاری امام مسلم ابوداؤد نسائی جیسوں نے مروی
کی ہیں۔ قاسم اور عبداللہ فرزندان حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم بھی کربلا کی
لڑائی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے اور اونکے سامنے اپنی جانوں
کو بھوک پیاس کی حالت میں قربان کر ڈالا اور عبدالرحمن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم
امام حسین کے ساتھ حج کے لئے تشریف لیگئے لیکن احرام ہی کی حالت میں انتقال کر گئے
اور حسین بن حسن بن علی ایک فاضل اور عالم شخص تھے اور باترم کے آدمیوں میں
جیسے آپ بزرگی کے ساتھ مشہور تھے اور کوئی نہ تھا۔ طلحہ بن حسن بن علی مرد سخی اور کریم
تھے پس انکے سوا جو اور اولاد صلبی امام حسن رضے اللہ عنہ کی تھی اونکی بابت صاحب
کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ اونکا احوال بخوبی معلوم نہ ہوا مگر یہ امر تو یقینی ہے کہ امام حسن
کی اولاد صرف زید بن حسن اور حسن بن حسن سے باقی ہے چنانچہ شیخ عالم و عامل عارف
و کامل محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی اجلۂ سادات حسنیہ سے ہیں آپ کی کنیت ابو محمد
اور نسب باپ میں درجات لکھا دیکھا ہے شیخ عبدالقادر بن ابو صالح موسی بن ابو عبداللہ
یحیی بن محمد بن داؤد بن موسی بن عبداللہ بن حسن مثنی بن امام حسن بن علی بن ابیطالب
آپ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ ثانی بنت ابو عبداللہ الصومعی الحنبلی ہیں۔ شیخ عبدالقادر کی ولادت
شریف ۴۷۱ھ ہجری میں واقع ہوئی اور ۵۶۱ھ میں ریاض رضوان میں تشریف فرما
ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک اس زمانہ تک مطاف عالم اور زیارتگہ جہان ہے جمہور
علماء عرفا کا اتفاق ہے کہ جس قسم کی کرامات اور خرق عادات متواترہ اور متوالیہ
جناب شیخصاحب سے صادر ہوئی ہیں شیوخ آفاق اور مشائخ عالم میں سے کسی اور سے
ظاہر نہیں ہوئیں خدا تعالی اونپر اور اُنکے یار و اصحاب پر رحمت کرے۔

ایک بوڑھی عورت کو ہزار درہم اور ہزار بکریاں تصدق فرمائیں - روایت ہے کہ ایک
مصیبت زدۂ افلاس نے امام ہمام کے مکان کے سامنے اونٹ بٹھا کر یہ اشعار
پڑھے ؎ لم یبق لی مما یباع بثمنہ ٭ تکفاک منظر حالی عن مخبری ٭ الا لبقیت ماروخہ ضنہا
من ان تباع فقد وجدت المشتری ٭ یعنے سائل کہتا ہے میں ایک شخص بے ساز و
سامان ہوں آبرو کے سوا جسے میں نے ایک مدت سے نگاہ رکھا تھا میرے پاس اور
کچھ نہیں اب تجھ جیسے خریدار کے ہاتھ اوسے بھی بیچنا چاہتا ہوں - یہ کہکر تھوڑی دیر
توقف کیا مگر حرم دولت سے کوئی شخص باہر نہ آیا اوسنے اوس مایوسی کی حالت میں
یہ اشعار لکھکر امام ہمام کی خدمت میں بھیجے ؎ ماذا اقول اذا رجعت وقیل لی ٭ ماذا
احسنت من الجواد المفضل ٭ ان قلت اعطانی کذبت وان اقل ٭ بخل الجواد بمالہ
لم یبخل ٭ یعنے اگر میں آپسے ناامید ہوکر جاؤں گا اور لوگ آپکی سخاوت و کرامت مجھ سے
دریافت کرینگے کیونکہ آستانہ مبارک پر میرا آنا محروم نہ جانے کی دلیل ہے - پس اوسوقت
اگر میں سائلوں کو آپکی عطا کی خبر دوں گا تو دروغ گو ٹھہروں گا اور اگر بیان کروں کہ
امام حسین جیسے سخی نے بخل کرکے مجھے محروم بھیجا تو اسکا اظہار اچھا نہیں آپنے دس ہزار درہم
عطا فرمائے اور اس دئیے ہوئے کو بہت ہی قلیل شمار کرکے رباعی مسطور ذیل لکھکر بھیجی
عاجلتناہ فاتاک عاجل برنا ٭ وان کنت امہلتنا لم تقلل ٭ لہذا القلیل کن کانک
لم تسئل ٭ ونکون نحن کاننا لم نفعل ٭ یعنے اے سائل تو نے بہت جلدی کی چونکہ اوسوقت
ہمارے پاس کچھ نہ تھا لہذا اس قلیل کے قبول کرنے میں مجھے معذور رکھ اگر کچھ بھی
فرصت دیتا تو شاید تیرے سوال سے عہدہ برآئی ہوتی پس اس اقل قلیل کو قبول کر
اور یہ جانیو کہ میں نے سوال ہی نہیں کیا ہم یہ سمجھیں گے کہ کچھ دیا ہی نہیں - طبرانی نے
سلیمان بن الہیثم سے نقل کرتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرکے حجر
اسود کے بوسہ کیلئے متوجہ ہوئے لوگوں نے آپکو دیکھکر جگہ چھوڑ دی فرزدق بن غالب آپکو
بزرگی کی نگاہوں سے تکتا تھا - جب لوگوں نے اوس سے پوچھا یہ کون شخص ہیں بے ساختہ
اوسکی زبان سے نکلا ہذا الذی تعرف البطحاء وطاتہ ٭ والبیت یعرفہ والحل والحرم

معمول کے موافق آپ کا نام حسین رکھا گیا۔ نسب کی فضیلت کی بابت یہاں لکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ امام حسن کا نسب نامہ تصریح کے ساتھ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور القاب بکثرت منقول ہیں۔ چنانچہ سید طیب وفی زکی مبارک تابع لمرضات اللہ سبط رسول اللہ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مگر مشہور لقب زکی اور سید ہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی اور آپ کے برادر کی شان میں فرمایا ہے سیدا شباب اہل الجنۃ۔ جسطرح سید کے لقب کے ساتھ آپ مشہور تھے اسیطرح سبط کے ساتھ بھی معروف تھے چنانچہ سرور کائنات افضل موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان معجز بیان پر اکثر جاری رہتا تھا کہ حسین سبط من الاسباط اور اسکی مزید تحقیق آئندہ انشاءاللہ بیان ہوگی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ جسطرح آنحضرت کے نصف اعلی سے مشابہت تام رکھتے تھے اسیطرح جناب امام حسین نصف اسفل سے پوری مماثلت رکھتے تھے۔ آپکی انگوٹھی کا نگینہ لکل اجل کتاب سے مزین آراستہ

دوسری فصل

(امام حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں)

واضح ہو کہ امام ہمام کی بزرگیاں اور فضیلتیں حد حصر سے باہر ہیں آپ کا مبلغ علم آپ کی عبادت وکرامت آپکی زہادت وشجاعت فصاحت وبلاغت انتہا کی درجہ کو پہونچ گئی تہی آپ علم وعمل سخاوت وشجاعت میں اپنے والد ماجد اور برادر عزیز کے بالکل مشابہ تھے۔ آپ پر جامع صفات کمال انسانیہ کا لقب نہایت ہی زیب دیتا تھا اور اس حسن کے ساتھ غایت درجہ کے مزین ہے چنانچہ اس فصل میں ہر ایک وصف کا تہوڑا تہوڑا اجمل بیان ہوگا۔ فصول المہمہ میں مذکور ہے کہ اہل اخبار بالاتفاق رائے بیان کرتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مہمان نوازی غریب پروری۔ اعانت مظلوم ایصال رحم انعام فقراء مساکین وغیرہ میں مشہور آفاق تہے ضعیف حالوں مسکینوں بیچاروں برہنہ تنوں حاجت مندوں کو کپڑے کہانے سے مدد دیتے۔ چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے احوال میں اشارۃً مذکور ہوا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے

غصہ فرو کرنا ہے آپنے فرمایا کظمت غیظی۔ میں اپنے غصہ کو نگل گیا خادمہ نے کہا والعافین عن الناس اونکی دوسری صفت لوگونکو معاف کردینا ہے۔ آپنے فرمایا عفوت عنک میں نے بدل وجان تجھے معاف کردیا۔ اور تیرے گناہ سے درگذرا۔ خادمہ نے کہا واللہ یحب المحسنین یعنے خدا تعالی نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے خدا کے لئے تجھے آزاد کیا۔ آپ کی عبادت کی کیفیت تو بہت کچھ مذکور ہے مگر مختصر یہ کہ حضور نے پا پیادہ پچیس حج ادا کیئے۔ فصول المہمہ میں منقول ہے کہ لوگو نے علی بن الحسین سے پوچھا کہ آپ کی والد کے ہاں اسقدر کم اولاد کیوں پیدا ہوئی جواب دیا کہ یہ بھی اون سے وجود میں آنا تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ آنکو اتنی کہاں فرصت تھی جو عورتوں سے صحبت رکھتے رات دن میں ہزار رکعت نماز سے کم نہ پڑھتے آپ کی ہمت بزرگ ہمت بھی حد بیان سے باہر ہے۔ مگر اوسکا ادنی نتیجہ یہ ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان جب مکہ میں آداے حج کے لئے آئے بہت سے درہم و دینار اور نفائس بے شمار عمدہ اور نادر گراں قیمت خلعت وغیرہ امام کی خدمت فیضدرجت میں بطور تحفہ نذر گئے آپنے قبول نہ کیئے اور کسیکو آنکھ ہر گز ہی ہنیں دکھیا آپ کا کلام معجز نظام فصاحت وبلاغت کی حد سے متجاوز تھا آپ کی گفتگو کے سامنے کسیکو دم مارنے کا کبھی موقع نہ ملتا تھا آپ کی زبان فیض بنیان پر اکثر یہ کلمے جاری رہتے تھے کہ اے لوگو بزرگی حاصل کرو اور مغانم میں پیش قدمی اور شتابی کرو یعنے حصول بزرگی حصول مغانم کا باعث ہے اوسمیں خوب کوشش کرو۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حاجتمندوں کی احتیاج اپنے پاس آنا۔ خدا کی نعمتوں میں سے ایک عمدہ نعمت شمار کرو اور عاجزوں کے حاجت روائی غنیمت جانو اور فرمایا کرتے تھے۔ جس نے سخاوت کی سردار ہوا جس نے بخیلی کی کمینہ ہوا آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے پدر عالی قدر امیر المومنین حضرت علی سے بہت سی روایتیں لیں اور آپ سے علی زین العابدین اور جمہور تابعین روایت کرتے ہیں۔ شواہد النبوۃ میں آپ کی حسن وجمال کی بابت لکھا ہے کہ لوگ اندھیرے میں آپ کے حسن اور رخساروں کی روشنی میں راہ چلتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایکدن امام حسین کو شاعروں کے انعام
دینے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا آپ مجھسے زائد تر اسباب کو جانتے ہیں کہ بہترین وہ مال ہے
جس سے آبرو محفوظ رہے چونکہ یہ جواب ٹھیک اور باصواب تہا امام حسن نے کچھ جواب نہ دیا
اور چپکے ہو رہے۔ فصول المہمہ میں منقول ہے کہ امامین ہمامین کے درمیان میں اتفاق
سے ناچاقی اور سوء مزاجی کی صورت پیدا ہو گئی امام حسین رضی اللہ عنہ نے بڑے بھائی کی
خدمت میں عرض کیا میں آپکی راضی اور اپنی خطا کی معافی کے لئے ضرور سبقت کرتا۔ مگر
مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سب سے پہلے جنت میں وہ شخص داخل
ہوگا جو رنجیدہ اور ناراض کو خوش کرے۔ پس میں نہیں چاہتا کہ دخول جنت میں آپ سے
سبقت لیجاؤں اور آپکی بزرگی پر اپنی خوردی کو ترجیح دوں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے
کہ آپ ہی میری دلجوئی اور خوشنودی کے لئے میرے پاس تشریف لاویں یہ سنتے ہی امام
حسن تشریف لائے۔ اور ایکدوسرے کی تسلی و تشفی میں مشغول ہوئے۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایکدن امام حسین ریحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں آپکی لونڈی نے پہولوں کا ایک خوبصورت دستہ پیش کیا آپنے سونگھا اور
لونڈی کو آزاد کر دیا۔ انس کہتے ہیں۔ مینے عرض کیا کہ آپنے ادنی گلدستہ کے عوض ایسی
بیش قیمت لونڈی کو آزاد فرمایا جواب دیا ای انس رض کیا تم نے کلام مجید کی اس آیت کو
واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا مطالعہ نہیں کیا۔ میرے نزدیک افضل تحفہ اور اشرف تحیہ
یہی لونڈی تہی لہذا خدا کی رضامندی اور خوشنودی میں اوسے آزاد کیا۔ اسیطرح
شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ احوال اثنا عشرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسین
رضی اللہ عنہ ایکدن دسترخوان پر کہانا کہانے کے لئے تشریف رکہتے تہے کہ خادمہ گرم
شوربے کا پیالا لئے چلی آتی تہی جوں ہی آپ کے قریب آئے پاؤں کی اولجہن یا کسی اور
وجہہ سے شوربے کا پیالا امام ہمام کے سر پر چہوٹ پڑا جس سے آپ کا موںہ اور سر آپکے
رخسارے مبارک پر اوسکی تیزی اور حدت سے آبلے پڑ گئے آپنے غصہ کی نظر سے نہیں
بلکہ ادب کی آنکھ سے خادمہ کو دیکھا اوسنے کہا۔ والکاظمین الغیظ یعنے متقی کی صفت

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

علیہ وسلم کے حضور میں کشتی لڑ رہے تھے آپ بیٹھے بیٹھے دیکھ رہے تھے اور فرماتے تھے۔ ای حسین
حسن کو پکڑو اور سامنے کی ٹانگ لٹکا لکر پچھاڑ دو۔ حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النساء نے فرمایا
واہ ابا جان آپ بھی خوب ہیں چھوٹے کو بڑے پر غلبہ دینے کو آپ جائز رکھتے ہیں آپ نے
فرمایا جان پدر میں نہیں کہتا جبرئیل کہہ رہے ہیں۔ اضعف المسلمین اکرام الدین عرض
کرتا ہے کہ اس معنی کا وقوع بر سبیل عادت عرف ہے کیونکہ عرف کی عادت اسی بات کو
مقتضی ہے کہ چھوٹے کی خاطر داری کو بڑے پر ترجیح دیتے ہیں اور شاید جبرئیل علیہ السلام نے
بھی اسی بنا پر فرمایا ہوگا واللہ اعلم۔ ابن الاخضر یزید بن زیاد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فاطمہ زہرا کے مکان میں تشریف
لے گئے اور حسین کے رونے کی آواز آپ کے سمع مبارک میں پہونچی۔ حضرت سیدۃ النساء سے
فرمایا کہ تم اسباب کو نہیں جانتیں کہ حسین کے رونے سے مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔ برا بن عازب
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ حسین کو دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے فرما رہے تھے
کہ بار خدایا میں اسکو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ بندۂ مسکین حصہ اللہ
لفضلہ المبین کہتا ہے کہ دوستو غور کا مقام ہے کہ جب ذرا سے امام حسین کے رونے نے
جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین اور بے قرار کر دیا اور غایت درجہ کی اذیت
دی تو جن لوگوں نے امام ہمام کو بلا کر ظالموں کے حوالہ کیا اور اون اشقیا نے امام تشنہ کام
کو بھوکا پیاسا تین روز تک معرکہ کربلا میں رکھا اور پشت زین سے فرش زمین پر لٹا کر
اوس گلوے تشنہ پر جو بوسہ گاہ پیغمبر اور مطرح نظر فاطمہ اطہر تھا خنجر خونخوار اور تیغ زہر آب
دار چلا دیا اور اون کا خون کربلا کے چٹیل میدان میں بہا دیا۔ اس ایذا رسانی سے
روح پاک صاحب لولاک پر کیسا کچھ صدمہ نہ گذرا ہوگا۔ خاصکر جملہ نونہالان باغ نبوت
کا دنیا سے یکایک مٹ جانا بیبیوں بچوں کا ناپاک قید خانہ میں سخت تکلیف کھینچنا کیسا کچھ
صدمہ عظیم ہوگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ اون ظالموں نے اپنی حمق اور ابلہی کیوجہ سے ان باتوں کا
خیال ہی نہ کیا۔ چنانچہ بخاری اور ترمذی اہل عراق کی حماقت اور اون بے باکوں کی سفاہت
میں عبد اللہ ابن عمر سے ایک حدیث بایں مضمون روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے

محمد حسین نے خاص ایک درود
ابن زیاد صرف ایک سنی

تیسری فصل

(اون احادیث کے ذکر میں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہیں)

شواہد النبوۃ میں وارد ہے کہ ایکدن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کو ایک
ران اور اپنے صاحبزادہ ابراہیم کو دوسرے زانو پر بٹھائے ہوئے تشریف رکھتے تھے
جبرئیل علیہ السلام آئے اور سلام کے بعد عرض کیا کہ خدا تعالی آپکے لئے ان دونوں کو
جمع نکرے گا ضرور ان میں سے ایک کو اپنے پاس بلالے گا لہذا آپکو اختیار دیا جاتا ہے کہ
ان دونوں صاحبوں میں سے آپ جسے چاہیں اپنے پاس رکھنا اختیار کریں آپ نے
کہا حسین کے فوت ہونیمیں تو مجھے ہی سوز و گداز نہو گا بلکہ مجھہ سے زائد اون کے فراق
میں علی اور فاطمہ بیقرار اور مضطرب ہونگے اور ابراہیم کے انتقال سے زائد تر میرے
ہی رگ جان کو نشتر الم پہونچیگا۔ پس اپنے رنج و غم کو اون کے ہم و الم پر ترجیح دینا مناسب
سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین دن بعد ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اسکے بعد
جب امام حسین آپ کی نظر کے سامنے آتے تو اہلاً و سہلاً فرماکر اون کے موںہہ کو بوسہ دیاکرتے
اور فرماتے کہ میں نے اپنے بچے کو اسپر سے قربان کیا اور فدا بھیجا۔ ترمذی نے اپنی سند
سے ابو یعلی بن مرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین
مجھہ سے ہے اور میں حسین سے۔ جو حسین کو دوست رکھتا ہے خدا بھی اوسے دوست رکھتا
ہے حسین اسباط میں سے ایک سبط اور سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔

واضح ہو کہ سبط نواسوں کو کہتے ہیں اور سبط گروہ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ پس اگر سبط
سے اول معنی مراد ہونگے تو مقصود ظاہر ہے اور اگر ثانی معنی (گروہ) مراد ہونگے تو اوسوقت
یہ مطلب ہو گا کہ حسین کی نیکیاں اور حسنات اسدرجہ کی ہیں کہ آپکے اعمال ایک بڑی
جماعت کے برابر ہیں اور آپ کا ایک سانس متبرک انفاس متبرک کثیرہ کے مانند ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں یہ بھی اشعار ہے کہ آپ کثیر الاولاد ہونگے
یعنے آپ کی نسل سے بہت سے لوگ پیدا ہونگے کذا فی لطائف النظائف۔ جعفر محمد صادق
سے روایت ہے کہ ایکدن امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما جناب سرور کائنات صلی اللہ

منبر پر جاؤ اونہوں نے فرمایا اے جگر گوشۂ رسول - اور اے راحتِ جانِ بتول - میں کہاں جاؤں میرے باپ کا کوئی بھی منبر نہیں یہ کہکر مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھالیا پس میں کنکریوں سے وہاں بیٹھا کھیلتا رہا - جب حضرت عمر خطبہ پڑہکر فارغ ہوئے تو مجھے گود میں لیکر اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا حسین تمہیں قسم ہے سچ کہو اسکی تعلیم تمہیں کسنے دی میں نے کہا بخدا مجھے کسی نے نہیں کہا اور نہ میں نے کسی سے سنا - حضرت عمر نے فرمایا پھر آپ مجھپر غصہ کیوں ہوئے - میں نے کہا ایکدن کا ذکر ہے کہ میں آپ سے ملنے کو گیا شاید آپ اوسوقت معاویہ کے ساتھ خلوت نشین ہونگے آپکے صاحبزادے دروازے پر کہڑے ہوئے لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرتے تھے مجکو بھی اونہوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی میں واپس چلا آیا یہ سنکر امیر المومنین نے فرمایا ای حسین تو عالی مرتبہ ہے تیرے رتبہ اور قدر کی حد ہم پا نہیں سکتے آپ کو اذن کی کچھ حاجت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے مرتبہ کے بعد ہم آپ کا ہی مرتبہ سمجھتے ہیں -

تیسری فصل

(اون احادیث کے بیان میں جن میں امام ابی عبد اللہ الحسین کے مقتل کی خبر دی گئی ہی)

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی مدت العمر میں تین صدمہ بہت بھاری اوٹھائے ہیں - ایک نبی آخر الزماں کا میری آنکھوں کے سامنے فوت ہونا - دوسرے حضرت فاطمہ زہرا کا دنیا سے میرے روبرو اوٹھ جانا - تیسرے حضرت حسین کی خبر شہادت اپنی زندگی میں سننا ہر چند کہ ان تینوں خبروں سے میرا دل وجگر پارہ پارہ ہے مگر قضا و قدر سے کسیکو کب چارہ ہے - ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل امین نے خبر دی کہ حسین دریائی فرات کے کنارہ شہید ہونگے - حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مجھسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا فرزند میرے بعد زمین طف میں مقتول ہوگا اور اونکی مقتل کی جو مٹی جبرئیل علیہ السلام نے لاکر دی ہی اور جسکا سرخ ہونا آپ کے شہید ہونے کی پوری علامت ہی اور یہ بھی فرمایا کہ اوسی میدان میں کئی روز تک اوسکی لاش مبارک دھوپ میں پڑی رہیگی اور وہیں اونکا مدفن اور خوابگاہ ہوگا -

عبداللہ بن عمر سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں مچھر کو مار ڈالے اوسکا کیا کفارہ ہے
عبداللہ بن عمر نے کہا ای سائل تو کن لوگوں میں سے ہے جواب دیا عراقیوں میں سے ہوں
آپنے فرمایا اے عراقی بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک مچھر کے خون سے تو فتوی پوچھتا ہے اور
تیری قوم نے رسول خدا کے نواسے کو بہو کا پیاسا ذبح کر ڈالا خدا کی قسم میں نے اپنے
کانوں سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین دنیا میں میرے
لئے دو ریحان ہیں۔ مگر دوسری روایت میں عبداللہ بن عمر ہی سے یوں منقول ہے کہ عراقیوں
میں سے ایک شخص نے اونسے دریافت کیا کہ مکھی کے مارنے میں گناہ ہے یا نہیں آپ نے
فرمایا اے عراقیو تم نے رسول خدا کے فرزند امام حسین کے قتل میں بھی کسی سے فتوی لیا تھا
یا نہیں۔ حیف صد حیف جسکے حق میں تمھارے سردار محمد رسول اللہ صلعم یوں فرماویں کہ
حسین دنیا میں مجھے چین دینے والا میرا ریحان اور آخرت میں بہشت کا سردار ہے اوسے تم نے
پیاسا بہو کا اپنے ہاتوں سے زمین پر لٹا کر ذبح کرنے میں کچھ دریغ نہ کیا اوسکے ننھے ننھے بچوں
او سکے اہل حرم کی پردہ دری اور خون میں ہاتہ رنگے۔ تہذیب التہذیب میں عبداللہ بن
عثمان بن خشیم سعد بن ارشد اور وہ یعلی بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایکدن رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لئے جاتے تہے اور بہت سے لوگ آپکے پیچھے پیچھے چلے
جاتے تھے راستہ میں امام حسین بچوں میں کہیل رہے تہے جناب سرور کائنات نے لوگوں سے
علیحدہ ہو کر چاہا کہ حسین کو پکڑ کر پیار کریں مگر حسین بچپن کیوجہ سے کبھی ادہر سے اودہر اور
اودہر سے ادہر اور کبھی دائیں کبھی بائیں بہاگتے پہرتے تہے اور آپ اونکو پکڑتے پہرتے تھے
انجام کار آپ نے ایک ہاتہ اونکی گدی کے نیچے اور دوسرا ذقن کے نیچے رکہا اور گالوں کو
چند بوسہ دیکر فرمایا کہ حسین مجھہ سے ہے اور میں حسین سے جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ
خدا کا محبوب ہے حسین اسباط میں سے ایک سبط اور بہشت کے جوانوں کا سردار ہے۔
نیز ایک معتبر کتاب میں منقول ہے کہ امام حسین رضے اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی صغیر
ہی تہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے خطبہ فرما رہے تہے میں دیکھکر منبر پر چڑھ گیا
اور امیر المومنین حضرت عمر سے کہا اے عمر میرے باپ کے منبر سے اوترو اور اپنے باپ کے

عراق میں قتل کرینگے بیٹے جبرئیل سے کہا کیا تم مجھے وہ زمین دکھا سکتے ہو جبرئیل نے وہاں کی
مٹی میرے ہاتھ میں دی۔ طبرانی کی ایک روایت میں ام سلمہ سے بدیں مضمون مروی ہے کہ حسین
میرے گھر میں تھے اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
یا رسول اللہ آپ حسین کو بہت پیار کرتے ہیں فرمایا ہاں دنیا میں اسکے سوا مجھے اور کوئی محبوب
نہیں جبرئیل نے کہا قریب ہے کہ آپ کی امت آپکے بعد انہیں میدان عراق میں قتل کریگی
اور ایسی زمین میں جو کرب و بلا سے بہری ہوئی ہے تین دن کا بہوکا پیاسا اپنے ہاتھ سے ذبح
کریگی۔ لیجیئے یہ اوس زمین کی مٹی ہے۔ ابن عساکر ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے امام حسین کے مقتل کی مٹی رسول خدا کو دی اور فرمایا کہ قاتل حسین پر خدا تعالیٰ
کا بہت بڑا غصہ ہے اور اوس سے زائد خدا کے نزدیک اور کوئی مبغوض نہیں۔ طبرانی کبیر
میں حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرور کائنات افضل موجودات نے فرمایا اے عائشہ
میں ایک حیرت انگیز بات اور تعجب خیز کلمہ تمکو سناؤں عائشہ بولیں ہاں فرمایا ایک فرشتہ
ابہی میرے پاس آیا اور اس سے پہلے کبہی آجتک میں اوسکی صورت سے آشنا بہی نہ تہا
آکر کہا آپکے فرزند حسین آپکے بعد مقتول ہونگے اگر آپ چاہیں تو لیجیے یہ وہاں کی خاک
ہے۔ دیلمی معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا
فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حسین کے قتل ہونے کی خبر دی اور اوس زمین کی خاک لا کر دی اور اوسکے
قاتل کا بہی نام بتلایا۔ بغوی ابن السکن ابن مندہ ابن عساکر انس بن حارث بن منبہ
سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عراق کی زمین میں سے ایک زمین میں جسے کربلا
کہتے ہیں میرا حسین شہید کیا جائے گا۔ تم میں جو کوئی حاضر ہو اوسکی مدد و اعانت فرض جاننا
اور اوسکی اطاعت کا غاشیہ دوش جان پر اوٹھانا۔ حاکم امالیہ میں بسند ضعیف انس رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل نجران میں ایک شخص غار کہود رہا تہا اوسمیں سے ایک تختی
جسمیں خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دستخطی بیت لکہی ہوئی تہی ع اترجوا امۃ قتلت
حسینا * شفاعۃ جدہ یوم الحساب * یعنے جس گروہ نے حسین کو قتل کیا۔ کیا وہ اوس کے
نانا کی روز قیامت میں شفاعت کی امید رکہتے ہیں نکلی گو یہ حدیث لفظاً ضعیف ہے

واضح ہو طف دریا کے کنارے اور جنگل کیجانب کو کہتے ہیں - کربلا کو طف کہنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ آب فرات کے کنارہ واقع اور جنگل کا سرا ہے - ہکذا فی کتب اللغۃ -

دلائل النبوۃ میں ام الفضل بنت الحارث زوجہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیض مرتبت میں حاضر ہوکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک پریشان خواب آج مینے دیکھا ہے فرمایا وہ کیا ہے - مینے عرض کیا کہ آپ کے جگر کا ایک ٹکڑا اور ایک ہی مبارک آنکھہ میری گود میں کینے ڈالدی ہے فرمایا خدا مبارک کرے بہت اچھا خواب تونے دیکھا ہے اے ام الفضل فاطمہ کے لڑکا پیدا ہوگا اور اوسے تیری گودی میں دینگے - ام الفضل کہتی ہیں اسکے بعد حضرت حسین پیدا ہوئے اور میں نے اپنی گود میں لیا اتفاقاً چندروز کے بعد حسین کو گود میں لئے ہوئے آپکے پاس پہر حاضر ہوئے اور اپنی گودی میں سے آپ کی گودی میں ڈال دیا -

تہوڑی دیر میں نظر اوٹھاکر کیا دیکھتی ہوں کہ جناب کے رخساروں مبارک پر انار کے دانوں کی طرح آنسو جاری ہیں - مینے عرض کیا اے رسول اللہ میرے ماباپ آپ پر سے فدا ہوں یہ بے محل رونا کیسا ہے فرمایا مجہے جبرئیل نے ابھی خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کے خون کے پیاسے ہے اور میری وفات کے بعد اسے اپنے ہاتوں سے ذبح کریگی - مینے عرض کیا یا رسول اللہ کیا فی الواقع ایسا ہی ہوگا فرمایا ہاں اور کربلا کی مٹی مجہے اوٹھاکر دی - ابن سعد حضرت علی اور حضرت عائشہ سے اور احمد حضرت علی اور ابو یعلی زینب بنت جحش سے اور طبرانی کبیر میں انس بن مالک سے اور ابن عساکر ام سلمہ اور ام الفضل بنت الحارث سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابہی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور بیان کیا کہ حسین دریاے فرات کے کنارے پر قتل کئے جاوینگے - اگر آپ چاہیں تو وہاں کی مٹی دکہاؤں مینے کہا ہاں جبرئیل علیہ السلام نے ہاتہ بڑھایا اور ایک مٹہی خاک کی مجہے دی بس میں اوسوقت سے بے اختیار زار و قطار روتا ہوں - ابن سعد ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلمہ نے فرمایا جبرئیل نے میرے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شہادت حسین کی خبر دی اور کہا آپکے صاحبزادے کو اہل عراق زمین

حاشیہ: اورد البیہقی و الحاکم عبارت ہذا فی دلائل النبوۃ عن ام الفضل بنت الحارث انہا دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ انی رایت حلما منکرا اللیلۃ قال وما ہو قالت انہ شدید قال وما ہو قالت رایت کان قطعۃ من جسدک قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت خیرا تلد فاطمۃ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمۃ الحسین فکان فی حجری کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخلت یوما علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتہ فی حجرہ ثم کانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہریقان الدموع قالت فقلت یا نبی اللہ بابی وامی مالک قال اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی

[illegible]

جسکا نام یزید ہوگا انتہی اسیطرح رسالہ ماثبت بالسنہ اور مفتاح النجا اور صواعق محرقہ میں مذکور
ہے کہ ایکدن فرشتہ باران ام سلمہ کے گہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آیا آنحضرت نے
اوس فرشتے کو اپنے پاس بلا لیا اور ام سلمہ سے فرمایا تم دروازہ کے دربانی کرو ہمارے بدون
اجازت یہاں کوئی نہ آنے پائے یکایک امام حسین تشریف لائے اور ایکہی جست میں رسول اللہ
صلعم کی گود میں جا بیٹھے آپ ہی بدر وار اونکے لب اور موںھ کو بوسہ دینے لگے فرشتہ نے
عرض کیا یارسول اللہ اس فرزند کو آپ محبوب رکھتے ہیں فرمایا بیشک فرشتے نے کہا آپکی
کی امت آپ کے تہوڑے دنوں بعد انہیں کربلا کے میدان میں جو عراق کا ایک حصہ ہے بھوکا
پیاسا قتل کریگی۔ اگر حکم ہو تو وہاں کی مٹی آپکو ملاحظہ کراؤں فرمایا ہاں فرشتہ نے ایک مٹھی
خاک آپکو دی حضور نے ام سلمہ کے حوالہ کی اور اوسوقت سے ہمیشہ مغموم اور محزون کی
صورتوں میں رہتے تہے۔ یہی روایت کئی طرق سے مرفوعا مروی ہے۔ بعض میں
فرشتے کا نام جبرئیل بتایا گیا ہے بعض میں نہیں احمد ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے
ہیں کہ آنحضرت نے مجھے ایک خاک کی مٹی دیکر فرمایا لو یہ امام حسین کے مقتل کی مٹی ہے اسے
حفاظت سے رکھو اسکا خون ہونا حسین کے قتل کی علامت ہے تب میں نے اوس خاک کو ایک شیشہ
میں بند کر کے حفاظت سے رکہا اور ہمیشہ اسبات کا خوف رہا کہ جسدن یہ مٹی خون ہوئے
تو قیامت کا سامنا آیا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں جسوقت وہ خون ہوئی وہی ساعت وہی
گہڑی امام کے قتل کی تہی۔ ایک روایت میں یہ بہی آیا ہے کہ فرشتے نے چھوٹی چھوٹی
کئی کنکریاں رسول اللہ صلعم کو دیں اور عرض کیا انکا خون ہونا امام حسین کے قتل کی کامل
نشانی اور پورا نمونہ ہے۔ صواعق محرقہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی جب جنگ صفین میں
تشریف لے گئے تو ایک ایسی جگہ جو دریائے فرات کے مقابل واقع تھے پہونچے لوگوں سے
دریافت کیا کہ اسجگہ کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا کربلا فرمایا اسیکو کربلا کہتے ہیں یہ ہی کرب و بلا
کی جگہ ہے لوگوں نے کہا ہاں پس حضرت علی نے اپنے سرشک باراں مثال سے زمین کو
تر کر دیا اور فرمایا میں ایکدن آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ زار زار
رو رہی ہیں میں نے عرض کیا میرے ماباپ آپ پر سے قربان ہوں یہ کیسا رونا ہے فرمایا

مگر معناً صحیح ہے کیونکہ اور حدیثیں صراحتہً اسبات پر دال ہیں کہ امام حسین کے قاتلین کے
حق میں رسول اللہ کی شفاعت نہ ہوگی غرضکہ اوس تختی کو آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا
آپ بڑہکر رونے لگے اور فرمانے لگے جو لوگ میری ایذا کے درپے ہیں وہ میری شفاعت سے
محروم رہینگے۔ طبرانی کبیر میں اور خطیب ابن عباس اور ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت
نے فرمایا سنہ ساٹہ ہجری میں حسین شہادت پائینگے۔ ابن عساکر حسین ابن علی سے روایت
کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک ابلق کتے کو دیکھتا ہوں جو میری
اہلبیت کے خون میں مُنہ ڈال رہا ہے۔ طبرانی معاذ بن جبل سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قتل حسین کی خبر دی اونکے مقتل کی
مٹی میرے پاس بھیجی اونکے قاتل کا نام اوسکی علامتیں سب مجھے بتائی گئیں خدا کی قسم
جس قوم میں حسین مقتول ہونگے اور وہ قوم قتل امام سے ظالموں کو نہ منع کریں تو خدا تعالے
اون کے دلوں میں اونکے سینوں میں تفرقہ پیدا کردیگا اونکی بدترین دشمنوں کو اونپر
تمام تسلط اور عام غلبہ دیگا۔ واضح وولائح ہو کہ رسول اللہ صلعم کے سگ ابلق سے
مراد شمر ملعون ہے کیونکہ امام حسین کا قاتل اور آپکے قتل پر وہی مصر ہوا تھا چنانچہ اسکا
بیان آئندہ بخوبی ہوگا اور بدترین شخص سے مروان مراد ہے کہ یزید پلید کے بعد بادشاہ
ہوکر اپنا تسلط ظاہر کیا اور تہوڑے ہی دن بعد مدعی نبوت ہوکر انواع انواع کے
ایذا اور اقسام اقسام کی بلائیں اونپر ڈالیں۔ ابن عساکر کی ایک روایت میں صراحتہً
یزید ملعون کا نام لیا گیا ہے اور اوسپر لعن وطعن ذکر کی گئی ابو یعلی ابو عبیدہ سے روایت
کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس دین کی بنا ہمیشہ نیک انداز
کے ساتہ رہے گی یہانتک کہ بنی امیہ میں ایک شخص جسکا نام یزید ہوگا وہ اسمیں رخنہ
پیدا کرے گا اور میری اہلبیت کے مٹانے کا قصد کرے گا۔ اسیطرح دوسری حدیث
میں جو ابو عالی اور حافظ ابو عبداللہ نعیم سے مروی ہے لفظ یزید صراحتہً آیا ہے۔ ابن ابی شیبہ
ابو یعلی حافظ ابو بکر محمد بن اسحاق وغیرہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا پہلے پہل اس دین میں جو شخص تبدیل اور تغیر کریگا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا

دریائی فرات کے مقابل میں ایک گانو جسکا نینوی نام ہے آپ نے قیام فرمایا اور کہا ای ابوعبداللہ
تجہے اس مقام کی کوئی حدیث یاد ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا میں ایکدن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا آپ کے رخساروں مبارک پر سیل سرشک جاری تھے۔
مینے عرض کیا یا رسول اللہ اسقدر رونے کا کیا سبب فرمایا تمہارے آنے سے پہلے مجہے جبرئیل
خبر دیگئے ہیں کہ حسین فرات کے کنارے شہید ہونگے۔ تہذیب التہذیب میں ایک روایت ام سلمہ
سے یوں بھی منقول ہے کہ ایکدن رسول اللہ صلعم پانو پہیلائے خواب راحت میں تہے کہ یکایک
چونک اوٹہے اور زور زور سانس لینے لگے اور پہر سو گئے تہوڑی دیر بعد پہر چونکے اور
سانس لینے لگے مگر اس مرتبہ پہلے سے کم سانس لئے۔ غرضکہ تین مرتبہ ایسا ہی کیا چوتہے
مرتبہ اوٹھہ بیٹھے۔ میں دیکھتی کیا ہوں کہ آپکے دست مبارک میں ایک قسم کی سرخ
مٹی ہے جسے آپ بار بار اُلٹ پلٹ کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکے
ہاتہ میں کیا ہے فرمایا جبرئیل مجہے کہہ گئے ہیں کہ حسین زمین عراق میں کشتہ ہونگے اور انکے
مقتل کی یہ مٹی ہے۔ شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گہر سے کہیں باہر تشریف لے گئے اور تہوڑی
ہی دیر میں تشریف لے آئے مگر ایک عجیب ہیئت پریشانوں محزونوں مغموموں کیطرح
بال بکہرے ہوئے غبار آلودہ ہاتہ میں کچہ لئے ہوئے آئے مینے یہ حال مشاہدہ کرکے عرض
کیا یا رسول اللہ میرے ماباپ آپ پر سے فدا ہوں یہ کیا حال ہے فرمایا اسیوقت جبرئیل
مجہے عراق کے اوس حصہ میں جسکا کربلا نام ہے لیگئے۔ امام حسین کے قتل کی جگہ اور میرے
اون فرزندوں کی مواضع قتل جو امام حسین کے ساتہ اپنی پیاری جانیں فدا کرینگے جبرئیل
نے دکھائی اور اونکا خون اوٹہا کر مجہے دیا لو دیکہہ لو میرے ہاتہ میں موجود ہے اسے لو اور
حفاظت سے نگاہ رکہو۔ باقی اس حدیث کا تتمہ اپنے موضع پر انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا۔
غنیۃ الطالبین مصنفہ حضرت غوث الاعظم میں مذکور ہے کہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم میرے گہر تشریف لائے اور امام حسین آپکے ساتہ تہے آنحضرت لیٹ
گئے اور امام حسین آپکے سینہ مبارک پر بیٹھے کہیل رہے تہے اتنے میں آپ اوٹہہ بیٹھے

ای علی ابھی جبرئیل میرے پاس ہو کر گئے ہیں اور خبر دے گئے ہیں کہ میرا فرزند حسین فرات کے کنارے جسے کربلا کہتے ہیں شہید ہوگا اور یہ خاک اوسکے مقتل کی مجھے دے گئے ہیں پس اس وقت سے میں نہایت بے قرار با آہ و زار رو رہا ہوں۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عائشہ کے حجرے میں ایک بالاخانہ بنا ہوا تھا جس میں جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات کیلئے حضرت تشریف رکھتے تھے ایکروز حسب معمول جناب غرفہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت عائشہ سے فرما گئے کہ ہمارے یہاں ہونے کی کسیکو بھی اطلاع نہ ہو وہاں کوئی بھی جانے نہ پائے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے امام حسین کے آنے کا علم بھی نہ ہوا۔ دیکھتی کیا ہوں کہ آپ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی کنار عاطفت میں تشریف رکھتے ہیں۔ جبرئیل امین نے پوچھا کہ یہ کسکا بچہ ہے فرمایا میرا فرزند میرے فرزند کا فرزند ہے۔ پس جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ آپکی امت کے بیرحم ظالم لوگ آپ کے تھوڑے دنوں بعد انہیں قتل کرینگے آپ نے ٹھنڈا سانس بھر کے حیرت ناکوں کی طرح پوچھا کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی کہا ہاں آپ ہی کی امت آئیے میں آپکو وہ زمین دکھا دوں یہ کہکر عراق کیطرف اشارہ کیا اور اوس زمین سے سرخ خاک کی ایک مٹھی اوٹھا کر آنحضرت کو دی اور کہا حسین کا یہ ہی مقتل ہے آنحضرت ابن الاخضر اصبغ بن بنانہ سے روایت کرتے ہیں کہ جسوقت حضرت علی میدان کربلا میں پہونچے ہیں۔ میں بھی آپ کے ہمرکاب تھا پس حضرت علی نے مجھسے خطاب کرکے فرمایا یہ جگہ ہماری اہلبیت کی اونٹ بیٹھنے کی ہے یہ ہی مقام اہلبیت کی اسباب کا محل ورود ہے یہ ہی موضع جوانان آل محمد کے قتل کا ہے یہیں میرے ننھے ننھے بچے بھوکے پیاسے جان ملب کو ظالم بیرحم قتل کرینگے یہیں آل عبا کی نسل منقطع ہوگی یہ وہی موضع ہے جس میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پارہ ہائے جگر کی لاشیں پڑیں گی یہ وہی جگہ ہے جہاں محمد صلعم کی بیٹیاں نواسیاں اور اونکے پیاری عزیزوں کی پردہ دری ہوگی اسمیں اہلبیت کے معصوم اور بے گناہ بچے اور عورتیں بے انصاف لوگوں کے ہاتھ میں اسیر اور قیدی ہونگے۔ یہ ہی وہ جگہ ہے جسپر آسمان اور زمین روئینگے۔ تہذیب التہذیب میں عبداللہ بن یحیی سے منقول ہے یحیی کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفین میں تشریف لے گئے تھیں آپکی ہمرکاب تھا

اس روایت کو مفصلاً حافظ عبدالعزیز جابری نے کتاب معالم العترۃ الطاہرین میں بیان کیا ہے

ہوتے ہی ابن عمر کو بلایا اور کہا ای ابن عمر کیا تمکو یاد نہیں تم نے مجھسے کہا تہا کہ جس رات میں کوئی تجہپر حاکم نہ ہو اوس رات میں تجھے نیند مبارک نہ ہو یعنے تم کہا کرتے تہے کہ ہر وقت بادشاہ کی اطاعت میں مصروف رہو اگر ایک رات بہی شہر میں حاکم نہ ہو اوس رات میں تجھے خواب راحت حرام ہے۔ قطع نظر اس کے مجھے اسبات کا بہی خوف ہے کہ تو ان لوگوں میں فساد ڈالکر عاصی اور نافرمان بنے۔ پس ابن عمر نے اول خدا کی حمد و ثنا کی پہر جواب کیطرف عنان توجہ پھیری۔ اور فرمایا ای معاویہ جو لوگ پہلے خلیفہ گذرے ہیں اونکے فرزند بحمد اللہ اس مجلس میں موجود ہیں تیرا لڑکا یزید اون سے بہتر اور افضل نہیں ہے اونہوں نے بھی اپنے باپوں سے اس خلافت کی درخواست کی مگر نہ ملی کیا اونہوں نے وہ لیاقت جو تو اپنے فرزند میں دیکھتا ہے اپنے اپنے فرزندوں میں نہ دیکھی یا جو چیز تو یزید کے لئے دوست رکہتا ہے وہ اپنے فاضل و بزرگ فرزندوں کے لئے دوست نہ رکہتے تھے نہیں رکہتے تھے۔ مگر اونہوں نے خود پسندی سے قطع نظر کر کے اس خلافت کا مرجع مسلمانوں ہی کو بنایا کہ وہ جسے چاہیں اس کے لئے اختیار کریں یزید سے زائد وہ لوگ خلافت کے مستحق ہو سکتے ہیں جنکے دلمیں خوف الہی جاگزین ہے جنکا ظاہر و باطن تقویٰ و طہارت سے آراستہ و پیراستہ ہے جنکو سب مسلمان فضل و علم کی رو سے اپنی ذاتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ رہا اسکا جواب کہ تو مسلمانوں کے نزدیک نافرمان ٹہرتا ہے اونکو مشقت میں ڈالتا ہے میں اسبات کو ہرگز نہیں چاہتا میں مسلمانوں میں ایک مسلمان بلکہ اونکا ایک خادم ہوں جس امر پر وہ جمع ہونگے اور جسکو اختیار کریں گے مجھے کیا عذر ہے۔ میں سب سے پہلے قبول کرونگا معاویہ نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے یہ کہکر عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلایا اور جو گفتگو عبد اللہ بن عمر کے حضور میں پیش کی تہی وہی اسکے سامنے دہرائی آپنے پہلے ہی سے معاویہ کا کلام قطع کر کے فرمایا۔ بخدا اے معاویہ تجکو تیرے لڑکے کی امر خلافت میں ہم نے خدا کو سونپا دیکہہ ہم کہے دیتے ہیں کہ اس امر میں کبھی مبادرت نہ کرنا اور یزید کی خلافت کا کبھی خیال بہی نکرنا ہاں نیابت کا حکم مسلمانوں ہی پر چھوڑنا۔ اور اونکی راے کے موافق کرنا نہایت مناسب ہے۔ یہ کہکر عبد الرحمن مجلس سے اٹھ بیٹھے

اور ہاتھہ میں مٹی لئے ہوئے الٹ پلٹ کر رہے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہے تھے میں نے
عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ سے قربان ہوں یہ کیسا رونا ہے اور آپکے ہاتھہ
میں یہ مٹی کیسی ہے فرمایا اسوقت نہایت خوشیکے ساتھ میں حسین کو سینہ پر لٹائے ہوئے
لیٹا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ مٹی دیکر فرمایا اسپر حسین کا خون گریگا اوسوقت
سے میں رو رہا ہوں۔

بیان میں عداوت یزید و امام حسین بن علی رضے اللہ تعالی عنہما کے

واضح ہو کہ جب سنہ اکتالیس ہجری میں امام المسلمین حضرت حسن بن علی اور معاویہ بن
ابی سفیان میں صلح واقع ہوئی (اس سال کو سال اتفاق بدینوجہ کہتے ہیں کہ امت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خلیفہ پر قرار واتفاق کیا) تو اسی سنہ میں معاویہ بن
ابی سفیان نے مدینہ پر مروان کو حاکم بنایا اور سنہ بنتالیس ہجری میں سیتان کے شہروں
میں سے ملک رے اور حبش کی ولایت میں سے ملک کوران فتح کیا اور سنہ پچاس میں امام
حسن کی وفات کے بعد اہل شام کو اپنے بیٹے یزید کی بیعت پر متفق اور مجبور کیا اور یہ اول
ہی امر تھا جسکا وقوع اسلام میں ہوا۔ اسکے بعد معاویہ بن ابی سفیان نے مروان کو لکھا
کہ جملہ اہل مدینہ کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرے یہاں خط آتے ہی مروان نے تمام رؤسائے
مدینہ اور عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا امیر المومنین معاویہ کی مصلحت اس
بات پر قرار پائی ہے کہ جسطرح حضرت ابوبکر حضرت عمر یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوتے ہے اسیطرح
وہ اپنے بیٹے یزید کو تمپر خلیفہ کرنا چاہتا ہے تم لوگوں کو بھی مناسب ہے کہ امیکی خوشی اور دلجوئی
کے لئے برغبت و رضا یزید کی بیعت قبول کرو اور عواطف خسروی کے ثمرے مزے سے
لوٹو۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کو سنکر تاب نہ رہی غصہ میں بے قرار ہو کر کھڑے ہوگئے اور کہا
اے مروان یہ طریقہ ابوبکر و عمر کی خلافت اور نیابت کا ہرگز نہیں۔ ہاں یہ طریقہ طریقہ
کسری وقیصر ہے۔ ابوبکر نے کونسے اپنے بیٹے کو خلافت دی عمر نے کس لڑکے کو اپنا جانشین کیا
مروان نے خطبہ ختم کیا اور یہ گفتگو بجنسہ معاویہ کو لکھہ بھیجی سنہ اکیاون میں معاویہ خود
مکہ میں آئے حج کا تو بہانہ تھا آیا تھا یزید کی بیعت ہی کے لئے۔ غرضکہ ارکان حج سے فارغ

جواب دیا کہ ایک عظیم الامر کے بندوبست نے مجھے جلد پہونچنے سے قاصر رکھا معاویہ نے پوچھا وہ ایسا کونسا کام تھا کہا میں اہل کوفہ کو بیعت یزید پر تیری وفات کے بعد مجبور کر رہا تھا بارے اون لوگوں نے میرے طرح طرح کے وعدے اور قسم قسم کے وعید سے یزید کی بیعت منظور کی معاویہ نے اسبات کو بہت پسند کیا اور اسکے صلہ میں وہی عہدہ او سکو پہر دیدیا جب مغیرہ کوفہ میں واپس آیا لوگوں نے معاویہ کا حال اوس سے دریافت کیا اور پوچھا اے مغیرہ معاویہ کو تو نے کس حال میں چھوڑا اوسنے کہا میں نے اوسکا پانو ایسی گمراہی کے گڑھے میں ڈالا ہے کہ قیام قیامت تک نکلنا دشوار ہے یہاں تو یہ ہی گفتگو تہی وہاں معاویہ نے تمام اہل شام سے اس امر میں بحث کی اور اونہوں نے خوشی خوشی یزید کی بیعت قبول کر لی جب اہل شام بیعت یزید پر متفق ہو گئے تو پہر معاویہ نے اور شہروں اور اطراف میں خطوط لکھے اور وہاں کے لوگوں سے بیعت کی استدعا کی۔

عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ ابن عمر نے جواب صاف دیا اور بیعت سے انکار کیا جیسا اوپر گذر چکا۔ اسکے بعد معاویہ نے اہل حرمین محترمین سے یزید کی بیعت کو کہا انجام کار بجز حسین بن علی اور عبدالرحمن بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن الزبیر نے اہل مدینہ میں سے اور ابن عباس نے اہل مکہ میں سے سب نے یزید کی بیعت کر لی معاویہ نے ان لوگوں کو بہت کچہہ انعام واکرام دیا اور ہمیشہ رعایت کے ساتہ پیش آتا رہا گو عام لوگوں کی بیعت نے اوسکے کچہہ آنسو پوچہہ دئے تہے مگر اوسکے دل کا کہٹکا اور قلب کی خلش بالکل دور نہ ہوئی تہی ہر وقت اسکا درپے تھا کہ یہ حضرات بزرگان صحابہ اور اولاد صحابہ ہیں جسطرح ممکن ہو انسے بیعت لینی چاہیے مبادا میرے مرنے کے بعد لوگ انکو خلیفہ نکریں۔ لہذا ایکدن عبدالرحمن بن ابی بکر کو خلوت میں طلب کیا اور بہت سے مال کا لالچ دیا کہ تم بیعت کر لو میں تمہاری رعایت ہمیشہ ہمیشہ تک مرعی رکھوں گا تمام عمر تمہاری اور تمہاری اولاد کے ساتہ ہر طرح سے سلوک رہوں گا عبدالرحمن نے کہا اے معاویہ یہ نقد اور زر و سیم میری آنکھوں میں کنکریوں اور پتہروں سے زائد وقعت نہیں رکھتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین مہدیین کا طریقہ اختیار کر

کر کے نکل گئے۔ اسکے بعد معاویہ نے ابن زبیر کو بلایا اور کہا کیوں صاحب تم ہمارے ساتھ
لومڑی کی طرح ایک سوراخ سے نکلکر دوسرے سوراخ سے ظاہر ہوتے ہو یہ تمہارے
ہی کئے کو تک ہیں کہ ابن عمر اور ابن ابی بکر کو ورغلانا اور خلاف عقل امر پر اونکو صلاح
دی عبداللہ بن زبیر نے کہا ای معاویہ اگر تو یزید کو خلیفہ کرنا چاہتا ہے تو آپ بنا بتیے
کنارہ کش ہو اور یزید کو اس مجمع میں لا ہم اوس سے بیعت کریں ہاں تیری اور تیرے
فرزند کی بیعت دو نقیضوں کا اجتماع یا دو ضدوں کا آن واحد میں ایک چیز پر صادق
آنا ہے ہم تم دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں بخدا یہ بیعت تو قیامت اور ابد تک درست
نہ ہوگی۔ ابن زبیر یہ کہکر کھڑے ہو گئے اور معاویہ نے منبر پر چڑہکر خطبہ پڑھا۔ حمد خدا اور
نعت مصطفے کے بعد کہا میں نے جو لوگوں سے سنا تھا کہ عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن
بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر یزید کی بیعت سے ناخوش ہیں یہ بات محض غلط نکلی یہ
صاحب اوسکے دل سے مطیع و منقاد ہیں خلیفہ ہم او نہوں نے یزید کی بیعت میرے ہاتہ پر کرلی
ہے تم بھی خوشی سے اوسکی بیعت قبول کرو۔ اہل شام نے کہا اے امیر جبتک وہ لوگ
علانیہ بیعت نکرینگے ہم راضی نہ ہونگے اور تیرے ہاتہ میں اپنا ہاتہ نہ دینگے معاویہ نے کہا
سبحان اللہ تم کیسے لوگ ہو کہ ایک مسلمان کے کہنے پر اعتماد نہیں کرتے بخدا اب تم سے
کبھی ایسا کلمہ میرے کان تک نہ پہونچے یہ کہا اور منبر سے نیچے اوتر آیا جب لوگ وہاں سے
نکلے تو عبداللہ بن عمر عبدالرحمن بن ابی بکر عبداللہ بن زبیر سے ملکر پوچھا کیا تم نے
یزید کی بیعت کرلی او نہوں نے کہا نہیں۔ اسیطرح رسالہ ماثبت بالسنہ شیخ محقق المعروف
عبدالحق دہلوی میں ہے۔ اسی رسالہ میں مذکور ہے کہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ معاویہ اور
تمام اہل عراق کا کام دو شخصوں نے تباہ کیا۔ ایک عمرو بن العاص جسنے نیزوں پر
قرآن مجید باندہنے کی صلاح دی۔ دوسرا مغیرہ بن شعبہ جو معاویہ کی طرف سے کوفہ کا عامل
تھا معاویہ نے ایکدفعہ اوسے خط لکھا کہ بمجرد پہونچنے میرے خط کے اپنے کو معزول جان اور
بہت جلد اپنے آپکو مجھ تک پہونچا مغیرہ نے حاضری میں توقف کیا اور تھوڑے عرصہ کے
بعد خدمت امیر میں گیا معاویہ نے توقف کا سبب اور جلد نہ آنے کا باعث دریافت کیا

بدون ان بزرگواروں کے میں ابتک اس بیعت پر راضی نہ ہونگا پس یہ معنی کوفت خاطر یزید اور رنج کا باعث ہوا اور اسکے سوا ایک اور وجہ تنازع ترجمہ مختصر طبری میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی تھی پس یزید نے ابوموسی اشعری کو اپنے نکاح کے لئے اوس عورت کے پاس بھیجا اتفاقاً راستہ میں ابن عباس سے ملاقات ہوئی پوچھا اے ابوموسی آپ کہاں جاتے ہیں جواب دیا یزید نے عبداللہ کی مطلقہ کے لئے مجھے بھیجا ہے تاکہ اوسکی مواصلت پر اوسے راضی کروں ابن عباس نے کہا اگر ممکن ہو تو میری جانب سے بھی اوسے پیغام پہونچانا اتفاقاً امام حسین رضی نے بھی کسی شخص کو اوس عورت کی خواستگاری کے لئے بھیجا تھا جب ابوموسی اوس عورت کے پاس گئے اور یزید اور ابن عباس کا پیام دیا اوس عورت نے کہا اس سے پہلے امام حسین کا بھی پیغام میرے پاس آچکا ہے اب میں تم سے پوچھتی ہوں کہ ان تینوں میں سے میرے حق میں کون بہتر ہے ابوموسی نے کہا اے پاک بی بی اگر تجھے دنیا مطلوب ہے تو یزید کو اختیار کر اور اگر جمال صورت منظور ہے ابن عباس کو چاہ۔ اگر آخرت کا درجہ اور نسب درکار ہے امیرالمومنین حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی خواہش کر۔ اوس عورت نے حسین کو اختیار کیا پس یہ امر یزید کی کوفت خاطر اور رنجیدگی کا باعث ہوا اور قسم کھائی اگر میں حسین پر قادر ہوں تو جان سے جیتا نہ چھوڑوں انتہے۔

تہذیب التہذیب میں اسکا دوسرا سبب مذکور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں نے معاویہ پر خروج کی تحریص و ترغیب دی مگر آپ نے انکار ہی کیا اتنے میں ابوسعید خدری جو کبار صحابہ تھے امام حسین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے صاحبزادہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ آپکے شیعان اور قبیلہ کے لوگ معاویہ کے خروج پر آپکو مجبور کررہے ہیں آپ بھول کر معاویہ پر خروج نکریں کیونکہ میں نے آپکے والد ماجد سے بالمشافہ سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ گو میں ایک عرصہ تک کوفیوں پر حاکم رہا لیکن اونہوں نے مجھے ہمیشہ دشمن رکھا اور میں نے کبھی اونسے وفا کا نشان بھی نہ سنا گو میں اون کے ساتھ ہمیشہ مساوی رہا مگر بجز نیزہ کے طعن اور شمشیر کے زخم کے کچھ فائدہ حاصل نکیا

دیکھیے جب آنحضرت نے اس جہان سے رحلت فرمائی تو کیا اپنے اقربا میں کسیکو خلیفہ بنایا
یا خلافت کی وصیت فرمائی اسیطرح جب حضرت ابوبکر خلافت کے والی مقرر ہوئے تو
کیا اونہوں نے کسی اپنے فرزند کو اسکا مستحق جانا نہیں بلکہ مسلمانوں کے اتفاق رائے
حضرت عمر خلیفہ بنے اور افضل زمان ہونیکی وجہ سے لوگوں نے آپکو ہی امارت کا مستحق
جانا اسیطرح جب حضرت عمر کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو آپنے بھی سب لوگوں سے افضل
شخص کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی اپنے اقرباؤں اور فرزندوں میں سے کسی قریب اور
عزیز کو خلیفہ نہ بنایا پس عبدالرحمن بن ابی بکر اسمقام پر خاموش ہو گئے اور حضرت علی
کی خلافت کا ذکر نہ کیا کیونکہ معاویہ کو علی سے ایک قسم کی کاوش اور رنج تھا اور حضرت
عثمان کا بھی صراحتہً نام نہ لیا ضمناً بیان کیا اسکے بعد معاویہ نے کچھ جواب نہ دیا مگر اتنا
کہا کہ اچھا کل میں خطبہ پڑہوں گا اتنا ہونا چاہیئے کہ میرے خطبہ پڑہنے تک کوئی شخص
میرا کلام قطع نہ کرے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اوس مجمع میں امام حسین بھی
تشریف رکھتے تھے معاویہ کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فضائل وشجاعت یزید پلید
بیان کئے اور اہل شام کی بیعت کا اظہار کیا حاضرین کو اہل شام کے خوف کیوجہ سے
طاقت جواب نہ تھی مجبور بیٹھے سُن رہے تھے لیکن ایک عبدالرحمن بن ابی بکر اور امام حسین
اور عبداللہ بن عمر وغیرہ اوس جلسے سے اوٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کے جواب میں ان بزرگوار
نے کہا ہم نے بیعت نہ کی اور نہ کریں مگر بعض لوگوں نے انکے جواب کی تصدیق نہ کی
اور یہ خبر اوڑا دی کہ ان صاحبوں نے بھی بیعت کرلی ہے۔ ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ
معاویہ نے عبداللہ بن زیاد کو اطراف ممالک اور اکناف بلاد میں یزید پلید کی بیعت کے
لئے بھیجا تمام شہروں کے مسلمانوں نے یزید کی بیعت قبول کی مگر پانچ بزرگان مذکورہ نے
اُس کی بیعت کا ربقہ اپنی پاک گردنوں میں ڈالنا مناسب سمجھا مگر جب معاویہ موسم حج
میں مکہ آیا تو امام حسین کو بہت سا مال دیا اور کہا آپ یزید کی بیعت کرلیں گو ظاہری ہی
سہی کیونکہ آپکی بیعت سے کسیکو چون وچرا کی گنجائش نہ ہوگی آپنے فرمایا اگر عبدالرحمن
بن ابی بکر اور عبداللہ بن عمر وغیرہ اس امر کو منظور کرلیں گے تو مجھے کیا عذر ہے ہاں

نہایت دانشمند پاکباز راست عہد نیک اطوار ہیں یہ خبر شاید اونکے کسی دشمن نے اڑائی ہے انتہے۔ تاریخ الخلفا میں مذکور ہے کہ جب معاویہ شام میں پہونچا تو اسمضمون کا خطبہ تمام حاضرین ارکان وغیرہ کو سنایا کہ اے بار خدایا میںنے اپنا ولیعہد اپنے بیٹے یزید کو کیا کیونکہ میںنے اوسے بزرگوں میں سے ایک بزرگ اور فاضلوں میں سے ایک فاضل پایا اے خدا جس فضیلت و بزرگی کا میں اوسمیں خیال کرتا ہوں اوسے تو اوسمیں تحقیق و ثابت کر دے۔ میںنے اوسے محض حب پدری اور شفقت کیوجہ سے والی خلافت نہیں بنایا اگر یہ امر میری ملحوظ نظر ہو تو سچے دل سے کہتا ہوں کہ اے خدا مرتبہ خلافت تک پہونچنے سے پہلے اُسے موت دے یہ کہکر یزید کو بلایا اور امام حسین کے بارہ میں مزید وصیت کی کہ جہاں تک ہوسکے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے مرتبہ کی نگاہداشت ضرور کیجو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کیوجہ سے سب لوگ اونہیں دوست رکھتے ہیں تیری سلطنت و امارت کے رہنے کا باعث اونکے ساتھ سلوک اور مدارا ہے۔ خلافت کے اعلی غرفہ کا زینہ امام حسین کی اطاعت و انقیاد ہے انتہے۔ ترجمہ طبری میں ہے کہ معاویہ نے یزید سے کہا ای میرے فرزند جہانتک مجھہ سے ہوسکا تیری خلافت پر میںنے کوشش کی اور بڑے بڑے مبارزان جہاں کو اور کامل شجاعان زماں کو شکست دیکر تیری بیعت پر آمادہ کیا۔ ہاں پانچ آدمیوں نے اس بیعت سے انکار کیا سو میں اونکی بابت تجھے وصیت کرتا ہوں کہ عبد الرحمن بن ابی بکر ایک مرد عافیت طلب ہے اوسے گوشہ نشینی اور عزلت گزینی مطبوع و مطلوب ہے جو تجھہ سے ہوسکے اوسے دیتے رہنا اور کسی قسم کی تکلیف کے درپے نہ ہونا۔ عبد اللہ بن عمر ایک بڑا عابد شخص ہے وہ ہمیشہ عبادت کو دوست اور اوسمیں شاغل رہتا ہے اوسے ملک وغیرہ کی بالکل تمنا نہیں اوسکی بہی دلجوئی مدنظر رکھنی چاہیئے ہاں عبد اللہ بن زبیر سے غافل مت رہیو یا تو وہ بیعت کرے یا سزائی قتل کو پہونچے۔ اور ابو عبد اللہ حسین بن علی اگر بیعت پر راضی ہوں فبہا ورنہ اونکی عزت کو نگاہ رکھہ اور اپنے کو اونسے بچا اہل مکہ و مدینہ کو نیک رکھہ کیونکہ یہ لوگ خدا و رسول کے ہمسایہ ہیں۔ پس معاویہ بن ابی سفیان نے رجب کی بائیسویں تاریخ سنہ ۶۰ ہجری میں موضع دمشق میں رحلت کی

خدا کی قسم اومیں ثبات نہیں درست عزم نہیں کامل ارادہ نہیں دشمن کے نیزہ کہانے کی طاقت نہیں۔ رسالہ مذکورہ میں یہ ہی روایت اسطرح مذکور ہے کہ امام حسن کی وفات کے بعد کوفیون نے خباب امام حسین کو معاویہ سے لڑنے پر آمادہ کرنیکا ارادہ کیا اور کہا امام حسن نے تو خود اس خلافت کو تفویض معاویہ کیا اب آپ آپنے آبائی ممالک کو حیطۂ تصرف میں لاویں ہم آپ کے مستظہر اور معاون ہیں۔ امام حسین نے فرمایا میں حب دنیا سے علحدہ ہونیکی بہی خدا سے توفیق چاہتا ہوں اور یہ بہی امید رکہتا ہوں کہ حق سبحانہ ظالموں کو جہاد کیوجہ سے پامال اور نیست و نابود کرے جب مروان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو اوسنے فوراً معاویہ کو یہ مضمون لکھہ بہیجا کہ حضرت امام حسین سے میں بالکل بے خوف نہیں ہوں اونکا ارادہ تیرے مخالفت پر مضبوط اور قوی ہے پس معاویہ نے ایک خط امام حسین کے نام بایں مضمون لکھا جس شخصکو حق سبحانہ تعالی پیمان کی درستی اور عہد کی مضبوطی عطا فرمائے اوسے وفائے عہد کرنا لائق اور سزاوار ہے میں نے سنا ہے کہ آپ کی قوم میرے مخالفت پر آپکو دعوت کرتی ہے۔ نیز آپ یہ بہی خوب جانتے ہیں کہ اہل عراق نے آپکے والد۔ آپ کے بہائی کے ساتہ کسی قسم کی کوئی برائی کسی زمانہ میں نہیں کی اونکے ساتہ عمدہ خصائل اور نیک اطوار سے پیش آئے پس آپ کو بھی اونکی رعایت کرنی اور خدا سے ڈرکر اپنے عہد کی نگاہداشت ضرور ہے حضرت امام حسین رضی اللہ نے اس شقہ کا جواب اسطرح لکھا کہ آپکا خط میرے پاس آیا حال مندرجہ معلوم ہوا۔ جسنے میرے دعوے خلافت کی خبر تم تک پہونچائی ہے وہ محض ناراستی اور افترا پردازی پر ہے میں ایسے شخصکے حق میں صرف اتنا کہنا مناسب سمجہتا ہوں کہ خدا تعالے اوسے کبہی نیک راہ نہ دکہاوے میرا ارادہ تم سے جنگ کرنے کا تو کیا اس امر کا خیال و وہم بھی نہیں آپ سے بھی امید ہے کہ میری مخالفت کا بیج اپنے سینہ بے کینہ میں کبہی نہ بوئیں۔ میری نظروں میں آپ کی اور آپکی خلافت کی وقعت والد اور بہائی سے کچہ کم نہیں اسوقت تم جیسے مسلمان اور خلیفہ کے نام پر اگر میں مباہات اور فخر کا علم اوٹہاؤں تو زیبا ہے جب یہ جواب معاویہ کو ملا پڑہکر بہت مسرور ہوا اور کہا ابو عبداللہ حسین رضی اللہ عنہ بفحوای الولد سر لابیہ

مناقب و فضائل میں جنکا مفصلا اوپر بیان ہوچکا ہے بہایت لسبط کی ساتہ واضح کردیا گیا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن علیہ السلام کے حق میں فرمایا اس فرزند کے سبب سے مسلمانونکے
دو فرقوں میں صلح ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ ثانی فرقہ معاویہ اور اوسکے اتباع ہیں پس حدیث مذکورہ
کے بموجب معاویہ مسلمان ٹھہرے اگر خدانخواستہ وہ کافر تھے تو حدیث میں لفظ مسلمانوں کی
تصریح غلط ٹھرتی ہے۔ پانچویں وجہہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ معاویہ کے حق میں
خود فرماتے ہیں کہ اخواننا بغوا علینا فی الجملہ جو شخص اہل سنت و جماعت کی سلک میں منسلک
اور حزب الاعظم کے رشتہ میں منتظم ہے اوسپر واجبات سے ہوگا کہ معاویہ مغیرہ عمرو بن العاص
پر طعن و لعن کی زبان نہ کہولے کیونکہ اونکے کفر و ارتداد پر کوئی بھی دلیل و برہان نہیں
چنانچہ قدوۂ علما زبدۂ فضلا حضرت شاہ عبد العزیز مدظلہ تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے
ہیں کہ جب اہلسنت کسی مرتکب کبیرہ پر لعنت کے مجوز نہیں تو باغی مرتکب کبیرہ پر لعنت
کیوں جائز کہنے لگے اسباب میں اہلسنت کا متمسک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم ہے
کتاب اللہ ناطق ہے کہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات۔ اس نص سے صاف ظاہر
ہے کہ ہر مومن کے حق میں استغفار اور طلب عفو مطلوب ہے اور قاعدہ مقررہ اصول کے
موافق کسی فعل کا امر کرنا اوسکی خلاف کو منع کرنا ہے۔ پس قاعدہ اصولیہ امامیہ کے موافق
بھی استغفار کا امر کرنا لعنت کرنے سے باز رکھنا ہے معاویہ کے مومن ہونے میں تو شاید
کسیکو بھی کلام نہ ہوگا پس ہر مرتکب کبیرہ باتفاق شیعہ و سنی مومن ہے لقولہ تعالی وان طائفتان
من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما الخ پس اس آیت سے معاویہ کو لعنت کرنا منع ثابت
ہوا ہاں لعن بالوصف اہل کبائر کے حق میں آیا ہے چنانچہ فرمایا الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور
فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین لیکن درحقیقت لعن ایک صفت ہے صاحب صفت نہیں
اور اگر بالفرض لعنت صاحب صفت بھی ہوب بہی وجود ایمان مانع لعنت ہے شیعہ امامیہ کے
اصول میں مقرر ہے کہ جب اباحت و حرمت دونوں جمع ہوں تو وہاں حرمت ہی کو غلبہ ہوتا ہے
نیز وجود مقتضی باوصف تحقق مانع اقتضائی حکم کو چاہتا ہے پس لعن فقط وجود صفت پر
کبھی مترتب نہوگی تاکہ رفع ایمان جو مانع ہے حاصل ہو اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ

اور ابن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھی بعض کہتے ہیں یزید ہی نے نماز پڑھائی اور درواز
صغیر متصل دارالامارۃ دمشق علیحدہ مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

چوتھی فصل

(معاویہ کے مومن صادق ہونے اور انہیں بُرائی یاد نکرنے میں)

واضح ہو کہ تاریخ الخلفاء میں آیا ہے، معاویہ ابن ابی سفیان مرد حلیم مزاج تھا۔ مگر
اضعف المسکین محمد اکرام الدین حشرہ اللہ تعالیٰ فی زمرۃ محبین اہل بیت الطاہرین
عرض کرتا ہے کہ کتب تواریخ کی تتبع اور صحیفوں سیر کے تجسس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ
بن ابی سفیان کے مزاج میں ایک قسم کی حب دنیا تھی اور وہ غایت درجہ کا دنیا پرست تھا
اسی دنیا کی طلب وجاہت نے اوسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جدال وقتال پر آمادہ کیا
اور امام برحق کی بغاوت وطغیان کا سکہ صفحہ ناصیہ پر قیام قیامت تک لگایا مگر باینہمہ معاویہ
کو بُرائی سے یاد کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں اور اوسکی کئی وجہیں ہیں اولاً تو یہ کہ اوسکا
ایمان لانا رسول خدا پر یقینی ہے اور دوسری باتیں جو کتب تواریخ میں مذکور ہیں اکثر ظنی
ہیں اور یقین کے مقابل ظن کو نہیں مانا جاتا دوسرے یہ کہ اگر حطام دنیاوی کی وجہ سے کبائر
کا صدور معاویہ سے تسلیم بھی کر لیا جاوے تو اہلسنت وجماعت کا اتفاقی مسئلہ یہ ہے کہ
مرتکب کبیرہ (جیسے زنا لواطہ عقوق والدین ترک صلوٰۃ بغی فساد) مستحق لعنت کبھی نہیں ہو سکتا
پس امام برحق کی بغاوت اور خلیفہ مطلق کی سرتابی کو کبیرہ گناہ فرض کیا جاوے تب بھی وہ
مستحق لعنت نہیں ہو سکتی تیسری وجہ یہ ہے کہ ترجمہ مختصر طبری میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ
خود اس بات کی مقر تھی کہ بیشک بغاوت حضرت علی کی وجہ سے میں مرتکب گناہ ہوا اور اسکے
بھی معترف تھے کہ حضرت علی آل ابی سفیان سے افضل واولی ہیں اور اسکے بھی مقر تھے
کہ خلافت حضرت علی کو راست اور برحق ہے میں نے اونسے ناحق نزاع کی پس جب ہم ان
وجوہ کو اور اپنے اعتقادات کو باہم ملا کر انمیں موازنہ کرتے ہیں تو صریح ظاہر ہوتا ہے کہ معترف
گناہ کے صفحہ احوال پر رقم کفر نہیں کھینچ سکتے کیونکہ بندہ گناہ کی وجہ سے کبھی کافر نہیں کہلایا
جاتا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے خلطوا عملا صالحا وآخر سیئا الخ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام حسن

زانو پر رکھے ہوئے بدیدۂ پرنم فرماتے ہیں کہ ای قرۃ العین دشمن تیری ایذا رسانی پر آمادہ ہیں عنقریب تو میدان کربلا میں بے یار و مددگار اپنا گلا کٹا ئیگا اور ظالموں کی ظلم بھرے ہاتوں سے شہید ہو جائے گا میرے فرزند۔ یہ لوگ قیامت میں میری شفاعت سے محروم رہیں گے امام حسین علیہ السلام کو یہ خواب دیکھتے ہی شوق شہادت دامنگیر ہوا اور رضائی خالق پر دل کو مضبوط کرکے رضا بالقضا کا نعرہ مارا۔ ترجمہ طبری میں اسطرح مذکور ہے کہ یزید کے نامہ کا مضمون یہ تھا کہ معاویہ بندگان خدا میں سے ایک خاص بندہ تھا سو اوسنے وفات پائی اب میں اپنی بیعت و انقیاد سب لوگوں سے چاہتا ہوں تم کو سزاوار ہے کہ لوگوں سے بیعت لینے میں درنگ اور تاخیر نکرو معاویہ نے ہر چند ان چار شخصوں سے بیعت لینی چاہی مگر اونھوں نے انکار کیا آپ جسطرح ہو اول اونسے بیعت لینی چاہیئے۔ جب ولید کے پاس یزید کا نامہ پہونچا تو پہلے اوسنے امرا و اعیان سے مشورہ کیا مروان نے کہا ای ولید تو امیر المومنین یزید بن معاویہ کی اطاعت ہاتھ سے ندے اور چاروں حضرات کو طلب کرکے اوسکا حکم سنا اگر وہ لوگ بیعت کریں فبہا چاروں کا سر اوتار کر اوسکے پاس بھجدی ولید نے جواب دیا سبحان اللہ فاطمہ ابوبکر عمر زبیر کے جو بیٹے ہیں تو ایسا کہتا ہے اونکے قتل پر کونسی زبانیں راے دیتے ہیں اونکے جسم مبارک پر کس کے تلوار اوٹھیگے آخر کار ولید نے امام علیہ السلام کو بلایا چونکہ امام حسین کو پہلے ہی اس امر کا کھٹکا تھا آپ اپنے ہمراہ پچاس جوان مسلح لیگئے اور دروازے پر اونکو کھڑا کرکے کہا تم یہیں کھڑے رہو اور میری آواز سنتے رہو جب میں تمہیں آواز دوں فوراً چلی آنا یہ کہکر آپ ولید کے پاس گئے اور وہ دیکھتے ہی تعظیماً کھڑا ہو گیا اور یزید کا نامہ پڑہکر سنایا امام علیہ السلام نے فرمایا یہ خط چار آدمیوں کے نام پر ہے اون سبکو بلاؤ تاکہ ہم سب اکٹھے ہو کر بیعت کریں ولید نے کہا بہتر امام حسین علیہ السلام کھڑے ہو گئے۔ مروان نے ولید سے کہا امام کو یہیں قتل کر ڈال اور جانے کی فرصت ندے۔ امام نے فرمایا اے مروان تو مجھے مار نہیں سکتا۔ اگر تیری ہمت اور جوانمردی تجھے میرے قتل کو اوبھارتی ہے تو بسم اللہ حاضر ہوں شاید تو نے بنی ہاشم کی تلوار کی چمک نہیں دیکھی اور اوسی رات میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ تشریف لے آئے۔ قرطبی اور ابی حاتم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ جب ولید نے امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو طلب کیا تو

جیسے کافر کی موت بالکفر متیقن ہے اب اگر اوسمیں نیک صفات اور عمدہ خصائل پائی
جاوئیں غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم میں بھی طلب مغفرت اور ترک عداوت کو صرف ایمان
بدون تقیید عمل صالح کے مترتب کیا پس عداوت وبغض کو چھوڑنا اور احتراز عن اللعنة
کہ طلب مغفرت کو لازم ہے کرنا ہر مومن شخصکو ضرور ہے۔ رہی اقوال سلف سو کتب امامیہ
میں تواترًا منقول ہے کہ حضرت امیر نے اہل شام کی لعنت سے منع کیا ہے پس حضرت امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ کے منع پر کاربند اور عامل نہ ہونا اہلسنت کا کام نہیں ہے انتہے چونکہ بیان
کلام طویل ہے لہذا ترک کیا جاتا ہے من شاء التفصیل فلیرجع الیہ۔

پانچویں فصل

(اسمیں حضرت امام حسین کا مکہ سے عراق میں آنا اور مسلم بن عقیل کا شہید ہونا مذکور ہے)

واضح ہو کہ یہاں سے ماجرائے ہوش ربا اور واقعہ جگر گداز قیامت نما یعنے احوال شہدائے کربلا
کا ذکر ہوتا ہے جسکو سنکر ہر ایک فرد بشر کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہوتا ہے اور سوز بان سے زار
زار روتا ہے۔ روایت ہے کہ معاویہ کے انتقال کے بعد یزید پلید بادشاہ ہوا اور تخت سلطنت پر بیٹھکر
حکمراں ہوا سب سے پہلے اوسنے یہ کام کیا کہ ہر اقلیم ولایت میں اپنی بیعت کے لئے نامے لکھے
اور ایک نامہ ولید بن عتبہ بن سفیان کو جو حاکم مدینہ منورہ تھا باین مضمون لکھا کہ روئے زمین
کے خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان نے اس عالم فانی کو چھوڑا اور میں بجائے اوسکے حاکم مقرر ہوا
تمام مہمات امور سلطنت بقبضہ اقتدار اور حیطہ تصرف میں ہیں تم کو چاہیے کہ اہل مدینہ سے عمومًا
اور حضرت امام حسین عبد اللہ بن عمر عبد الرحمن بن ابی بکر وغیرہم سے خصوصًا میری بیعت لو
اگر یہ لوگ میری بیعت پر راضی نہوں اور بجائے اقرار انکار پیش کریں تو فورًا سب کے سر کاٹ کر میرے
دربار میں بھیجدو۔ اوس زمانہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ اکثر اوقات رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کے روضہ مبارک پر عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتے تھے ولید حاکم مدینہ نے امام حسین کو
بلایا اور یزید کا نامہ اول سے آخر تک پڑھ سنایا فرزند رسول مقبول نے یزید کی بیعت سے
انکار کیا کیونکہ یزید فاسق فاجر ستمگار آدمی تہا اور بدستور قدیم اپنے جد بزرگوار کے
روضۂ مبارک پر تشریف لے گئے اور شبکو رسول مقبول کو خواب میں دیکھا کہ فرزند حسین کا سر

اہل کوفہ کے جملہ خطوط عبد اللہ بن عباس کو دکھائے اونہوں نے فرمایا میری رائے میں یوں مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو یہیں تشریف رکھیں اور اپنی طرف سے اپنا وکیل وہاں بھیجدیں تاکہ اون کا
حال معلوم ہو کیونکہ کوئی بڑے بیوفا ہیں آپ کو معلوم نہیں یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپکے والد
کے ساتھ ظلم وجفا کی امام حسین نے فرمایا بارہ ہزار آدمی میرے ہمدم اور ہم قدم ہیں اور انہوں نے بیعت
اطاعت وبیعت کا ربقہ اپنی گردن شوق میں ڈالا ہے عبد اللہ بن عباس نے فرمایا اے صاحبزادے
اس جمعیت پر کبھی مغرور نہونا امتحان شرط ہے اگر آپکا قاصد اون لوگوں کا حسن سلوک تحریر کرے
پھر آپ شوق سے جاویں آپنے فرمایا بہتر ہے یہی رائے صواب ہے غرضکہ آپنے مسلم بن عقیل کو
بھیجنے پر مجبور کیا اور فرمایا کہ جاکر ایک گوشہ میں بیٹھنا اور کوفیوں کی اطاعت کے بعد مجھے طلب کرنا
تاکہ میں بھی پہونچوں پس جب مسلم کوفہ میں پہونچے تو آپ مختار بن عبید کے گہر میں اوترے اور تمام
کوفہ میں آپکے جانے کی خبر پھیل گئی کہ امام حسین نے پہلی ان صاحب کو اپنی بیعت کے لئے بھیجا
ہے اور پیچھے پیچھے وہ بھی تشریف لاتے ہیں پس اوسوقت بارہ ہزار آدمیوں سے زیادہ نے
حضرت مسلم کی بیعت کی اور ظاہر میں سبنے اونکے ساتھ محبت کا دم اور ولا کا نعرہ مارا جب
بتیس ہزار آدمیوں کے قریب حضرت مسلم کی رفاقت میں جمع ہو گئے تو حضرت مسلم نے امام
علیہ السلام کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تمام اہل کوفہ میرے یہاں آنے سے بہت خوش اور آپکے
دیدار کے منتظر ہیں اور ایک ایک شخص آپ کا متمنی ہے اور یہ خط کوفہ کے بڑے بڑے سردار وں جیسے
سلیمان بن شرط مصیب بن ناعیہ رفاعہ بن شداد حبیب بن مطہر ہانی بن عروہ نے بھیجکے ہاتھ امام
ہمام کی خدمت میں روانہ کیا جب یہ خط امام علیہ السلام کے پاس پہونچا آپنے بہت خوشیکے ساتھ
کوچ کا ارادہ کیا اور حضرت مسلم کو لکھہ بھیجا کہ تم مطمئن رہو۔ میں بہت جلد آتا ہوں چنانچہ دوسرے
روز قاصدوں کو رخصت کیا اور اپنے لوگوں کے پاس جو بصرہ میں تھے اپنا غلام بھیجا بصرہ
کے سرداروں نے سب لوگونکو جمع کرکے کوفہ کو روانہ کیا اور ادہر امام ہمام نے کوچ کیا یہاں تک
امام حسین نے بلا خوف وخطر کوچ کیا اودہر قضا وقدر نے کچھ اور ہی اپنا رنگ جمایا یعنے حضرت
مسلم اور اونکے دونوں بچوں خورد سال کو کوفیوں نے شہید کرڈالا چنانچہ تہذیب التہذیب اور ترجمہ
میں ہے کہ یزید کے دوستداروں میں سے ایک شخص نے جسکا نام عبد اللہ بن مسلم تھا نعمان

اونہوں نے جواب دیا اب شام ہوگئی ہے ہم علی الصباح علی رؤس الاشہاد بیعت کرینگے
تاکہ سب لوگ اس سی واقف ہوں اور وہاں سے آکر اپنے اعزا واقارب کو جمع کر کے مشورہ
لیا آپ کے عزیزوں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی امام حسن نے معاویہ کو دانستہ خلافت
دی تہی اب چونکہ معاویہ فوت ہوگیا ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں امام علیہ السلام
نے سب سے بیعت لی اور خفیہ راتوں رات اٹھائیسویں رجب المرجب کو عبداللہ بن زبیر کے ہمراہ
مکہ کو روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے چوتھی تاریخ شعبان کے مدینہ منورہ
سے مکہ معظمہ کیطرف کوچ کیا پہلے والد اور والدہ کے روضۂ مبارک پر جاکر کلمات رخصت اور سخنان
وداعیت زبان پر لائے پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ پر تشریف لائے اور
کلمات رخصت فرمانے لگے اوسکے بعد سب مدینہ والوں سے رخصت ہوئے آپ کی مفارقت
میں عموماً اہل مدینہ کو رنج تھا خصوصاً حضرت ام سلمہ کو تو بہت ہی بڑا الم تہا اور تیاری کے وقت
سب کی زبان پر یہ جاری تھا کردہ عزم سفر تحفظ خدا یار تو یاد ٭ فضل حق از ہمہ آفات نگہدار
تو باد ٭ الغرض سبکو نالاں اور گریاں چھوڑکر مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ جب یہ خبر کوفیوں
کو پہونچی تو اونہوں نے ڈیڑہ سو خط پے در پے معاویہ کے فوت ہونے کی تہنیت اور امام علیہ السلام
کے طلب پر بھیجے اور باہم اتفاق کر کے لکھا کہ ہم جان و مال سے آپ کیواسطے حاضر ہیں اور
حضور کی زیارت کے ایک مدت سے مشتاق۔ اور سب سے پیچھے جو اہل کوفہ نے معتبرین
قاصدین کے ہاتہ آپکو خط روانہ کیا اوسکا یہ مضمون تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ للحسین
بن علی من شیعتہ وشیعۃ ابیہ علی امیر المومنین سلام علیک امابعد فان الناس منتظر و نک
ولارائ لہم فی غیرہ العجل یا ابن رسول اللہ العجل یعنے ہم باہم متفق ہوکر عرض کرتے ہیں کہ ہم
خادم آپکی ملاقات کے منتظر ہیں اور اس رائے کے سوا ہماری خیالوں اور وہموں میں اور کوئی
بات نہیں آپ بہت جلد تشریف لاویں۔ جب اس قسم کے خطوط اور اکثر ایلچی یہاں جمع
ہوئے تو اول آپنے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ کیطرف روانہ فرمایا تاکہ اون
لوگوں کی وفاداری اور دوستداری ملاحظہ فرماویں اور چلتے وقت اون سے فرمایا کہ وہاں کے
لوگونکی مفصل کیفیت لکھ بھیجیں۔ طبری میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے

علیہ السلام کا قاصد ہوں اور اونکا نامہ اہل کوفہ کے پاس لایا تھا ۔ پس یہاں تمام اہل بصرہ
کو جمع کر کے کہا میں جانتا ہوں کہ تم میں حسین کا قاصد آیا ہے اور اونکا خط لایا ہے چنانچہ بیٹے اوسکو
پکڑا اور اوس سے اقرار کرایا کیا تم میری سفاکی اور بیباکی نہیں جانتے ۔ دیکھو میں اب کوفہ میں جاکر
مسلم اور اونکے تابعین کو کسطرح تہ تیغ کھینچتا ہوں تم بھی ہوشیار رہو اور آگاہ ہو جاؤ یہ کہکر امام
علیہ السلام کے قاصد سلیمان کو اوس مجمع میں بلا کر دوپارہ کیا اور کہا جس شخص کے پاس حسین کا خط
ہوگا اوسے بھی اسیطرح قتل کرونگا ۔ الغرض اسکے عقب آپ ہی کوفہ میں پہونچکر لوگوں کو بہت
دہمکایا یہانتک کہ حضرت مسلم کی جماعت کو بالکل پریشان اور پراگندہ کر دیا ۔ بعض روایتوں
میں آیا ہے کہ عبد اللہ بن زیاد جب کوفہ کو روانہ ہوا تو لشکر سے علیحدہ ہو کر حاجیوں کی صورت بنا کر
ایک بڑا سا عمامہ سر پر رکہکر مغرب و عشا کے درمیان اوس رستہ سے جہاں سے حاجی آتے
ہیں آیا چونکہ اہل کوفہ برابر امام علیہ السلام کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے اسے دیکھکر
سبکو یہ گمان ہوا کہ امام حسین علیہ السلام تشریف لائے ہیں دیکھتے ہی سلام اور مرحبا کے نعرے
مارنے لگے اور فدوت خیر قدوم کے دم بہرنے لگے اور خوشی خوشی دف بجاتے ہوئے امام علیہ السلام
کے خیال میں کچھ آگے کچھ پیچھے اکثر گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے قدم اوٹھائے چلے جاتے تھے
اور ہر ایک اپنے گھر میں اوتارنے کی استدعا کرتا تھا مگر یہ ملعون چپکا سنا کیا اور کسیکا جواب
ندیا ہاں اتنا جان لیا کہ انہوں نے حسین بن علی مجھے سمجھا اور اونکے دلوں میں امام کی بڑی
خواہش جمی ہوئی ہے غرضکہ اون سب لوگوں کو راستہ ہی میں چھوڑ کر دار الامارۃ میں فروکش ہوا
ترجمہ طبری میں مذکور ہے کہ جب عبد اللہ بن زیاد دار الامارۃ میں پہونچا تو نعمان بن بشیر نے دار الامارۃ
کا دروازہ بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑہکر ہجوم خلائق کو ملاحظہ کیا اور پھر گھبرا کر نیچے اوترا اور کہا
اے ابن رسول اللہ آپ اوپر ہی تشریف لے آویں اندر جانا مناسب نہیں مگر عبد اللہ بن زیاد
کے آدمیوں نے نعمان کو بہت سی گالیاں دیں اور سختی کے الفاظوں سے یاد کیا اور چاہا کہ
زبردستی سے دروازہ توڑ کر اندر چلے جاویں نعمان نے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ حسین بن علی رضی اللہ
عنہما میرے کوٹھے پر قتل کئے جاویں نہیں جبتک خود جان نہ دونگا دروازہ نہ کھولونگا اور یہاں
آنے ندونگا اسوقت عبد اللہ بن زیاد ملعون سے ضبط نہ ہو سکا سر سے عمامہ اوتار کر پھینک دیا اور

بن بشیر حاکم کوفہ کے پاس جاکر کہا کہ اے نعمان دس روز ہوگئے کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہیں اور امام حسین کیطرف سے بیعت کر رہے ہیں اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ امام علیہ السلام اب آیا ہی چاہتے ہیں تجکو مناسب ہے کہ مسلم کو پکڑ کر یزید کے پاس بہیج چونکہ نعمان بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے ہوئے تہا اور آپ کی صحبت سے کامل نصیبا اور وافر بہرہ پائے ہوئے تھا یہ سنتے ہی کلیجہ میں چوٹ سی لگ گئی اور کہا اے عبد اللہ اگر لوگ اوسکو چہپائینگے میں ظاہر نکرونگا اگر وہ میرے ساتہ جنگ کریں گے میں ہرگز نکروں گا۔ یہ سنکر عبد اللہ بن مسلم باہر نکل آیا اور یزید کو خط لکھا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہیں اور امام حسین بھی آنے والے ہیں لوگونکی بہت جمعیت اونکے ہمراہ ہے میں نے نعمان کیوں کہا اور اوسنے یہ جواب دیا۔ جب یزید پلید کو یہ خبر پہونچی نہایت کبیدہ خاطر اور پریشان تہا۔ ترجمہ طبری میں ہے کہ یزید نے اپنے باپ کے مولا کو جسنے یزید کو دودہ پلایا تہا بلایا اور اوس سے مشورہ کیا کہ حسین میری مخالفت کے لیئے مکہ سے آتے ہیں اگر کوفہ میں آگئے تو یہ سمجہنا کہ عراق ہاتہ سے جاتا رہا اب ایسی کوئی تجویز بتا وجس سے اونکے اعوان والنصار قتل ہوں اور یہ فتنہ بیٹھے اوسنے کہا یہ کام بجز عبد اللہ بن زیاد کے اور کسی سے نہ ہوگا پس یزید نے نعمان بن بشیر کو فوراً معزول کیا اور بجای اوسکے حاکم بصرہ عبد اللہ بن زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کرکے بہیجا اور لکہدیا کہ کوفہ میں بہت جلد پہونچکر مسلم بن عقیل اور اونکے یاروں مددگارونکو شہادت کا شربت پلا اور حسین سے اگر ملاقات ہو تو اوس سے بیعت لے اگر وہ بھی انکار کریں تو اونکا سر بہت جلد میرے پاس بھیج۔ فصول المہمہ میں ہے کہ اندنوں یزید عبد اللہ بن زیاد سے ناخوش تھا اور بصرہ سے معزول کرنیکا ارادہ کیا تہا مگر اسکام کے لئے اوسے لکھا کہ ملک بصرہ کا حاکم تجہے برقرار کہا اور مزید براں کوفہ کا تمام اختیار تجہے دیدیا عبد اللہ بن زیاد اس سے بہت خوش ہوا اور اپنے چھوٹے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب بناکر کوفہ میں آیا۔ بعض روایت میں ہے۔ اوسی رات کو مسلم بن جارود عبد اللہ بن زیاد کے پاس آیا اور کہا امام حسین کا قاصد آیا مگر حضرت علی کے دوستوں اور مہتران بصرہ نے اوسے پوشیدہ رکہہ چہوڑا ہے اگر تو وہاں جاوے تو شاید وہ لوگ تیری ڈر سے اوسے ظاہر کردیں۔ عبد اللہ بن زیاد نے اوسی رات کو حسین کے مولا سلیمان کو بلایا اور اوس سے آمد و رفت کی خبر کا پرساں ہوا اوسنے کہا بیشک میں امام

میں ایک شخص گرفتار رنج و محن غریب الوطن اوجڑی ہوئی خاندان نبوت کا ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہوں مسلم بن عقیل نام امام حسین علیہ السلام کا بھائی ہوں اگر تو اس رات مجھے اپنے گھر جگہ دیگی خدا تعالی اسکے عوض بہشت عطا فرمائیگا اوس عورت فرخندخصال نے آپ کی بہت تعظیم کی اور اپنے گھر میں لیجا کر کہانا پانی کہلا کر حفاظت سے ایک علحدہ مکان میں رکہا شام کو اوسکا بیٹا تیرہ دل گھر میں آیا اور اپنے ماکو ایک مہمان عظیم الشان کی خدمت میں مصروف پاکر پوچھا کہ تیرے ایسی خوشیکا باعث اور سرور کی وجہ کیا ہے اوسنے جواب دیا اے بیٹا خوش کیوں نہوں اور پہولی کیوں نہ سماؤں آج مسلم بن عقیل نے میرے خانہ بے فروغ کو رشک بستان ارم کردیا۔ دیکہہ بیٹا مینے اپنی سعادت آخرت جانکر انہیں مخفی رکہا ہے ابن زیاد بدنہاد کی فوج انکی متلاشی ہے کہیں کسی سے انکا حال کہنامت۔ وہ سنگدل سنکر رات کو تو سو رہا اور صبح ہوتے ہی ابن زیاد کو خبر کی اوس ملعون نے فوراً محمد بن اشعث کو ساٹھ آدمیوں ہمیت مسلم بن عقیل کے گرفتار کرنیکو بہیجا محمد بن اشعث نے آتے ہی طوعہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا جب حضرت مسلم کو یہ خبر پہونچی تو آپ مصلے سے اوٹھے اور سلاح بدن مبارک پر آراستہ کرکے میان سے تلوار نکالی اور رگ ہاشمی جوش میں آئی شیر غراں اور فیل ژیاں کیطرح گھر سے باہر نکلکر اوس گروہ وحشت پژوہ اور اوس جماعت روباہ خصلت پر حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں اکثر لوگوں کو جہنم واصل کیا جس طرف تلوار لیکر حملہ کرتے تہے برابر دس پانچ شقیوں کو اپنی تیغ بیدریغ سے مارتے تھے اور آپ پر کسیکو حملہ کرنیکی مجال نہ تھی مگر وہ بے دین دور ہی سے تیر چلاتے اور در و بام پرسے پتھر مارتے تھے آخرکار محمد بن اشعث اور اوسکے ہمراہیوں نے آپسے صلح کرلی اور امن دیکر باہم اتفاق کرکے کہنے لگے بہر خدا آپ تلوار کو میان کریں اور ہمارے ساتھ دار الامارۃ تک قدم رنجہ فرماویں غرضکہ اس مکر و حیلہ سے آپکو گھر سے باہر لائے اور ابن زیاد کے پاس لیگئے۔ حضرت مسلم تہلیل و تسبیح میں مشغول ہوئے اور اللھم احکم بیننا و بین قومنا غرونا وکذبونا ثمّ دفعنا الی ما دفعنا پڑہتے ہوئے اندر تشریف لے گئے یہاں ابن زیاد بدنہاد پہلے ہی لوگوں کو مسلح اور آمادہ کر رکہا تہا اور کہہ رکہا تھا کہ حضرت مسلم کا قدم اندر آئے اور سر باہر رہے یعنے فوراً سر اوڑادینا اور تاخیر کو عمل میں نہ لانا اور بعض روایت میں یوں بھی

اور غصہ سے کہا ای نعمان تجہپر لعنت ہو جلد دروازہ کہول پہر تو نعمان اور اونکے ہمراہیوں کے رنگ
اوڑ گئے چہکے چہوٹ گئے بالکل پسپا ہوگئے اور دروازہ کہولدیا گیا پس صبح ہی کو عبد اللہ نے مسجد
میں لوگوں کو جمع کیا اور سرداروں حاکموں کو اکہٹا کرکے مخالفت یزید اور موافقت مسلم بن عقیل
سے تہدید وتخویف کی اور ایک ہی دن میں تمام لوگوں کو پریشان کردیا روایت ہے کہ جب مسلم
نے کوفے کی مسجد میں نماز مغرب کی نیت باندہی تو اوسوقت تک آپکے ہمراہ پانسو آدمی تہے مگر
سلام پہیرا تہا اور اپنے آپ کو بیکس تن تنہا دشمن کے ہاتہ میں دیکھتا تہا اوسوقت نہ کوئی
مونس نہ غمخوار کوفیوں کی بیوفائی سے دلفگار جسطرف جاتے راہ نپاتے اور جدہر دیکہتے قضا
کو سامنے پاتے آخر الامر آپنے ہانی بن عروہ کے گہر میں پناہ لی یہاں عبد اللہ بن زیاد کو خبر
پہونچی اوس بدبخت نے ہانی کو بلایا اور حضرت مسلم کی خبر پوچہی اوسنے کہا بیشک آجکی رات
مسلم میرے گہر میں پناہ گزین ہیں انتہے۔ تاریخ ابی حاتم میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن زیاد بدبخت
بیرحم نے ہانی بن عروہ کو لوگوں کی عبرت کے لئے قتل کرڈالا جب حضرت مسلم کو اونکے قتل
کی خبر پہونچی تو آپ تیس ہزار آدمیوں سمیت عبد اللہ بن زیاد کے قتال وجدال کیلئے آمادہ ہوئے
مگر جب ابن زیاد نے آدمیوں کا ہجوم اور لشکر کی کثرت دیکہی تو خلاف اندیشہ میں دہنسگیا
اور کہا ایسی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے کہ باوجود قلت سپاہ کے اپنی آبرو بچے پس بجز قلعہ میں
بند ہونے کے اور کوئی بہی تدبیر نہ سوجہی۔ جب مسلم بن عقیل ابن زیاد کے قلعہ تک پہونچے
تو آپکے سب ہمراہی بہاگ نکلے صرف تین سو آدمیوں کے قریب ساتہ رہے آپ دیکہکر
بہت پریشان ہوئے اور دائیں بائیں حیرت کی نگاہوں سے دیکہنے لگے یہانتک کہ بارہ
آدمیوں سے زیادہ آپ کے پاس نہ تہے تب تو آپ ہراساں ہوکر چلا اوٹہے اور فرمایا ای لوگو تمہیں نے
متواتر ڈیڑہ سو خط بہیجکر ہم کو بلایا اور آپ ہی دشمنوں کے ہاتہ میں چہوڑکر چلتے بنے ابہی
دو ہی قدم پیچہے نہ ہٹے تہے کہ وہ بارہ آدمی ہی چلدئے یہاں ابن زیاد قلعہ کی کہڑکی سے بیٹہا
ہوا یہ تماشا دیکہہ رہا تھا اتنے میں رات کی تاریکی نے آسمان کے کناروں اور اربعہ جہات کو
گہیر لیا آخر کار ایک پیرزال عورت طوعہ نام کا دروازہ آپکو نظر آیا اوسکے پاس تشریف
لے گئے اور پانی کی مدد چاہی اوسنے پانی پلایا اور آپ کا حسب ونسب دریافت کیا فرمایا

اور نہایت غمگین ہوکر رونے کا سبب پوچھنے لگے اوسنے حضرت مسلم کی شہادت اور اون کا سر دمشق میں روانہ کرنے کی ساری کیفیت بیان کی اتنا کہنا تھا اور اونکا لڑکا بیقرار ہوکر زار زار رونا تھا پھر قاضی نے منادی کا حال اور اونکی تلاش میں گروہ بدمآل کا تفحص کرنا سنایا اور کہا ای میتیم بچو غریب الوطن کے فرزند و مصلحت امر اسمیں مناسب ہے کہ آج تمہیں مدینہ کے قافلہ کے ساتھ روانہ کردوں گا چنانچہ جب شام ہوئی تو قاضی نے اپنے لڑکے کو ساتھ کرکے کہا کہ بیٹا دروازہ عراقین سے ایک قافلہ مدینہ طیبہ کو جاتا ہے وہاں جاکر کسی صالح مرد اور نیکبخت شخص کے ان دونوں شہزادوں کو سپرد کردینا اور ہوشیاری کے ساتھ قافلہ میں روانہ کردینا قاضی کا بڑا لڑکا اسد نام دونوں کو ہمراہ لیکر مقام پر آیا مگر تقدیر کی خوبی سے قافلہ کوچ کرگیا تھا اور غبار سامنے سے اوڑتا ہوا نظر آتا تھا اسد نے کہا صاحبزادو۔ دیکھو وہ سامنے قافلہ جارہا ہے دوڑو اور جا ملو یہ تو بتلا کر ادھر آیا اور پھر قضا و قدر نے اپنا پراحیا یا چونکہ رات کا وقت تھا غم کی گھٹا چارونطرف سے جھوم جھوم کر آرہی تھی دونوں یتیم راہ بھول گئے اتفاقاً ابن زیاد بد اعتقاد کے پیادے دونوں شہزادوں کو پکڑکر کوتوال شہر کے پاس لائے اوسنے اوسیوقت حوالات میں بھیجدیا اور بیرحم نے بیباکی اور سفاکی کی وجہ سے یتیموں کی مظلومی اور بے کسی پر اصلا رحم نکیا مگر قید خانہ کا داروغہ ایک مسلمان پرہیزگار مشکور نامی دوستدار اہلبیت اطہار تھا اوسنے ان دونوں آفت رسیدہ مظلوموں کو گلے سے لگایا اور دلاسا تسلی دیکر اپنے پاس بٹھایا جب رات ہوئی تو اپنے ہمراہ دونوں شہزادوں کو لیکر مقام قادسیہ میں لایا اور اپنے انگوٹھی بطور نشانی کے دیکر کہا کہ قادسیہ میں پہونچکر میرے بھائی کو تلاش کرنا وہ تمہیں مدینہ طیبہ بلاخوف و خطر پہنچادے گا۔ یہ دونوں بیچارے مصیبت کے مارے قضا سر پر سوار خود پیادے مشکور سے رخصت ہوکر چل نکلے مگر قضا و قدر کے دائرہ سے کسیکا پانو کبھی باہر نکلا ہے۔ دونوں راہ بھولے ملک عدم رات بھر چلے مگر صبح کو جہاں سے چلے تھے پھر وہیں اپنے تئیں دیکھا تب تو خوف کے مارے ایک کھوکھلے درخت کی کھوہ میں جا چھپے اور حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح رضا و تسلیم کے عرصہ میں قدم جمائے رہے اوس درخت کے قریب ایک پانی کا چشمہ بھی بہتا تھا جب روز روشن ہوا تو ایک لونڈی آفتابہ لیکر اوس چشمہ پر آئی شاید ان دونوں نونہالان باغ کا اوس چشمہ میں عکس پڑتا تھا دیکھکر حیران ہوئی اور

کہا ہے کہ اثنائی قتال ہی میں کسی ملعون نے ایک ایسا پتھر آپکے نورانی پیشانی پر مارا کہ سارے
کپڑے خون میں سربتر ہو گئے اوسوقت آپ روبقبلہ ہوکر فرمانے لگے کہ ای حسین بن علیؑ تمہیں
کچھ مسلم خستہ جگر اور اپنے قاصد دل سوختہ کی بھی خبر ہے آپ کو شاید معلوم نہیں کہ مجھپر کیا گذری
افسوس میرا تو یہاں یہ حال ہوا مگر سب سے بڑا آپکا خیال ہے کاش میرے پاس اسوقت کوئی
ایسا قاصد ہوتا جو آپ کو یہاں آنے سے روکتا حیف جناب کو میرا حال زار کون سناوے
اور میری خبر شہادت آپ تک کون پہنچاوے غرض کہ پھر تو گروہ اشقیا اور جماعت ناحق آشنا
نے حضرت مسلم کو زخموں سے چور چور کرڈالا حتی کہ آپکو طاقت حملہ نہ رہی پھر تو آپ دیوار سے تکیہ
لگاکر روبقبلہ ہو بیٹھے کہ اتنے ہی میں ایک شقی بدذات نے آپکے نورانی چہرہ پر ایسا ہاتھ مارا کہ
لب مبارک کٹ کر گر پڑا مگر آپ نے سنبھلکر اوسی حالت میں اپنی تیغ جہاں سوز سے اوسے واصل
جہنم کیا پھر تو حضرت علیؑ کے لعل اور شیر خدا کے چاند پر ظلم کی گھٹا گھر گئی اور ستم کی آندھی
چاروں طرف سے چھا گئی ہر جانب سے نیزۂ و شمشیر کا مینھ برسنے لگا جب حضرت مسلم نیم جاں ہوگئے
اور دم واپسیں باقی رہا تب اشقیا نے آپ کو اوٹھاکر ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہونچایا اور
اوس بدبخت نے تیسری ذی الحجہ کو آپ کا سر معہ ہانی کے سر کے یزید پلید کے پاس شہر دمشق میں
بھیجدیا انا للہ و انا الیہ راجعون ؎ اب اوس غریب الوطن مسافر راہ عدم کے تن بے سر کی تجہیز و
تکفین کون کرے۔ آپ کی خبر شہادت امام حسین علیہ السلام تک کون پہونچاوے اور شہر کوفہ
میں آپ کے غم میں کون آنسو بہائے۔ الغرض جب حضرت مسلم۔ شہادت پاچکے تو ابن زیاد
بدنہاد نے ہر گلی کوچہ میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ ہمنے سنا ہے مسلم کے دو بچے صغیر سن اسی شہر
میں روپوش ہیں جو شخص اون دونوں کے سر کاٹ کر دارالامارہ میں پیش کریگا مورد انعام
اور محل احسان ٹھہریگا بخلاف اسکے جسکے گھر میں وہ مخفی ہونگے اوسکا گھر لوٹ لیا جاویگا وہ عزیز
جان سے مارا جاویگا اس منادی کو سنکر بہت سے اوباش کوچہ گرد نکلے اوٹھائی گیرے در و بام
تکنے لگے اور چیونٹیوں کی طرح زمین میں نقب لگانے لگے یہ دونوں صاحبزادے قاضی شریح کے
گھر میں جو اہلبیت کا دلی دوست تھا پوشیدہ تھے قاضی نے اس آواز کو سنکر دونوں صاحبزادوں
کو اپنے پاس بلایا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا محمد اور ابراہیم قاضی کو روتے دیکھکر چلا اوٹھے

جدائی میں بکثرت مغموم ہیں اوس بیرحم نے صاحبزادوں کے عنبرین گیسو جنکی خوشبو سے خطا و
ختن معطر تھی پکڑی اور قسم قسم کی ایذا رسانی کے ساتھ گھر سے باہر لایا اور فرات کے کنارہ
دونوں مظلوموں کو ذبح کر ڈالا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت مسلم کی فرزندوں کی شہادت تیسرے
ذیحجہ سنہ ۶۰ ہجری میں واقع ہوئی اور یہی تاریخ امام حسین کی خروج کی ہے ۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا عراق کی طرف کوچ کرنا اور میدانِ کربلا میں پہونچنا

واضح ہو کہ جب اکثر اہل کوفہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے اور آپ کی طلبی کا خط اونہوں نے
لکھا تو ساقیِ کوثر اور سردار جنت یعنے امام علیہ السلام نے سفر کا ارادہ ٹھرایا مگر حضرت ابن عباس
اور ابن عمر اس سفر سے مانع ہوئے اور کہا اے نور دیدۂ بتول اور اے لخت جگر رسول آپ
عراق کی جانب تشریف نہ لیجائیں اہل کوفہ سے ملاقات کی نہ ٹھیرائیں کیا آپ نہیں جانتے کہ
اللہ تعالی نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا کا مختار بنایا تھا مگر آپنے دنیا پر
تھوکا اُسے قبول نکیا آپ بھی اس پیر زال پر لات ماریئے اور ہرگز التفات نہ کیجئے ۔ نیز اہل
کوفہ کی کج ادائی اور بیوفائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ سے اسوقت تک شہرۂ آفاق ہے
کوئی مخفی بات نہیں آپ نے فرمایا امارت و خلافت تو علیحدہ رہی اب تو اونہوں نے ڈیڑہ سو خط
میرے پاس بھیجے اور میری رشد و ہدایت کے طالب ہیں نیز حضرت مسلم نے بھی اونکی ساری
کیفیت لکھہ بھیجی ہے بھلا اب کیونکر نہ جاؤں اور امر ہدایت کسطرح عمل میں نہ لاؤں عبد اللہ
بن عمر نے آپ کو گلے سے لگایا اور رخصت کیا ۔ دوسری روایت میں حضرت جابر اور ابو سعید
خدری اور ابو واقد لیثی رضے اللہ عنہم بھی مذکور ہیں کہ ان سب نے ملکر امام حسین علیہ السلام
کو سفر سے منع کیا مگر امام نے نہ مانا اور سفر کی تیاری کی ۔ ترجمۂ طبری میں مذکور ہے کہ حسین
علیہ السلام جب مکہ سے باہر نکلے تو جو شخص آپکو دیکھتا تہا منع کرتا تھا اور کہتا تھا ای فرزند
رسول تمہارا کوفہ جانا مناسب نہیں اور کوفیوں پر اعتماد لائق نہیں عبد اللہ بن عباس
بھی تشریف لائے اور فرمایا آپ خانۂ خدا کی حرم سے نہ نکلیں اور اہل کوفہ کی ظاہری بیعت پر
مغرور نہ ہوں دیکھو تمہارے والد اور برادر کے ساتھ کسطرح پیش آئے اور اگر آپ جاتے ہی ہیں

جستجو کے بعد اوس درخت کے پاس آکر دیکھا کہ دو صاحبزادے جنکی پیشانی نورانی سے سعادت کا آفتاب درخشاں ہے درخت کی کھوہ میں بیٹھے ہیں انسے پوچھا تم کون ہو اور کس اُجڑے ہوئے باغ کے بوٹے ہو ان دونوں یتیموں نے دوستدار کی آواز سنکر اپنا سارا حال بیان کیا وہ لونڈی حضرت مسلم کا نام سنکر مضطربانہ چال اپنی بی بی کے پاس آئی اور سارا قصہ بیان کیا بی بی تو اہلبیت کے نام پر جان و مال پہلی ہی سے قربان کر چکی تھی بولی جلد جا اور اون دونوں یتیموں کو فوراً لے آ لونڈی آئی اور بہت سا دلاسا دلجوئی کر کے اپنے ہمراہ لے آئی اوس بی بی فرخندہ خصال نے اس خوشی میں اوس لونڈی کو تو آزاد کیا اور آپ خوشی خوشی اونکی خدمتگزاری میں مصروف ہوئی اور مہربان ماکیطرح کہتی تھی اے بے کسان مظلوم واے فرزندان معصوم تم گھبراؤ نہیں میں تمہارے لئے جان تک دریغ نکرونگی غرضکہ اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا کر ایک علٰحدہ مکان میں آرام سے سُلا دیا رات کو اوس عورت کا شوہر جو مسلم کے فرزندوں کا متلاشی تھا گھر میں آیا اور بغیر کھانا کھائے سرشام ہی سے سو رہا۔ جب آدھی رات گذری تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو جگا کر کہا کہ اے برادر اب سونیکا وقت نہیں رہا میں نے ابھی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ حضور روضۂ جناں میں جناب علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا کے ساتھ گلگشت کر رہے ہیں اور بہشت کی پٹریوں اور جدولوں میں ٹہل رہے ہیں ہمارے والد اور ہم بھی وہاں موجود ہیں مگر جسوقت جناب کی نظر ہم دونوں پر پڑی تو آپنے فرمایا کہ اے مسلم تم تو چلے آئے اور ان دونوں کو تنہا ظالموں میں چھوڑ آئے حضرت مسلم نے فرمایا یا رسول اللہ وہ بھی میرے پیچھے پیچھے حاضر ہوتے ہیں سو اے بھائی یہ خواب یقین دلاتا ہے کہ ہم دونوں بھی باپ کیطرح شہادت پائینگے اور جنت کو سدھارینگے یہ کہکر دونوں باہم بغلگیر ہو کر ایسے چلا کر روئے کہ اس دردناک آواز سے اوس حارث کمبخت کی آنکھ کھل گئی عورت سے پوچھا آج گھر میں کون ہے وہ نیکبخت اس کمبخت کے جاگنے سے ڈر گئی اور کچھ جواب ندیا تب اوس تیرہ دل نے خود اوٹھکر چراغ جلایا اور جہاں یہ دونوں یتیم رو رہے تھے آیا دیکھا کہ دونوں دست و بغل ہو کر رو رہے ہیں پوچھا تم کون ہو چونکہ وہ بیچارے آفت کے مارے اس گھر کو پناہ کی جگہ سمجھے ہوئے تھے بیساختہ بول اوٹھے کہ ہم فرزندان مظلوم ہیں باپ کی

آنسوؤں سے بھر گیا- ترجمہ مختصر طبری میں ہے کہ جب امام ہمام سوار ہونے لگے تو ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں رخصت ہونے گئے اور اپنا کوچ کا ارادہ ظاہر کیا حضرت ام سلمہ سنتے ہی رو دیں اور فرمانے لگیں اے فرزند رسول تمہاری شہادت کا زمانہ نزدیک آگیا ہے کیونکہ ایکدن کا ذکر مجھے یاد ہے کہ تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ بھی آپکو لئے ہوئے بہت خوشی کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ یکایک جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے جسے آپ گود میں لئے ہوئے تشریف رکھتے ہیں آپ کی امت قصابوں کی طرح اوسے ذبح کریگی- آپ بہت مغموم ہوئے اور جبرئیل ع نے وہاں کی خاک آنحضرت کو دی کہ اس خاک کا سرخ ہونا حسین کی شہادت کا وقت ہے- چنانچہ وہ خاک رسول اللہ نے مجھے دی اور مینے ایک شیشہ میں نہایت حفاظت سے رکھہ چھوڑی ہے اوسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تم قریب الشہادت ہو کیونکہ اوس خاک میں کچھ رنگ کا اثر آگیا ہے امام علیہ السلام نے ام سلمہ کی گفتگو سنکر دل پر درد سے ایک سرد آہ کا دم کھینچا اور فرمایا رضینا برضا اللہ (الترجمہ) تقدیر کے نوشتہ کو دھونا محال ہے ٭ لاکھہ تدبیر سے ہوتا نہیں سیدھا اولٹا ٭ الغرض حضرت ام سلمہ نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے رخصت کیا- تہذیب التہذیب کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ امام علیہ السلام کے عراق جانیکی خبر حضرت عبد اللہ بن عمر نے مدینہ میں سنی وہ وہاں سے شتابی کے ساتھ مکہ آئے مگر یہاں امام حسین کے خیموں اور خرگاہوں نے مکہ سے دو منزل پرے اپنے آپ کو جا ڈالا- عبد اللہ بن عمر وہیں گئے اور آگے جانے سے منع کیا لیکن امام علیہ السلام نے نہ مانا اور کوفہ کی جانب تشریف فرما ہوئے چنانچہ جب آپکی شہادت کی خبر ابن عمر کو معلوم ہوئی تو افسوس کے ہاتھوں سے حسرت کے سینہ کو کوٹنے اور کہنے لگے حیف حسین نے ہمارا کہنا نہ مانا اور کوفیوں کے فریب وہی حیلہ سازی کے دام میں گرفتار ہوا حالانکہ اونکے حسن سلوک کو اپنے والد اور برادر کے ساتھ دیکھہ چکا تھا اونکو یہاں سے حرکت ہی مناسب نہ تھی مسلمانوں کی جماعت کا لزوم نہیں مناسب تھا- تہذیب التہذیب کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے کوچ کے وقت امام علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تو آپکے اس سفر سے بہت ہی ناراض ہوں

تو اپنے عزیزوں اور بچوں کو یہیں چھوڑے جائیے کیونکہ انجام کار نہیں معلوم کیا ہونا ہے اور یہہ
ظاہر ہے کہ اگر کوفی آپکے دوست ہوتے تو وہ ضرور یزید کے عامل کو کوفہ سے نکال دیتے مجھے اونکے
کج ادائی اور بیوفائی خوف دلا رہی ہے کہ خدانخواستہ وہ غدا آپکو گرفتار کرکے یزید کے پاس بہیجدیں
یا وہیں قتل کر ڈالیں اور آپکے بال بچے آپکا یہ حال دیکھیں گو ابن عباس نے اس قسم کی بہت سی
نصیحتیں پیش کیں مگر قضا و قدر نے تو آپکو اسی ارادہ سے گھر سے باہر نکالا تہا اور مشیت ایزدی
نے یہ مائدۂ نعمت آپکے لئے روز ازل سے بچہا رکھا تھا عبد اللہ بن عباس نے چلتے وقت
صاف طور سے یہہ بہی کہدیا تہا کہ اے ابن رسول اللہ بخدا میرا گمان ہے کہ جسطرح حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ اپنے زن و فرزند احباب و اقارب کے سامنے شہید ہوئے تھے تم کہیں اس سفر
میں شہید نہ ہو جاؤ مگر امام علیہ السلام نے نہ مانا آخرکار ابن عباس نے روکر فرمایا میں جانتا
ہوں کہ عبد اللہ بن زبیر نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے یہ کہکر ابن زبیر کے حق میں بددعا
کی اور اسکے بعد جہاں کہیں اونہیں دیکھتے تو فرماتے اے ابن زبیر اب تو تیری مونہہ مانگی مراد
حاصل ہوئی تو ایکمدت سے یہ بات چاہتا تہا کہ حسین علیہ السلام جاویں اور اونکی گدی مجھے ملے
طبری میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن زبیر اون دنوں میں مکہ کا امیر تہا اور اپنی امارت پر لوگوں سے
آشکارا اور کہلم کہلا بیعت لیتا تہا مگر دلمیں یہ خیال کرتا تہا کہ کہیں امام حسین چلے جاویں تو یہ
حکومت بلا شرکت غیرے میرے ہی قبضہ میں آجاوے گو لوگوں نے بڑے زور سے اس روایت
کو بیان کیا ہے مگر ضعف سے ہرگز خالی نہیں کیونکہ تواتراً یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عبد اللہ
بن زبیر امام حسین علیہ السلام کا دلی دوست اور مخلص محب تہا۔ چنانچہ اونہوں نے بہی اس
سفر کی تصمیم سے منع کیا اور اونکے جواب میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے بارہا سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مینڈھا ہے کیوجہ سے
کعبہ کی بے حرمتی ہوگی مبادا وہ مینڈھا میں ہی ہوں اور میرے ہی باعث سے کعبہ کی بے حرمتی
ہو۔ الغرض تمام سکنہ مکہ آپکے فراق میں روتے اور سر پر خاک اوڑاتے تھے۔ ترجمہ
صواعق میں منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے عراق جانے کی خبر آپکے بہائی محمد بن
حنیفہ کو ہوئی جو مدت سے مدینہ میں مقیم تھے اسقدر روئے کہ جو طشت وضو کے لئے رکھا تہا

سچ ہے مشیت لم یزلی سے سب مجبور ہیں۔ فصول المہمہ میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے کہ راہ
میں جب فرزدق شاعر ملا تو سلام کرکے دست مبارک کو بوسہ دیا آپنے فرمایا اے ابا فراس تونے
اہل کوفہ کو کسطرح چھوڑا اوسنے کہا یا امام دل اونکے آپکی جانب اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ
ہیں آگے اللہ کے بھید اللہ ہی جانے واللہ یفعل ما یشاء ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ
کوفیوں کے دل تو اونکے ساتھ ہیں اور شمشیریں آپکے ہمراہ پس دونوں روایتوں کا ماحصل
یہ ہے کہ وہ لوگ باطن میں آپکے ساتھ ہیں اور ظاہر میں بنی امیہ کے ہمراہ تہذیب التہذیب
میں یہ روایت یوں ہے کہ جب امام علیہ السلام مکہ سے باہر نکلے تو جبہ پوش کی ایک جماعت
جس میں فرزدق شاعر بھی تھا آپ سے ملے آپنے کوفہ کا احوال دریافت کیا اونسے کہا میں زبانکی
سخت مرض میں مبتلا ہوں بات کرنے کی تاب نہیں میں اشارہ سے کہتا ہوں کہ کوفہ مت جائیے
جب کوفہ دو منزل رہگیا تو حر بن یزید الریاحی معہ ایکہزار اسلحہ سوار کے آملا اور امام حسین سے
فرمایا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ جبتک میں آپکو اوسکے پاس نلیجاؤں آپ سے جدا نہوں گو
آپکی گرفتاری میرے حق میں موجب شقاوت ہے مگر میں خدا کی قسم کہاتا عرض کرتا ہوں کہ
آپ پر گرفتاری کا لفظ بھی اطلاق کرنا برا جانتا ہوں اگر مینے یزید کی بیعت نہ کی ہوتی اور
آپکے لانے پر بیڑا نہ اوٹھایا ہوتا تو کبھی آپسے متعرض نہ ہوتا امام حسین نے فرمایا کہ میں اپنی
خواہش دلی سے اسطرف نہیں آیا تم نے اکثر خطوط اور قاصد میرے پاس بھیجے اگر اب بھی تم
اپنے عہد پر قائم رہو اور اقرار و قول کو پورا کرو تو میں تمہارے ساتھ چلوں ورنہ یہیں سے
پلٹ جاؤں حر نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ اس بات کی خبر کہ کسنے تمھارے پاس خطوط بھیجے کسنے قاصد
روانہ کئے اور نہ میں اب آپکو چھوڑ سکتا ہوں الغرض حر نے آپکو روکا اور آپ بحکم قضا و قدر
حر کے ساتھ ہولئے اور بتاریخ دوم محرم معہ اپنے اصحاب و اہل کے میدان کربلا میں اوترے
جب آپ وہاں فروکش ہوئے تو وحشت کی اوداسی اور جنگل و بیابان کی وحشت دیکھکر
لوگوں سے اوس موضع کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اسکا نام کربلا ہے آپنے فرمایا کرب و بلا
کی جگہ یہی ہے ہمارے فرزندوں کا مقتل ہمارے اونٹ بیٹھنے کی جگہ ہمارے اسباب اوترنے
کی جگہ یہی ہے پس آپکے ہمراہی وہیں اوتر پڑے اور اونٹوں سے بوجھہ کھول کھول کر

آپ ایسی جماعت میں جاتے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کر ڈالا آپکے بھائی کو زخمی
کیا میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ تم یہیں رہو یہاں سے ہرگز ہرگز کہیں کا ارادہ نکرو جب
ابن عباس اصرار کے ساتھ پیش آئے تو آپنے فرمایا تم بوڑھے ہو گئے ہو عقل سے بعید رائے
دیتے ہو میرا دوسری جگہ قتل ہونا یہاں کے قتل سے بہتر ہے تاکہ مکہ کے حرمت مجھپر حلال ہو جاوے
القصہ مکہ میں کوئی ایسا نہ تھا جسنے آپکو منع نہ کیا تقدیر آپکے ہر وقت او بھاری تھی یہانتک
کہ ذیحجہ کی تیسری تاریخ سہ شنبہ کے دن آپنے مع اہل و عیال کے مکہ معظمہ سے کوچ کیا او
حضرت فاطمہ صغرےٰ کو بیماری کیوجہ سے ساتھ نہ لیا تمام یار و اصحاب کبار زار زار روتے اور
کہتے تھے ع بسفر رفتنت مبارکباد :: بسلامت روی و باز آئی بعض کتب تواریخ میں
امام کی روانگی آٹھ ذیحجہ سنہ مذکور کو لکھی دیکھی ہے مگر پہلی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے
ترجمہ طبری میں منقول ہے کہ آپکے تمام اہلبیت میں چالیس سوار اور نوے پیادہ تھے راہ میں
ایک دہقانوں کا گروہ سالیانہ خراج لئے ہوئے آیا اور امام حسین سے ملا آپنے اوس سے خراج لے لیا
اور فرمایا امامت کا استحقاق مجھے پہونچتا ہے یزید اسکا سزاوار نہیں پس اوسمیں سے حق بیت المال
تو لے لیا اور مسلمانوں کا حق واپس کر دیا - ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کے ہمراہ
کل بیاسی آدمی تھے جو سب کے سب عزیز و اقارب اور گھر والے تھے - آپ منزل بمنزل قطع
کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ راہ میں حضرت مسلم اور اونکے فرزندوں کی خبر شہادت سنی کوفیوں
کی بیوفائی یاد کرکے آپنے واپسی کا ارادہ کیا لیکن حضرت مسلم کے بھائی اور فرزندوں نے
نہایت مبالغہ اور بغایت اصرار کیا کہ ہم کو مسلم کے بعد یہ مستعار زندگی بھلی نہیں معلوم ہوتی
اب تو مسلم کے خونکا کوفیوں سے بدلہ لینا اور خود شہید ہو جانا منظور ہے اوسوقت تو آپکے
بھی آنسو بہہ نکلے اور فرمانے لگے تمہارے بعد میں زندہ رہکر کیا کرونگا چلو رضا بالقضا کا وظیفہ
پڑھو اور عراق کی راہ ناپو ابھی آدھی دور پہونچے تھے کہ راہ میں فرزدق شاعر ملا اوسنے
امام ہمام کے ہاتھ کو چوما او ہمام بن غالب آپکے ڈیرہ میں آیا — کوفیوں کی کیفیت
اوس سے آپنے دریافت کی اوسنے جواب دیا کہ کوفیوں کے دل آپکے ساتھ ہیں مگر اون کی
تلواریں بنی امیہ کے تابع ہیں آگے میں نہیں جانتا قضائے ایزدی کی کیا منشا ہے آپنے فرمایا

ور کسی گوشہ میں تشریف رکھئے آپ نے وہاں سے کوچ کیا قضا و قدر نے ہاتھ پکڑ کر میدان کربلا میں لا ڈالا جب آپ میدان کربلا میں آ گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے آپ کو خط لکھا اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا آپ نے خط پڑھکر پھینک دیا اور قاصد سے زبانی کہدیا کہ ہمارے پاس اسکا کچھ جواب نہیں قاصد کا یہ لفظ کہنا تھا اور اوس کمبخت کا نائرۂ غضب جوش میں آتا تھا اوسیوقت لشکر جمع کیا اور عمرو بن سعد کو جو رے کا حاکم تھا آپ کے قتال کے لئے طلب کیا عمرو بن سعد نے کہا تو اسکام سے مجھے معاف کریں اونسے لڑنے نہ جاؤں گا عبید اللہ بن زیاد نے جواب لکھا کہ یا تو امام حسین کے مقابلہ کے لئے تیاری کر یا رے کی حکومت سے دست بردار ہو اور گھر میں بیٹھ ابن سعد کا دامن حطام دنیا نے پکڑ لیا اور رے کی حکومت نہ چھوڑی گئی آخر الامر امام حسین کے مقابلہ میں آ ہی پڑا عبید اللہ بن زیاد لشکر جمع کرتا اور عمرو بن سعد کے پاس بھیجتا تھا یہانتک کہ بائیس ہزار آدمی جمع ہو گیا اور نہر فرات کو گھیر لیا تاکہ امام علیہ السلام کو ایک ایک قطرہ پانی سے ترساویں اور اہلبیت اطہار اور ذریت احمد مختار مطلق پانی نپاویں۔

تنبیہ مفتاح النجا اور طبری کی روایات میں باہم اختلاف ہے۔ مفتاح کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ امام حسین کے کربلا پہونچنے کے بعد ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو رے سے بلایا اور طبری کی روایت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ امام کے پہونچنے سے پہلے ہی ابن سعد یہاں آ پہونچا تھا والعلم عند اللہ روایت ہے کہ جب امام علیہ السلام کربلا میں پہونچے تو حضرت ام کلثومؓ آپ کی ہمشیرہ نے بھائی کی پریشانی اور بے سر و سامانی نیز وہاں کے گرد و غبار کو دیکھکر فرمایا کہ اے بھائی یہاں تو میرا دل اوڑا جاتا ہے بیقراری اور اضطرار کے غایت درجہ ہے اور جب آپکے گیسوے معنبر غبار آلود دیکھتی ہوں تو اور بھی زیادہ پریشان ہوتی ہوں خدا کے واسطے یہاں سے جلد کوچ فرمائی اور ہم کو کسی اور طرف پہونچائیے آپ نے حضرت ام کلثومؓ کو کلمات صبر و رضا تلقین فرمائے۔ ترجمہ مختصر طبری میں ہے کہ یزید پلید نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھ بھیجا کہ امام حسین اور اونکے اہل و عیال پر پانی بالکل بند کر دے ایک قطرۂ آب وہاں نہ پہونچے آپنے پہلے ہی سے چاہا تھا کہ ہم پانی کو گھیر لیں مگر فوج ابن زیاد نے نہر فرات کو گھیر لیا روایت ہے کہ محرم کی ساتویں تاریخ عمرو بن سعد مع لشکر کے میدان کربلا میں آ پہونچا

ذالدائے حر بن یزید نے بھی وہیں آپ کے مقابلہ میں اپنا لشکر اوتارا فصول المہمہ میں ہے کہ جب
اسکیدو منزل کو فروکش ہوا تو آپ سے حر نے مع فوج ملاقات کی اور کہا یا ابن رسول اللہ ابن زیاد نے
مجھے آپ سے قتال یا گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں آپ کا قدیمی غلام ہوں مجھے یہ منظور نہیں
کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی کروں کیونکہ ہمیشہ کے عذاب سے خوف ہے آپ
یہاں سے کوچ کر کے شبا شب کہیں اور تشریف لیجائے اور میں دوسرے راستہ سے چلا
جاتا ہوں اور ابن زیاد کو لکھے دیتا ہوں کہ حسین بن علی کہیں نہیں ملے چنانچہ امام علیہ السلام
اور آپ کے یاروں نے تمام رات قطع مسافت کی صبح کو پھر حر بن یزید آپ سے ملا اور عرض کی کہ
آج رات کو ابن زیاد کا ایک اور خط آیا ہے جسکا یہ مضمون ہے کہ امام حسین کے قتل و قید میں
کسی قسم کا قصور نکیجو ورنہ یزید کا مخالف اپنے آپکو تصور کرنا اب میں کیا کروں اوسکی فوجیں
برابر یہاں پہونچتی جاتی ہیں اگر میں آپ کو چھوڑتا ہوں تو اوسکو خبر کر دینگے اور میری شامت
آجائے گی پس امام علیہ السلام نے کربلا میں قیام فرمایا ترجمہ طبری میں ہے کہ امام علیہ السلام
ساتہ شبانہ روز برابر قطع مسافت کرتے رہے مگر پھر وہی زمین کربلا تھی آخر کو یہاں تک نوبت پہونچی
کہ اونٹوں کو مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے خادم جہاں میخ گاڑتے یا ہر درخت
سے لکڑی توڑتے تھے تو وہاں سے خون کا فوارہ جوش کرتا تھا آخر کار امام علیہ السلام نے رضائے
الٰہی پر راضی ہو کر فرمایا ہمارے وعدہ کی جگہ اور ہمارا مقتل یہی ہے اب یہیں اوترو اور
کہیں نہ جاؤ۔ ترجمۂ متعارف میں ہے کہ جب امام حسین کے خروج کی خبر یزید کو پہونچی تو اوسنے
ابن زیاد بدنہاد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ اب حسین مکہ سے باہر آئے اونکی گرفتاری کے
لئے راہ میں لشکر مقرر کرنے چاہئیں ابن زیاد نے مکہ کی راہوں میں لشکر روانہ کئے اور
عمرو بن سعد کو بلا کر چار ہزار لشکر کے ساتہ روانہ کیا یہاں امام علیہ السلام قادسیہ ہی میں تھے
کہ عمرو بن سعد نے حر بن یزید کو آپکی گرفتاری کے لئے روانہ کیا چونکہ حر بن یزید حضرت علی کے
دوستوں میں سے تھا اسنے آکر دیکھا کہ آپ بار برداری کی بوجھہ رکھے ہوئے معہ اہل و عیال
تشریف رکھتے ہیں دیکھتے ہی کہا اے فرزند رسول یہاں سے جلد کوچ کرو دیکھو عمرو بن سعد کا
لشکر پیچھے پیچھے آرہا ہے آپنے فرمایا میں ان اہل و عیال کو لیکر کدہر کوچ کروں حر نے کہا آپ چلئے اور

آیا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ کہ الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ تمنے
نہیں سنا کیا اس حدیث میں میری خون کی حفاظت اور حرمت کا حکم نہیں ہے اس تقریر نے
لوگوں پر کچھ ایسا اثر ڈالا کہ سبکے سب عالم سکوت میں نیچے گردنیں ڈالے ہوئے کھڑے رہے
اور کسیکو تاب جواب نرہی مگر بعض ازلی کمبختوں نے ڈہٹائی اختیار کرکے کہا کہ صاحب
ہمیں خبر نہیں اور نہ ہم نے یہ حدیث سُنی فرمایا ابھی تک کوفہ میں دو ایک شخص موجود ہیں
اگر تم اونسے پوچھو تو وہ میری تصدیق کرینگے زید بن ثابت برا بن عازب انس بن مالک
جنہوں نے اپنی آنکھوں سے رسول خدا کو دیکھا اور اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی ہے۔
اونسے دریافت کرو چلو جانے دو یہ حدیث ہی نہ سہی کیا میں رسول خدا کے نواسہ ہونیں
بہی تمہیں شک ہے خدا کی قسم جب سے مینے سنا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کا غضب نازل
ہوتا ہے اوسوقت سے کبھی مینے جھوٹ کا خیال بہی نہیں کیا میں رب المشرقین اور رب المغربین
کی قسم کہتا ہوں کہ میری والدہ تمہارے پیغمبر کی بیٹی ہیں کیا مینے تم میں سے کسیکا خون کیا ہے
جو میرے قتل کے درپے ہو یا مینے کسیکا مال لوٹا ہے کہ اوسکا عوض مجھہ سے چاہتے ہو کیا
مینے کسیکو زخمی کیا ہے جسکا قصاص مانگتے ہو یہ کہتا تہا پر جواب کی نوبت کہاں صاحب
کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا یہ قول از روئے عجز کے نہ تھا کیونکہ آپ میدان
جنگ اور عرصہ بہادری میں کامل شہسوار اور پورے پہلوان تہے نیز اپنی شہادت کی خبر
اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تہی پھر عجز کا ہے کا مگر اس امر کا اظہار اور
اس ارشاد کی تکرار صرف اسوجہ سے تہی کہ دشمنوں پر حجت قائم ہو جاوے تاکہ اون غدار
بیوفاؤں کو خدا تعالی کے سامنے غدر کی کوئی جگہ نہ رہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتا ہے۔
وما کنا معذبین حتے نبعث رسولا تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب اعدائے دین نے فرزند
ساقی کوثر کے اطفال خردسال اور رفقائے فرخندہ خصال پر پانی بند کر دیا اور پیاس
کی شدت سے کسیکو بات کرنے کی تاب نہ رہی تو اوسوقت امام علیہ السلام نے عمر و بن سعد
کو اسمضمون کا خط لکھا کہ تین کاموں میں سے ایک کام کریا تو مجھے چھوڑ دے کہ میں حجاز چلا
جاؤں یا اجازت دے کہ اپنے اہل وعیال کو لیکر کسی اور ولایت میں جا بسوں یا مجھے

اور امام تشنہ کام پر پانی بند کر دیا ننھے ننھے بچے پیاس کے مارے بیتاب ہوئے جاتے اور
مثل ماہی بے آب مضطربانہ تڑپتے تھے پانی کسیطرح میسر نہ ہوتا تھا چنانچہ آپ کا یہ حال
دیکھکر بریر بن حضیر الہمدانی جو امام تشنہ کام کا دلی دوست تھا آگے آیا اور عرض کیا اگر
آپ فرماویں تو عمرو بن سعد کے پاس جاؤں اور پانی کی بابت کچھ عرض کروں آپنے فرمایا
تو مختار ہے اگر مناسب سمجھے جا پس بریر ہمدانی امام تشنہ کام کے رفیق عمرو بن سعد کے پاس
گئے اور سلام علیک نہ کیا اوسنے کہا اے بریر سلام تم اسلام اور سنت سید خیر الانام ہے تمنے
کیوں ترک کیا کیا میں مسلمان نہیں ہوں اور خدا اور رسول کو نہیں مانتا ہوں بریر نے کہا حیف
تیرے اس اسلام پر اور افسوس تیری اطاعت خدا اور رسول پر مسلمانی کا یہی اقتضا ہے
کہ فرزند رسول پر تونے خروج کیا اور اوسکے قتل کا درپے ہے دریائی فرات جس سے تمام
چرند پرند سیراب ہوتے ہیں حتے کہ کتے سور گدھے آمد و رفت کرتے ہیں اور تم اہل بیت حضرت
اور ذریت احمد مختار کو ایک ایک قطرہ آب سے ترساتے ہو اور پھر اپنے آپ کو مسلمان ٹھیراتے
اور خدا و رسول کا مطیع جانتے ہو عمرو بن سعد نے کہا یہ سچ ہے اونکی بزرگی اونکی علو ہمتی
میں خود پہچانتا ہوں مگر دعا لی عبد اللہ من دون قومہ ۞ الی خطۃ فیہا خرجت لحینی ۞ فو اللہ
ما ادری و انی لواقف ۞ علی خطر لا ارتضہ و حین ۞ اخذ الرے و الرے رغبتی ۞ ام ارجع مظلوما
بدم حسینی ۞ و فی قتلہ النار التی لیس دونہا ۞ صحاب و ملک الری قرۃ عینی ۞ اے بھائی
ہمدانی مجھے میرے نفس نے اس امر کی اجازت نہ دی کہ ملک رے کی حکومت غیر کو دوں اور
میں معطل و بیکار گھر میں بیٹھوں۔ یہ سنکر بریر ہمدانی امام علیہ السلام کے پاس آیا اور
کہا اے فرزند رسول اللہ عمر کی حکومت رے نے اوسکو آپکی قتل پر مجبور کر دیا ہے۔ ابن الاحضر
یحیی بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام لشکر یزید کے مقابل میں آئے
تو پہلے حمد خدا اور نعت رسول کی پھر فرمایا اے آدمیو دیکھو اور غور کرو میں کون ہوں
تم کو میرا خون بہانا میرے اور میرے زن و فرزند کی ہتک حرمت کرنا درست ہے یا نہیں
کیا میں تمھارے نبی کا نواسہ اونکے چچا کے بیٹے کا بیٹا نہیں ہوں کیا حضرت حمزہ سید الشہدا
میرے چچا نہیں تھے کیا میں خدا اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری سے خارج ہوں

یا مجھے اجازت دوسری شہر میں جانے کی دی یا یزید کے پاس بھیجدے وہ جو چاہے سو کرے عمرو بن سعد
لشکر میں واپس آیا اور اسمضمون کا خط ابن زیاد کو لکھہ بھیجا وہاں سے جواب آیا کہ امام حسینؑ کو پہلے
ہماری ملازمت میں آنا چاہیئے پہر ہم یزید کے پاس بھیجدینگے امام ہمام نے فرمایا میں براہ راست
یزید کے پاس جاتا ہوں اور ابن زیاد کی ملازمت مجھے منظور نہیں مگر ابن زیاد اسکو کب پسند کرنے
والا تہا دوبارہ لکھہ بھیجا یہ امام کی صرف حیلے ہیں اگر میرے ہاتہ پر اونہیں بیعت کرنی ہے شوق سے
چلے آویں ورنہ بہت جلد اونکا سر اوتار کر میرے دربار میں حاضر کر اور غفلت کو ہرگز دخل ندے
شاید تیرے حق میں بہتر ہو گا عمرو بن سعد اوسیوقت صف آرائی میں مشغول ہوا اور امام حسین
علیہ السلام سے کہلا بھیجا کہ میں نے بہت کوشش کی مگر سود مند نہوئی اور بہتیرا چاہا کہ تمہارے
خون میں گرفتار نہ ہوں مگر ابن زیاد کی طرف سے منظوری نہوئی اب میں بالکل بے لبس ہوں
اور بدون قتال کے کوئی چارہ نہیں جانتا ہوں آپنے فرمایا اچہا آج کا دن مجھے مانگے دے کل
جیسا ہو گا ظہور میں آجائیگا عمرو بن سعد نے اوس روز کی امان دے دی مگر ابن زیاد کو یہ خبر پہونچتے
ہی سخت غصہ آیا اور شمر کو بلا کر مشورہ کیا کہ عمرو بن سعد نے ہمارے ساتہ منافقی کی در حقیقت
وہ امام حسین کے ساتہ ہے اوسکا دل اونمیں ملا ہوا ہے تو وہاں جا اگر وہ امام حسین کے جدال
و قتال پر آمادہ ہو بہتر ورنہ اوسکے عہدہ پر تو ہو اور جلد امام کا کام تمام کر کے واپس آ شمر
ملعون باد صرصر کو مرکب بنا کر جناح استعجال کے ساتہ وہاں سے اوڑا اور آتے ہی عمر بن سعد
سے کہا میں تو تے لشکر کشی میں دیر کیوں کی جلد اوٹہہ اور اونکو ایکدم امان ندے عمرو بن سعد
نے خیمہ اطہر میں کہلا بھیجا میں تو اپنے عہد پر قائم تھا مگر ابن زیاد نے دوسرا حاکم بھیجا ہے وہ
آپکو ایک آن بھی امان دینا نہیں چاہتا اوسکے جواب میں آپنے کہلا بھیجا بہتر ہے اب تو
رات ہو گئی صبح تک مہلت دے شمر نے بھی صبح تک امان دینے کو پسند کیا یہاں رات بہر امام نے
ہتیاروں کی درستی اسباب کی صلاحیت کی کہ آدہی رات گئے ابن زیاد کا قاصد پہونچا اور کہا
امام کے خیموں میں ایک قطرہ آب نہ پہونچے اور تشنگی کی حالت میں لڑیں مریں اور بعد قتل امام
حسین کے اونکا جسم گہوڑوں کے سم سے پامال کریں عمرو بن سعد نے اوسیوقت پانسو سوار
لب فرات پر بہیجے اور پانی بند کر دیا پہر تو شدت تشنگی کیوجہ سے خلف ساقی کوثر مالک

یزید کے پاس بھیجدے وہ جو چاہے میرے حق میں کرے پس عمرو بن سعد نے یہ پیغام عبید اللہ
بن زیاد بد نہاد کو لکھ بھیجا عبید اللہ امام علیہ السلام کو یزید کے پاس بھیجنے پر گورضی بھی ہوا
مگر مایہ فساد شمر ذی الجوشن نے کہا اے عبید اللہ جبتک وہ تیرے حکم پر راضی ہو اور تیری
مرضی کا تابع نہ ہو اوسے یزید کے پاس نہ بھیج چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو لکھا
کہ اگر امام تشنہ کام بیعت قبول کریں بہتر ورنہ جلد قتل کر ڈال اور امام علیہ السلام کو لکھ
بھیج کہ ابن زیاد کی اطاعت بدون میں کچھ نہیں کر سکتا عمرو بن سعد نے ابن زیاد کے اس حکم
کو تو امام علیہ السلام کے پاس بھیجدیا مگر خود سوچتا رہا کہ کیا کروں اور جنگ امام سے پہلو
تہی اور تغافلی کرتا رہا اوسوقت شمر ملعون نے عمرو بن سعد سے کہا یا تو امام علیہ السلام سے
جاکر قتال کر ورنہ میں تجھے قتل کر ڈالتا ہوں عمرو بن سعد کی ملازمت میں اہل کوفہ میں سے تیس
آدمی موجود تھے اونہوں نے کہا اے عمرو بن سعد جب نواسۂ رسول خدا تین امروں میں سے
ایک امر کی اجازت چاہتا ہے تجھے اوسکے قبول کرنے میں چون وچرا کیوں ہے یہ کہکر وہاں
او ٹھکھڑے ہوئے اور امام علیہ السلام کے لشکر میں آملے اور بڑے بڑے جانبازیاں دکھا کر
آپ پر سے اپنی جانیں فدا کردیں انتہےٰ ترجمہ طبری میں ہے کہ جب عمرو بن سعد کوفہ سے چلا اور
امام علیہ السلام کے کربلا میں موجود ہونے کی خبر پائی تو اوسنے بھی اپنا لشکر وہیں امام کے مقابلہ
میں فروکش کیا امام ہمام نے چالیس سوار اور سو پیادوں کے ساتھ حرب کا ارادہ کیا اور
اعدا کے مقابل میں صف کھینچی عمرو بن سعد لشکر سے نکلکر آگے آیا اور امام علیہ السلام کو سلام
کرکے عرض کیا ہرچند کہ امر خلافت کے آپ ہی مستحق ہیں مگر خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ یہ کام تمسے
درستی پاوے تمہارے والد نے جنگ وجدال سے کیا بہرہ پایا جو تم پاؤگے باوجودیکہ آپکے
لشکر میں وہ بہتر تھے تبھی اسکو انجام نہ دیسکے اور جبتک زندہ رہے تلخ کامی اور کدورت
علیشی سے رہے آخر مخالفوں کے ہاتھ سے مارے گئے مگر آپ کے بھائی نے نہایت عقلمندی
سے امر خلافت کو چھوڑ کر معاویہ کی بیعت کرلی اور اپنی عمر مزے سے گزار گئے تم بھی اس
مخمصہ کو چھوڑ دو اور یزید کی بیعت اختیار کرو امام علیہ السلام نے فرمایا اے سعد تو تین کاموں
میں سے ایک کام کر یا تو مجھے چھوڑ دے کہ مکہ چلا جاؤں اور پھر اس خیال کی گرد بھی پھر نہ

بری فرزند استقلال موروثی کے سررشتہ کو نہ چھوڑنا اب نزدیک ہے کہ حق تعالے
ہے درجہ شہادت دے اور تین دن کا بھوکا پیاسا کل تک میری ماپس پہونچادے فرزند دلبند
نت تیرے لئے آراستہ ہے ماباپ تیرے انتظار میں ایستادہ اے میرے فرزند یہ مرتبہ او
بلو ملیگا کہ شربت شوق شہادت کا ذائقہ پائیگا یہ فرماکر امام علیہ السلام کے سینہ شیفص گنجینہ پر
نہ رکھکر فرمایا اللھم اعط الحسین صبرا و اجرا اے آلہہ حسین کو اول صبر عنایت کر پہر اس شہادت کا
ا ثواب دے اتنے ہی میں امام علیہ السلام کی آنکھہ کہل گئی آپ اوٹھے اور یہ خواب اہلبیت کے
سامنے بیان کیا سب کے سب روتے اور آہ وفغاں کا دہواں سینہ جگر دوز سے آسمان پر شرار
سطرح پہونچاتے تھے زینب و کلثوم برادر کے غم میں رو رو کر فرماتی ہیں کہ دیکھئے آج کی صبح
ہم بےکسوں غریب الوطنوں دشت و صحرا نوردوں پر کیا آفت ڈھاتی ہے ننھے ننھے بچے
ماؤں کی گودیوں میں سہمے جاتے تھے اور پیاس کی شدت پانی کی تنگی سے چلاتے تھے۔
طبری اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد نے آب فرات کو پس پشت کیا اور امام علیہ السلام
کا خیمہ فرات سے تین کوس پرے ریگستان میں ایستادہ تھا جب اشقیار بد شعار نے اہلبیت
پر ایک قطرہ آب کا مضائقہ جانا ناچار ہوکر آپنے کنواں کہودنے کا حکم فرمایا آپ کے ہمراہیوں
نے ستر ستر گز کہود ڈالا مگر پانی نہ نکلا اہلبیت تشنگی سے بیتاب مثل ماہی بے آب تڑپتے
تھے تشنگی کی شدت سے کام و زبان خشک تھے کسیکو گویائی کی مجال نہ تہی اشاروں
سے باتیں کرتے تھے انجام کار امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس بن علی کو مع تبد
رفقا کے لب فرات پر بھیجا اور فرمایا جسطرح ہوسکے تہوڑا پانی لاؤ تاکہ بچوں کی زبان کا
تر ہوں جب حضرت عباس لب فرات پر پہونچے تو اعدائے بے دین کی تیر باراں سے
مجروح ہوئے اور باقی رفیقوں نے جام شہادت سے تشنگی دور کی تہذیب التہذیب میں
بن سلیمان سے مروی ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کا خیمہ ریگستان میں د
اندر جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مصلا بچھائے تلاوت قرآن میں مشغول ہیں میں نے ع
کیا اے رسول مقبول کے فرزند آپ کا یہاں کیونکر آنا ہوا فرمایا مجھے اہل کوفہ نے خط
سے ... یہاں ... خون کے پیاسے ہیں میرے قتل ہیں اور نہیں کچھہ

ہجر و بر کی زبان سوکھکر کانٹا ہو گئی کہ اشارات سے گفتگو کرتے تھے اور امام کا خیمہ دہوپ میں ایستادہ اعدا قتل پر آمادہ نہ کوئی مونس نہ غمخوار نہ کوئی یار نہ مددگار چنانچہ روایت ہے کہ امام تشنہ کام صبح کی نماز پڑہکر تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے اور چشم پرنور سے آنسوونکا دریا بہ رہا تہا اسی حال میں کسی شخص نے آپ کا حال دریافت کیا فرمایا میں باغ نبوت کا ایک پژمردہ پہول غریب الوطن مبتلاے رنج و محن ہوں کوفیوں نے ڈیڑہ سو خط سے زیادہ لکھکر باصرار تمام مجھے بلایا اور بلاوجہ خود ہی میرے خون کے پیاسے ہیں سوچتا ہوں کہ کیا کروں اور ان ظالموں بیرحموں کے پنجۂ ظلم سے کسطرح نجات پاؤں جب روز روشن ہوا اور طبل جنگ اور قرنا کی آواز سنی تو آپنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سر مبارک پر رکہا حسن مجتبیٰ کا پٹکا زیب کمر فرمایا حیدر کرار کی ذوالفقار ہاتہ میں لیکر خیمۂ اطہر میں رخصت ہونیکے لئے آئے اب علی بن الحسین کا بیماری کی حالت میں اپنے والد بزرگوار کو اس ہیئت سے دیکہنا اور زار زار رونا خیمۂ اطہر میں شور قیامت برپا ہونا حضرت ام کلثوم اور زینب کا بہائی کی عاشق زار تہیں اونکا (اے بہائی اس کشتیٔ آل محمد کے تم ناخدا ہو کہاں جاتے ہو اور ہم کو دریاے غم میں غرق آب کرتے ہو کہکر) گریہ وزاری کرنا آپ کا کلمات صبر و تسکین تلقین فرماکر گہوڑے پر سوار ہونا اور سواری کے وقت سب کو دیکہہ دیکہہ کر رونا اور سب سے پہلے لشکر کے مقابلہ میں تن تنہا آنا کس زبان سے ادا ہو اور کون سے دل سے بیان ہو جب خیمۂ اطہر سے رونے کی آواز آئی تو آپ پہر خیمہ میں واپس آئے اور رونے کی ممانعت فرماکر کہا خاموش رہو ایسا نہو کہ دشمن شاد ہوں ترجمۂ طبری میں ہے کہ اہلبیت اطہار گرفتار پنجۂ ظالماں خونخوار تین دن کے بہوکے پیاسے شہادت کی شب میں سر شام ہی سے سجادۂ عبادت پر نگونسار تہے اور شوق شہادت میں سبکے سب جینے سے بیزار خاصکر عازم ملک اہل وفا امام تشنہ کام یاد الٰہی میں مشغول تہے عالم استغراق میں دیکہتے کیا ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معہ ایک جماعت ملائکہ میدان کربلا میں تشریف لائے اور امام علیہ السلام کو بغل میں لیکر فرمایا اے میرے فرزند میں جانتا ہوں اعداء بے دین تیرے خون کے پیاسے ہیں اور میری شفاعت سے قیامت کے دن نصیب ہونگے

دین کو باز رکھے پس اس فریاد کو سنکر حُر بن یزید الریاحی کو تاب نہ رہی کلیجہ تھامے ہوئے امام کی
خدمت میں پہونچا اور عرض کیا اے ابن رسول اللہ سب سے پہلے حضور کی گرفتار کرنے کے لئے
یزید نے مجھے ہی بھیجا تھا اور مشیت الٰہی نے مجھے ہی آپکو میدان کربلا میں لایا اب سب سے پہلے آپ کی
فریاد سنکر میں ہی جانثاری اور روح فدائی کے لئے حاضر ہوں مگر اتنا فرمائے کہ باوجودیکہ
میں اپنے گزشتہ کردار پر نادم ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ مُنہ اس قابل نہیں جو کل قیامت کے
دن رسول مقبول کو دکھاؤں میری توبہ مقبول ہوگی یا نہیں حضرت فاطمہ زہرا مجھہ سے راضی
ہونگی یا نہیں حضرت حیدر کرار مجھہ سے خوش ہونگے یا نہیں آپنے حر کو گلے لگا کر فرمایا اے حر تیری
توبہ حق سبحانہ کے درگاہ میں مقبول۔ میری والدہ تجھہ سے راضی۔ میرے جد پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم تیرے شافع میرے والد حضرت علی تجھہ سے خوشنود ہونگے پس حُر بن ریاح خوش ہوا اور
اپنی گوہر جان آپکے قدموں مبارک پر نثار کرنے چلا اور ایک ہی حملہ میں لشکر عمر سعد میں کہلا بلی مچا
بڑے بڑے بہادروں مبارزوں کے مونہہ پھیر دئے مگر اکیلا چنا بھاڑ کو کبتک پھوڑے گا۔
انجام کار شہید ہوگئے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حر کے ساتھ اوسکے بھائی بیٹے غلام بھی
شہید ہوئے پھر تو آتش قتال کے شرارے خوب ہی چمکے یہانتک کہ امام حسین علیہ السلام کے
تمام رفیق بیٹے بھائی بھتیجے شہید ہوگئے اور آپ تن تنہا ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر فرمانے لگے
کہ آہ آج تنہائی اور بیکسی ہماری مونس وغمخوار ہے آج اس دشت کربلا میں نکوئی یار اور
مددگار رہے اشقیائے بیدین خون کے پیاسے ہیں پس شمشیر میان سے نکال لی اور یہہ
اشعار پڑھتے ہوئے اعدا کے مقابل ہوئے انا ابن علی الخیر من آل ہاشمی ؛ کفانی بہذا مفخرا

حین افخر ؛ وجدی رسول اللہ اکرم من مشی ؛ ونحن سراج اللہ فی الناس ازہر ؛

وفاطمۃ امی سلالۃ احمد ؛ وعمی یدعی ذا الجناحین جعفر ؛ وفینا کتاب اللہ انزل صادقا ؛

وفینا الہدی والوحی والخیر یذکر ؛ وشیعتنا فی الناس اکرم شیعۃ ؛ ومبغضنا یوم القیمۃ
یخسر ؛ آپ یہ رجز پڑھتے اور اعدائے بیدین پر حملہ کرتے تھے لشکر سعد سے جو پہلوان نکلکر
آتا تھا امام علیہ السلام کے ایک ہی وار میں واصل جہنم ہوتا تھا یہانتک کہ آپنے کشتوں
کے پشتے لگا دئے۔ بازوی علی سے کونسا مبارز تھا جو بید کی طرح لرزاں نہ تھا اور

نہ ملیگا تھوڑے ہی دنوں بعد حق تعالیٰ اونپر ایک شخصکو مسلط کریگا کہ انکو تمام ذلیلوں سے
زیادہ ذلیل کردیگا۔ صواعق محرقہ میں مذکور ہے کہ جب امام علیہ السلام پر مصیبت کی گھٹا چھائی
تو آپکو اپنے برادر حسن علیہ السلام کی نصیحت یاد آئی جو رحلت کی وقت فرماتے تھے کہ اے
بھائی تمہیں بیوقوفوں اور کم عقلوں سے سخت تکلیف پہونچیگی اوسوقت صبر کرنا اور آبائی
استقلال کو ہاتھ سے ندینا انتہیٰ

امام علیہ السلام کی شہادت کا ذکر

اے مومنین سامعین ہوشیار ہو بیٹھو اور کلیجہ تھام لو اس بیان کے تحریر سے قلم سینہ چاک
اشک ریزاں اور برنگ دیدۂ ماتم زدگاں گریاں ہے جو سطر کہ خامہ مقطوع اللسان
صفحہ قرطاس پر لکھتا ہے صف ماتم سے زیادہ ہے فی الواقع ماجرائے شہادت شہنشاہ کربلا
ایک سانحہ قیامت خیز اور احوال پر ملال جانبازان قیامت صغریٰ ہے ایک واقعہ عبرت انگیز
ہے اہل اخبار نے فرمایا ہے کہ جب امام علیہ السلام کو کامل یقین ہوگیا کہ یہ اعدائے نابکار
قتل ہی کے درپے ہیں تو آپنے یاروں کو حکم فرمایا کہ خیموں کے آگے ایک ایسی خندق کھودو
جسکا صرف ایک دروازہ آمد ورفت کا رہے اور اوسی دروازہ سے ایک ایک آدمی باہر آئے اور
اعدا کا مقابلہ کرے غرضکہ جب سپیدہ سحر افلاک پر نمودار ہوئے امام تشنہ کام کے لشکر لعین کا
کا غلغلہ بلند ہوا فوج اشقیا نے طبل جنگ بجایا قرنا میں دم پھونکا لشکر ابن سعد نے آپ کو
محاصرہ کرلیا اور نائرۂ قتال اشتعال پایا ہرچند کہ بہادران لشکر امام علیہ السلام تین دن کی
بھوکے پیاسے تھے مگر شجاعت و جسارت ہمت و جرأت میں ہر ہر متنفس شہرۂ آفاق اور مشہور زمانہ
تھا چنانچہ جب لڑائی شروع ہوئی تو آپ کے لشکر میں سے ایک ایک بہادر مبارز طلب میدان
میں جاتا تھا اور لشکر اشقیا میں سے سو سو آدمی ملکر اوسپر حملہ کرتے اور جام شہادت نوش
کراتے تھے اور امام تشنہ کام لشکر اعدا سے تن تنہا جاکر رفیقوں کی لاشیں اوٹھا لاتے جب
یکے بعد دیگرے پچاس آدمی شہید ہوچکے اور اب عزیزوں قریبوں کے سوا اور کوئی نہ رہا
تب تو امام معصوم اور سید مظلوم چیخ اوٹھے اور نعرہ مارکر فرمایا کیا کوئی ایسا شخص ہے
جو خدا کی مدد کو پہونچے فریادرسی کرے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشقیائے

آپنے اپنے تمام اعزا و رفقا کو جو آپ کے ہمراہ تشریف لائے تھے جمع کر کے کہا اے لوگو تم
اپنے حق خدمتگزاری بجا لائے اور تابعداری کے حقوق ادا کر چکے میں آج اشقیا کے پنجہ ظلم
میں گرفتار ہوں تمہیں نہیں چاہتا کہ میرے سامنے اپنا گلا کٹاؤ اور یہ حال زار مجھے دکھاؤ
میں تمہیں دشمنوں کی حرب کے لئے اور اون کے تلواروں کی چمک دکھانیکے لئے نہیں لایا
مگر کیا کروں مشیت ایزدی اسیکو مقتضی تھی اب ہم تھوڑے ہیں اور وہ بہت کسیطرح رہائی
کی امید نہیں کیجا سکتی میں آج بخوشی تم کو جانے کی رخصت دیتا ہوں کہ جہاں تم چاہو
چلے جاؤ تم نے مجھسے بیعت کی اور وفا کی میں تم سے خوش ہوں اور میرے جد امجد تم سے
راضی۔ آپکے رفیقوں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اور اے جگر گوشۂ بتول یہ آپکے
کیسے خیال ہیں دین و دنیا کی دولت اور آخرت کی نعمت تو حضرت کے قدموں تلے ہے
بہلا ہم اِن قدموں کو چھوڑ کر کہاں جائیں اور روز قیامت میں خدا کو کیونکر موںہہ دکہائیں
اور آپکے جد امجد کے سامنے کونسا عذر پیش کرینگے آپ کو دشمنوں کے پنجۂ ظلم میں چھوڑ کر ہم
کہاں جائیں یہ بے قدر جانیں آپکے قدموں پر فدا کرنا دارین کی سعادت جمع کرنا ہے
پس آپ نے اونہیں لوگوں کو اپنا لشکر بنا کر مورچال کا حکم فرمایا اتنے میں ایک شخص طرماح
نام جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نہایت دوستی رکھتا تھا اور اوسی اطراف میں سکونت
رکھتا تھا آپ کی گرفتاری کی خبر سنکر اونٹ پر بیٹھا ہوا آیا اور امام علیہ السلام سے عرض
کیا اے حیدر کرار کی نشانی اوٹھو اور اس اونٹ پر بیٹھ میں تمکو ان ظالموں کے ہاتہ سے
چھوڑا کر اپنے قبیلہ میں پہونچا دیتا ہوں آپ نے فرمایا اے طرماح زن و فرزند کو چھوڑنا اعزا
و رفقا سے موںہہ موڑنا بڑی بے حمیتی اور ننگ کی بات ہے یہ سنکر اوسنے کوئی جواب ندیا اور
زار زار روتا ہوا واپس چلا گیا اور اسی رات کو آپنے وہ خواب دیکھا جو مفصل اوپر بیان
ہو چکا اور اسی رات کی صبح جو عشرۂ محرم اور جمعہ کا دن تھا امام علیہ السلام تیمم کر کے نماز کی
فکر میں تھے وہاں لشکر سعد صف بصف کھینچے ہوئے منتظر پیکار تھے نماز سے فارغ ہو کر آپ
دلدل علی پر سوار ہوئے اور خیمۂ اطہر میں سبکو رخصت کر کے میدان وغا میں تشریف لائے
اتمام حجت کے لئے گھوڑے سے اوتر کر ناقہ پر اسوار ہوئے اور اول خطبہ پڑھا پھر فرمایا اے لوگو

بہادر میدان کارزار سے عرب کے بڑے بڑے تلملا رہے دنگ اور عاجز تھے اُس شیر شجاع
بنی ہاشم سے عراق کے نامی گرامی لومڑی کی طرح سوراخ تاکتے تھے اور سامنے نہ آتے
تھے جب امام علیہ السلام تا دیر میدان میں مقابل کے منتظر کھڑے رہے اور لشکر اشقیا سے
کوئی بھی باہر نکلکر نہ آیا تو آپ ہی خود لشکر میں گھس گئے اور سیکڑوں نابکاروں کو دوزخ میں
پہونچایا پھر تو اونہوں نے باہم اتفاق کر کے زہرا کے لعل پر چاروں طرف سے تیر بارانی
شروع کی اور نیزوں تلواروں کے زخم سے اوس جسم نازک کو چور چور کر دیا اور حرم محترم
میں لوٹ کے ارادہ سے دوڑے آپنے زور سے للکار کر فرمایا ای بے عقلو شیطان کے دوستو
اگر کسی دین پر تم متدین نہیں ہو اور قیامت کا خوف نہیں رکھتے ہو کیا اپنے نسب اور عادات
سے بھی غافل ہو تم عربی ہونے کے مدعی ہو بتلاؤ اہل عرب کی لڑائی کا یہی طریقہ ہے میں تم سے
مقابلہ کر رہا ہوں یا عورتیں۔ عداوت مجھہ سے ہے یا عورتوں سے۔ بیعت یزید سے میں نے
انکار کیا ہے یا عورتوں نے اتنے میں شمر ذی الجوشن ملعون نے اپنے ساتھیوں اور ہمراہیوں
سے کہا اے بہادرو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص اور وہ بھی زخموں سے چور
تم سے نہیں مارا جاتا اگر انعام کے طالب ہو تو امام تشنہ کام کا کام جلد تمام کرو یہ سنتے ہی
اون بے حمیتوں نے تیر اور تلوار کی بوچھاڑ شروع کی یہانتک کہ آپ بیتاب ہو کر اسپ زین
سے فرش زمین پر گر پڑے عمرو بن سعد نے اپنے رفیقوں سے کہا اب کس بات کا انتظار ہے بہت
جلد اس تن کو بے سر کرو چنانچہ خولی بن یزید الاصحی گھوڑے سے اوترا اور سید معصوم
امام مظلوم کے تن خستہ سے سر کو جدا کر ڈالا۔ افسوس اے دنیاے دوں انا للہ و انا الیہ
راجعون اُدھر اشقیا خیمۂ اطہر میں دوڑے اور بادۂ اہل حرم کو جتنی بنی ہاشم کے بچے آپ کی
بیٹیاں اہلبیت وغیرہ تھے پنجۂ ظلم میں گرفتار کر لیا اور عمرو بن سعد کے حکم سے شہداء کی لاشیں
گھوڑوں کے سموں سے پامال کرائی گئیں انتہے۔ ترجمۂ متعارف طبری میں ہے کہ جب
خیمۂ اطہر سے شور و فغاں کی آواز آئی آپنے بیبیوں کو رونے سے منع فرمایا اور آسمان کی
جانب نظر کر کے کہا خداوندا تو جانتا ہے کہ اس قوم ناحق شناس نے مجھہ سے خود ہی بیعت کی
اور آپ ہی خون کے پیاسے ہیں میری داد و فریاد کو بجز تیرے کون پہونچ سکتا ہے اسکے بعد

دیکھو گواہ رہو پہلے پہل میں ہی امام پر تیر چلاتا ہوں اسکے بعد دو شخص ابن زیاد کے موالیوں میں سے لشکر سعد سے باہر آئے اور مبارز طلب کئے امیر المومنین امام علیہ السلام کے لشکر سے حبیب بن مظہر اور بریر بن الحصین باہر نکلے اور ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا پھر معقل بن یزید لشکر اعدا سے باہر آیا ادہر سے امام علیہ السلام کے فرزند دلبند نکلے اور بات کی بات میں تہ تیغ کیا دوبارہ لشکر سعد سے مزاحم بن حریث جو عراق کے ناموں اور بہادروں میں سے تھا آہن میں غرق ہاتھ میں برچھا لئے ہوئے آیا اور لاف و گزاف بکنے لگا پس لشکر امام سے نافع بن ہلال نکلے اور ایک ہی ضربت تیغ میں اوسے دوزخ پہونچایا اسیطرح بہت سے اہلکے امام رفقا ہاتھ سے مارے گئے عمر بن الحجاج جو لشکر سعد کا سردار تھا اور میمنہ پر جگہ رکھتا تھا اپنے فوج سے کہا اے لوگو اگر ایک ایک دو دو حملہ کروگے تو امام علیہ السلام اور اونکے رفیق تم سب لشکر کو شربت مرگ چکھائینگے اور وہ بہادران عرصہ کارزار ایک کو بھی زندہ واپس نہ جانے دینگے صلاح اسمیں ہے کہ باہم اتفاق کرکے ایک ہی بار حملہ کرو عمر و بن سعد کو بھی یہ رائے پسند آئی پھر تو اشقیا نے تیروں کا مینہہ اور نیزوں کی بوچھاڑ شروع کردی اکثر آپکے رفقا مجروح ہوئے اور بعض اعزا نے شربت شہادت پیا اسوقت امام علیہ السلام نے خود لشکر سعد میں جانے کا ارادہ کیا مگر عزیزوں نے آپکے گھوڑے کی باگ پکڑکے کہا اے ابن رسول اللہ جبتک ہمارے دم میں دم ہے آپکو حرب کیواسطے نہ جانے دینگے کیا اپنی آنکھوں سے ہم آپکے ایسے حال زار کو دیکہیں اور زندہ رہیں اس تقریر پر تاثیر سے آپکے آنسو نکل پڑے اور فرمایا احسن اللہ لکم جزا خیر الجزا الغرض لشکر امام سے ایک ایک نکلتا اور شربت شہادت نوش کرتا تھا یہانتک کہ جملہ اعزا شہید ہوگئے اور بجز بھائی بھتیجوں فرزندوں کے دوسرا نہ رہا پھر تو سید معصوم اور امام مظلوم جلالا وٹھے اور لوگوں کو وداع کرکے کہنے لگے لو اب میری باری آئی میں بھی اون جیسے ظالموں کے ہاتھوں سے مارا جاؤں گا اب اشقیا اُنکے دلکا حوصلہ نکال لیں پس باقی ماندہ اہلبیت اطہار نے عرض کیا جبتک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے آپ تشریف نہ جاویں ہمارے بعد آپ مختار ہیں پس سب سے اول آپکے بڑے فرزند علی اکبر قدموں پر گرکے التجا کرنے لگے کہ بابا جان علی اکبر کے وہ دن سامنے نہ آئے جو آپ تو شربت شہادت نوش

دیکھو اور غور کرو ہترسا سم خر عیسی کو کیا عزیز رکھتے ہیں یہودی اگر موسی اور عزیر کی
کوئی چیز پاویں کیسی تعظیم کرتے ہیں اسیطرح ہر دین و ملت کے لوگ اپنے پیشواؤں کے یادگار
کو دوست رکھتے ہیں۔ میں تمھارے پیغمبر کا نواسا ہوں اگر میرے ساتھ سلوک
نہ ہو نہ سہی مگر ایذا بھی نہ دو اور میرے قتل سے ہاتھ اوٹھاؤ میں مدینہ کے ایک کونے میں پڑا
ہوا تھا وہاں سے مکہ بلایا اور مکہ سے سینکڑوں خطوط و رسل بھیجکر کوفہ بلایا بھلا سوچو تو کوئی
میزبان کسی مہمان کے ساتھ ایسا کرتا ہے جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو آپ یہ فرما رہے تھے اور
اعدا، بے دین خاموش کھڑے سنتے تھے جب کوئی جواب نہ ملا تو فرمایا الحمد للہ میں اقامت حجت
کر چکا پھر آپنے دوبارہ نام لے لیکر فرمایا کہ اے فلانے فلانے کیا تمھیں یاد نہیں کہ تم نے مجھے
قاصد بھیجکر بلایا پہلے تو میرے بھائی مسلم کو ناحق قتل کیا اب میرے خون کے پیاسے ہو رہے
اون بے غیرتوں نے اتنا جواب دیا کہ ہم نے ہرگز تمہاری بیعت نہیں کی بیعت یزید پر جان نثار
کو حاضر ہیں فرمایا ثم الحمد للہ کہ تمہیں مجھپر کوئی حجت باقی نہ رہی پھر زار زار روئے اور یہ
کلمات زبان پر لائے اللھم انت ثقتی فی کل کربۃ و عدتی عن کل شدۃ و قوی عند کل
ملحد و جاری فی کل حالۃ و انت ولی فی کل نعمۃ و بتبتنی فی کل غابۃ اکفنی یا ارحم الراحمین
یہ فرما کر اونٹ کو بٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہوئے لشکر کی صف آرائی اور ترتیب کر کے آپ قلب
لشکر میں منتظر مقابل کے ہوئے اور فرمایا ہاشمی بازو کا زور جسے امتحان کرنا ہے اور رگ
حیدری کا جوش جسے جھیلنا ہے وہ آج میدان میں آئے اور ذوالفقار علی کے لئے سینہ سپر
کرے اتنے ہی میں لشکر سعد میں سے ایک حرامزادہ عبداللہ نامی گھوڑے کو جولاں دیتا ہوا
فراٹے بھرتا ہوا آیا دیکھا کہ امام کے خیمہ کے گرد خندق کھدی ہے اور چاروں طرف
آگ روشن ہو رہی ہے (آپنے صرف حفاظت اہل و عیال کے لئے خندق کھود کر آتش زدگی
کی تھی) بولا اے حسین تم نے دنیا ہی میں آگ میں رہنا اختیار کیا آخرت میں کیا خاک راحت
ملے گی آپنے کہا بار خدایا اس ملعون کو ہلاک کر تا کہ دروغگوئی کی سزا پاوے ابھی زیر
لب تک یہ الفاظ نہ آئے تھے کہ گھوڑا دہانا دبائے ہوئے اوسی خندق میں لے گرا اور اوس
ملعون کو ایک آن میں جلا کر راکھ کر دیا پھر عمرو بن سعد نے ترکش سے تیر کھینچا اور کمان پر کھینکر کہا

اور نادر لڑکر جنت کو روانہ ہوئے۔ اب امام تشنہ کام کے یار و مددگار بجز پانچ بھائیوں
عبد اللہ عباس جعفر عثمان محمد اور محمد بن حنیفہ اور عمر بن علی اور بھتیجے حضرت قاسم اور آپکے فرزند
زین العابدین جو صاحب فراش تھے اور کوئی باقی نہ رہا پس حضرت قاسم جنکا عنفوان شباب تھا
یعنے ۱۹ سال کا سن شریف رکھتے تھے چچا کے قدموں پر گر پڑے اور رن کی اجازت چاہی
امام علیہ السلام نے فرمایا اے قاسم تم بھائی کی نشانی ہو نیز ابھی خورد سال ہو تمہیں مرنیکی
کس دل سے اجازت دوں حضرت قاسم مصر ہوئے اور شمشیر میان سے کھینچکر صف اعدا پر داہنی
بائیں حملہ کرنے لگے جو سامنے آتا تھا جان سلامت لیکر نہ جاتا تھا یہانتک اسی سے زائد سوار
اور پیادے آپکی تیغ بے دریغ سے جہنم واصل ہوئے پھر تو فوج اعدا میں کھلبلی پڑ گئی اور تلاطم
عظیم پیدا ہوا اسی میں ایک تیر کسی ظالم نے ایسا سر کیا کہ حضرت قاسم کے سینہ بے کینہ سے پار ہوگیا اور علی الاتصال
بہت سے زخموں سے بیتاب ہوکر زمین پر گری اور عم بزرگوار کو پکارا امام علیہ السلام تن تنہا لشکر
اعدا سے حضرت قاسم کو خیمہ میں اوٹھا لائے اور اپنے زانو مبارک پر اونکا سر رکھکر گرد و غبار
پونچھتے تھے کہ ناگاہ حضرت قاسم کے قفس جسد عنصری سے طائر روح پرواز کرگئی اسکے بعد
اونکے چاروں بھائی یکے بعد دیگرے شربت شہادت چکھ چکھ کر جنت کو روانہ ہوئے اب
سوائے حضرت امام علیہ السلام اور سید الساجدین امام زین العابدین کے جو فرش مرض پر پڑے
ہوئے رفقاء کا حال دیکھتے اور روتے تھے خیمۂ اطہر میں کوئی مرد باقی نہ رہا تب تو آپنے
میدان میں گھوڑا ڈالا اور اعداء کو للکارا کہ لو تمام آل عبا کی ڈوبی ہوئی کشتی میں ایک میں
ہی رہگیا ہوں آؤ اور مجھے بھی غرقابہ ہلاکت میں ڈالو اعدائے بے دیں دور ہی سے تیر چلاتے
اور نیزہ اوڑاتے تھے یکایک ایک ملعون کا تیر آپ کے گھوڑے پر لگا اور وہ مرگیا امام علیہ السلام
نے پیادہ ہوکر لشکر اعدا پر حملہ کیا اور کشتوں کے پشتے لگا دئے مگر تشنگی کے غلبہ نے گرسنگی
کی شدت نے حملوں کی کثرت نے آپکو بالکل سست اور پریشان کر دیا تھا اور زخموں سے
چور چور ہوگئے تھے انجام کار ظہر کے وقت ادائے نماز کے لئے رو بقبلہ ہو بیٹھے اور جناب باری
سے راز و نیاز ہونے لگے اشقیائے بے دین میں سے کسیکو یہ جرأت نہ تھی کہ آپ پر ہاتھ اوٹھائے
ہر شخص یہ سوچتا تھا کہ ایسا نہو انکے خون کا وبال میری گردن پر ابد الآباد تک رہے۔

فرما کر روضۂ رضوان تشریف فرما ہو ویں اور میں یتیم تنہا پنجۂ ظالموں میں گرفتار رہوں بہتر یہ ہے کہ مجھے بھی اجازت دیجئے اور اپنے اوپر سے فدا کیجئے آپ فرط محبت فرزند سے رخساروں مبارک پر آنسوؤں کی ندی بہاتے اور فرماتے تھے اے علی اکبر میں کون سے دل سے تمکن میں جانے کی اجازت دوں اور تیرے نازک بدن کو زخموں سے چور چور دیکھوں مگر زیادہ اصرار سے حضرت امام مغموم نے دلکو تھاما اور فرزند کے بدن پر اپنے ہاتھ سے ہتیار لگا کر میدان کی اجازت دی تب تو حضرت علی اکبر لشکر اعدا سے لڑنے پر آمادہ ہوئے اور ایک ہی وار میں صف دشمن کو پریشان کر دیا اور دیر تک لڑتے رہے مگر جب تشنگی نے غلبہ کیا اور شہر بانوں کے لعل کی زبان سوکھ کر کانٹا ہو گئی تو باپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے یا ابتاہ شدت تشنگی نے مضطرب ماہی بے آب کیطرح کر رکھا ہے آپنے فرمایا اے جان من باپ تم پر سے فدا ہو جیو گھبراؤ مت حوض کوثر سے ابھی سیراب ہوتے ہو اور اپنی زبان اونکے مونھ میں دے دی فی الجملہ پیاس سے کچھ تسکین حاصل ہوئی آپ پھر میدان میں آئے اور ایک ہی حملہ میں عراق کے بڑے بڑے بہادروں شیث اور طلحہ بن طارق وغیرہ اکثر اشقیا کو داخل دوزخ فرمایا آخر کار فرہ بن سعد نے اوس بنی کی تصویر پر ایسی تلوار ماری کہ ذرہ کو کاٹ کر پہلو تک پہونچی اور زین اسپ سے فرش زمین پر گر پڑے اشقیا دوڑے اور علی کی نشانی کو ٹکڑے ٹکڑے کیا امام علیہ السلام روتے ہوئے خیمۂ اطہر سے تشریف لائے اور اپنے علی اکبر کے لئے سپر بنایا اور اپنے نیچے اونکے نازک جسم کو چھپایا آخر کار حضرت علی اکبر باپ کا جمال دیکھکر راہی جنت ہوئے انکے بعد حضرت عبد اللہ بن مسلم بن عقیل اجازت کے لئے آئے اور عرض کیا رن میں جانے کی اجازت دیجے تاکہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مسلم اور اپنے دونوں بھائیوں سے جنت میں جا کر ملوں آپنے چار ناچار وہیں ہی اجازت دی عبد اللہ صف اعدا میں آئے اور شمشیر آبدار کے بہتوں کو جوہر دکھائے یہاں تک کہ ایک مرد ضبیح نامی نے ایک ایسا تاک کر تیر مارا کہ ایکا ہاتھ بیکار ہو گیا اور دوسرا تیر پشت سے نکلکر پار ہو گیا عبد اللہ بھوکے پیاسے پہلے ہی ضعف سے نڈھال تھے دو چار زخموں کی سہار کر کے بیحال ہو گئے اور جام شہادت پیکر جنت الفردوس کو سدھارے پھر حضرت مسلم کے بھائی جعفر بن عقیل عرصہ کارزار میں

دشمن کی دوسری تلوار کھینچی آپ کھڑے ہوئے اور پھر گر پڑے جس سے شمر کو بالکل ثابت ہو گیا
بس اب امام تشنہ کام کا کام تمام ہو گیا مگر امام علیہ السلام اسی حالت میں خیمہ میں آنیکے ارادہ
سے اوٹھے اور جلد جلد قدم اوٹھا کر خیمہ میں چلے اتنے میں شمر نے پیچھے سے آکر ایسا حربہ
مارا کہ سینۂ مبارک کے پار ہو گیا اور آپ اوندھے گر پڑے خیمہ اطہر سے رونے کی آواز آئی اور
شور قیامت برپا ہوا ادھر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جناب رسول مقبول فرزند کے
استقبال کے لئے تشریف لائے اور اپنے ساتھ لیکر جنت کو سدھارے شمر ذی الجوشن نے
آپکا سر تن سے جدا کیا اور قیس بن اشعث نے آپکے تن مبارک سے پیراہن کھینچ لیا اور حبیب
بن بایل نے آپکی شمشیر پر اپنا قبضہ کر لیا شمر نے خیمہ میں اہلبیت اطہار کو جاکر لوٹا بیبیوں
کے سروں کے دوپٹے تک اوتار لئے عمرو بن سعد بھی پیچھے پیچھے خیمۂ اطہر میں آیا دیکھا گیا ہے
کہ شمر تیغ کھینچے ہوئے حضرت زین العابدین بستر مرگ پر پڑے ہوئے کو شہید کرنا چاہتا ہے اسنے
جاتے ہی اوسکی تلوار کے قبضہ کو پکڑ لیا اور کہا قطع نظر مریض ہونے کے یہ ابھی بچہ ہے
تم سے مقابلہ کے لئے قدم نہ اوٹھایا شمر نے کہا بیشک یہ بات تو ٹھیک ہے مگر عبید اللہ بن
زیاد کا حکم ہے کہ آل عبا کا بچہ بچہ کشتہ ہونا چاہیے عمرو بن سعد نے اوسکے جواب میں کہا۔
مسلمانوں کے اصول میں کافروں کے بچوں بیبیوں کا مارنا بھی ناجائز ہے اور یہ تو مسلمان
کا فرزند ہے تو اسے ابن زیاد کے پاس لیجا وہ جو چاہے گا اسکے حق میں کریگا غرضکہ وہاں سے
شمر اور عمرو بن سعد معہ لشکر کے اپنے مقام میں واپس آئے اور شہداء مظلوموں کی لاشیں
میدان میں پڑی ہوئی دیکھکر شمر نے کہا عبید اللہ بن زیاد کا یہ بھی حکم تھا کہ امام کی نعش
گھوڑوں کے سموں سے پامال کرائی جاوے چنانچہ اوس موذی کی اجازت سے بیس گھوڑے
دوڑائے گئے اور امام مظلوم کا نازک جسم اونکے سموں سے پامال کرایا گیا اور آپ کی مبارک
ہڈیاں اونکے نعل پولاد آسا سے چور چور کرائی گئیں۔ وہ رات تمام اشقیا لعنہم اللہ
اجمعین نے شاہانہ جشن میں صبح کر دی۔ ترجمہ مختصر طبری کی ایک روایت میں یوں بھی ہے
کہ حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد سید الساجدین حضرت امام زین العابدین والد سے عرض
کرنے لگے کہ یا امیر المومنین مجھے بھی حرب کی رخصت دیجیے تا کہ اعدائے بے دین کو تیغ دریغ

اتنے میں خیمۂ اطہر سے ایک معصوم بچے علی اصغر کے رونے کی آواز آئی اور اوسکی دردناک
آواز نے آپکو بے چین کردیا یہانتک کہ اوسی حالت میں خیمہ میں دوڑے گئے اور اوس
ننھے سے معصوم بچے کو گود میں اوٹھائے ہوئے لائے اور فرمایا ای ناعاقبت اندیشو
اس معصوم صغیر بچے کو تو ایک گھونٹ پانی دو اور جاودانی کے عذاب سے بچو مگر لشکر اعدا
میں سے ایک ملعون نے پانی کے عوض ایسا جوڑکر تیر مارا کہ علی اصغر کے کان میں لگا
اور ساقی حوض کوثر کے ہاتہ سے جام شہادت پیا آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہتے ہوئے
تشریف لائے اور کہا لو شہر بانو تمہارے فرزند دلبند ہم سے پہلے جام کوثر سے سیراب ہو گئے
یہ کہکر فرمایا بار خدایا مجھے مصیبتوں پر صبر عنایت فرما پہر اوسکی جزا دے الغرض جب
امام تشنہ کام پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ فرات پر تشریف لے گئے اور چلو بہر کر پینے کا ارادہ
کیا شمر نے لشکر کو کہا خبردار امام حسین سے ہاتہ نہ اوٹہاؤ اور ایک قطرۂ آب اوسکے مونہہ
تک نہ پہونچنے دو اتنے میں ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ آپکے مونہہ پر لگا اور پانی ہاتہ سے
گر پڑا آپ وہاں سے واپس آئے اور مونہہ سے خون ٹپکنے لگا عمرو بن سعد نے پیادوں سے
کہا اے لوگو اب سستی کیوں کرتے ہو اور مخالف کا محاصرہ کیوں نہیں کرتے یہ سنتے ہی
پیادوں نے مور و ملخ کیطرح آپ پر ہجوم کیا مگر تب بہی اوس شیر بیشۂ کارزار نے حملہ کرکے ایک
بڑے جرار لشکر کو پسپا کردیا اور شمر سعد بن عمرو دور ہی سے دیکہتے اور لشکر کو للکارتے تہے انجام کار
عمرو نے شمر سے کہا دیکہو تو حسین تن تنہا بے یار و مددگار جنکے بدن پر چند جگہ زخم بہی ہو گئے
ہیں کسقدر جرار لشکر سے مقابلہ کر رہے ہیں یہاں امام تشنہ کام نے اون پیادوں پر
ایسے حملے کئے کہ چار سو کے قریب پیادوں کو تیغ بیدریغ سے دوزخ میں پہونچایا اور جو تینتیس
زخم کاری آپکے نازک جسم پر آئے جب سارے بدن کا خون نکلنے لگا اور پیاس نے اور بہی غلبہ کیا
تو آپ غایت ضعف سے نڈھال ہوکر زمین پر گر پڑے شمر آپکا یہ حال دیکہکر بڑے بڑے
بہادروں کو اپنے ساتہ لیکر دوڑا امام علیہ السلام بہی تلوار پکڑ کر کہڑے ہو گئے اور زرعہ
بہادر ان کے ایسی صیحہ کی کہ پانی بہی نہ مانگ سکا دوسرے پیادے نے آپ پر تلوار چلائی
آپنے ہاتہ پر روکی اور ہاتہ کٹ کر گر پڑا اسوقت آپ بے ہوش ہوکر گر پڑے مگر جب دیکہا کہ

که امام کے قاتل میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض قائل ہیں کہ آپ کا قاتل شمر بن ذی الجوشن
ملعون ہے بعض کہتے ہیں تحقیق یہ بات ہے کہ امام علیہ السلام کا قاتل سنان بن انس ہے۔
بعضے حضرات ان دونوں کو چھوڑ کر خولی بن یزید کو کہتے ہیں بعض بطور تطبیق یوں فرماتے ہیں
کہ شمر ملعون نے تو آپ کے چہرۂ نورانی پر تلوار ماری اور سنان بن انس کمبخت نے پیچھے سے
اوس نازک پشت پر نیزہ کا زخم لگایا اور خولی بن یزید موذی نے گھوڑے سے اوتر کر سر مبارک
تن سے علیحدہ کیا مگر اس اثنا میں اوسکا ہاتھ کانپنے لگا چنانچہ اپنی مدد کے لئے اوسنے اپنے
بھائی شبل بن یزید کو بلایا اوس جہنمی نے سر اوتار کر خولی کو دیا واللہ اعلم بالصواب والیہ
المرجع والمآب

تعداد شہدائے اہلبیت کے ذکر میں

واضح ہو کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ میدان کربلا میں اہلبیت میں سے عباس عثمان
محمد عبداللہ جعفر (جو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے اور امام علیہ السلام
کے اخیافی بھائی ہیں) قاسم عبداللہ عمر ابوبکر (جو امام حسن علیہ السلام کے فرزند اور آپ کے
بھتیجے تھے) علی اکبر عبداللہ (جو امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے تھے) محمد عون (جو
آپکے بھانجے عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے) عبداللہ عبدالرحمن جعفر (جو حضرت مسلم کے فرزند
اور آپکے بھتیجے تھے) شہید ہوئے اور اپنی پیاری جانیں اپنے بھائی اپنے عم بزرگوار اپنے والد
اپنے ماموں پر فدا کیں۔ ابن عبدالبر محمد بن حنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے
ساتھ ایکدن میں سترہ آدمی حضرت فاطمہ کی اولاد سے مقتول ہوئے اور حضرت حسن بصری
کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ اہلبیت میں سے سولہ آدمی کشتہ ہوئے
اور اسیطرح ابو حاتم کی تاریخ میں بھی مذکور ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اوپر کی روایت سے چند
اسما اوسمیں زائد ہیں چنانچہ سلمان منجح (امام حسن کے غلام) اور محمد بن سعید بن عقیل بن
ابیطالب اور مہاجرین وانصار کی اولاد میں سے بھی کچھ آدمی تھے جنکے اسما تحقیق کے ساتھ
مندرج کتاب نہیں ہیں نیز علی برادر رضاعی امام حسین بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے اور
بعض مورخین انکی بابت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ انکو قید کرکے کوفہ میں لے گئے اور وہاں

کے جوہر دکھاؤں اور آپکے قدموں مبارک پر جان نثار کرکے حق فرزندیت ادا کروں اور
اپنے بھائی علی اکبر کی طرح اپنے جد امجد کی خدمت بابرکت میں پہونچوں امام تشنہ کام نے
فرمایا اے پسر تیری وجہہ سے میری نسل کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اگر تو بھی آج دشمنوں
کے ہاتہ سے کشتہ ہوگا تو میری نسل بالکل منقطع ہو جاوے گی اوسوقت رسول خدا کو موںھ
دکھانے کی جگہ نرہے گی تو میری یادگار ہے اتنے میں حضرت ام کلثوم نے حضرت زین العابدین
کا ہاتہ پکڑا اور خیمۂ اطہر میں لیگئیں پس حضرت امیر المومنین امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما
نے اہلبیت کو وداع فرمایا حضرت زین العابدین کو گلے لگا کر کہا لو خدا حافظ بیٹا میری شہادت
کے بعد اعدا سے حرب نکرنا مصیبتوں پر صبر ایذاؤں پر دکھہ سہنا مگر کسی حال میں استقلال
موروثی کو نچھوڑنا یہ کہکر بیبیوں سے رخصت ہوئے اور رسول خدا کا جامہ پہنا حضرت علی
کی ذوالفقار کندہے پر رکھی امام حسن کا پٹکا زیب کمر کرکے صف کارزار میں باآواز بلند فرمایا
کہ اے میرے جد امجد کی شفاعت سے محرومو تمام اہلبیت اطہار رسول خدا میں ایک میں ہی
یادگار رہا ہوں آؤ دل کے حوصلہ نکالو یہ سنتے ہی فوج اشقیا آپ پر ٹوٹ پڑی اور چاروں
طرف سے تیر و تلوار کی بوچھاڑ شروع ہوگئی یہانتک کہ آپ بھی شہید ہو گئے اور آپ کا گھوڑا
خیمۂ اطہر میں دوڑتا ہوا آیا اللھم صل علی محمد و آلہ وسلم۔ القصہ جب امام علیہ السلام مع اپنے
رفقا کے جنت کو تشریف فرما ہوئے تو کمبخت عمر بن سعد نے آپکی اہل و عیال کو اسیر کیا اور امام
مظلوم کا سر مع آپکے یاروں کے سروں کے بشیر بن مالک کے ہمراہی سے ابن زیاد بدنہاد کے
پاس کوفہ میں بھیجدیا چنانچہ سید مظلوم اور آپکے ساتھیوں کے مبارک سر عبد اللہ کے سامنے
رکھے گئے اور جناب امام علیہ السلام کے قاتل نے اوس دربار میں یہ اشعار پڑہے۔

املا رکابی فضۃ و ذہبا ؛ انی قتلت السید المحجبا ؛ قتلت خیر الناس اما وابا ؛
وخیرہم اذ یذکرون نسبا ؛ پس ان اشعار کے سنتے ہی اوس موذی کے نائرۂ غضب
نے اشتعال پکڑا اور کہا اگر تو اونکو ان فضائل کے ساتہ موصوف جانتا تھا تو کیوں قتل
کیا تجھے اسکے صلہ میں اونہیں کے پاس بھیجتا ہوں چنانچہ اوسیوقت اوسکی گردن ماری گئی
خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین۔ فصول المہمہ فی مناقب الائمہ میں منقول ہے

تو امام حسین مع اپنے رفقا کے تین روز تک وہیں میدان میں پڑے رہے اور آپ کے
تن بے سر کو کسی نے دفن نکیا لب فرات پر ایک گانو بستا تھا جسکا غاضریہ نام تھا وہاں کی آدمی
شہر میں آئے اور کہا اے لوگو اے خدا کے بندو ان شہیدوں کو شیر بیشۂ شجاعت کہا جاتے ہیں خدا کا
خوف کرو اور انکو چلکر دفن کرو پس سب لوگوں نے جمع ہوکر امام حسین کے تن بے سر کو ایک
قبر میں اور باقی شہدا کو ایک جگہ دفن کیا اور جو اہلبیت سے ملا اوسکی قبر امام کی قبر کے پاس
بنائی وہاں خولی بن یزید نے عبید اللہ بن زیاد بدنہاد کے دربار میں سید الشہدا امام علیہ السلام
کا سر مبارک رکھا اور دوسرے روز عمر بن سعد بیبیوں کو بے پردہ پیراہن دریدہ اونٹوں پر
بٹھائے ہوئے کوفہ میں آ پہونچا جب کوفیوں نے اہلبیت کی یہ حالت دیکھی ڈاڑیں مار کر روتے
اور آنسوں کا دریا بہاتے تھے حضرت ام کلثوم بیتاب ہوگئیں اور فرمایا اے کوفیو تم نے
اپنے ہاتہ سے امام علیہ السلام اور اونکے بچوں اور رفیقوں کو قتل کیا اور اب روتے پیٹتے ہو
اور یہ اشعار جناب کی زبان پر جاری ہوئے ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ٭ ماذا فعلتم
وانتم آخر الامم ٭ بعترتی وباھلی بعد مفتقدی ٭ منہم اساری وقتلی ضرجوا بدم ٭ ما کان ہذا
جزائی اذ نصحت لکم ٭ ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم ٭ تمام شد جب عبید اللہ بن زیاد نے عمر
بن سعد کے آنے کی خبر سنی تو آپ قلعہ میں گیا اور شاہانہ فرش سے مکان کو آراستہ کر کے
بڑی شان وشوکت وقار وہیبت کے ساتہ بیٹھا اور عمر و بن سعد کو اندر آنے کی اجازت
دی امام علیہ السلام کا سر مبارک ایک طشت میں رکھا ہوا اور آپکی بیبیاں بچے اوس ملعون
کے تخت کے گرداگرد برہنہ سر کیے ہوئے کہڑی کی گئیں اتنے میں عبید اللہ بن زیاد لشکر اور
گھوڑوں کا تماشا کرنے لگا اور کہا الحمد للہ الذی اکرمت یعنے خدا کا شکر ہے کہ اوسنے ہم کو
دشمنوں پر فتح اور بڑائی دی حضرت ام کلثوم سے صبر نہ ہو سکا اور بے اختیار زبان فیض
بنیان سے ارشاد فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا بمحمد وطہرنا بالطہارۃ عبید اللہ ملعون نے حضرت
ام کلثوم سے مخاطب ہوکر فرمایا کیف رایتم قدرۃ اللہ تم نے خدا کی قدرت کیونکر پائی حضرت
ام کلثوم نے فرمایا سیجمع اللہ بیننا وبینکم وینصفنا منکم قریب ہے کہ خدا ہمیں تمہیں قیامت کے
دن جمع کر کے انصاف فرمائیگا اوس ملعون نے کہا اے کلثوم تمہارا ابھی بل نہیں نکلا وہی

ایک اونچے محل پر سے نیچے پھینک دیا جسکے صدمہ سے انکے پانو ٹوٹ گئے مگر یہ بہادر میدان
اوسی حالت میں کہڑے ہوگئے اور حملہ کرنے پر آمادہ نہایت دلیری سے ایستادہ رہے۔ چونکہ
صدمہ زائد پہونچا تہا تھوڑی دیر میں انتقال کرگئے اور عثمان بن علی اسد اللہ بن جعفر عمر
بن حسن بہی اوسی روز شہید ہوئے اور اسکے دوسرے دن عباس بن علی جو امام علیہ السلام
کے سقہ تھے اونہوں نے آپکو دریائے فرات سے پانی لاکر دیا آپنے پینے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ایک ظالم نے
ایسا تیر مارا کہ ہاتہ میں سے پیالہ چھوٹ گیا شہید کئے گئے۔ اسیطرح اعدائے دین اور اشقیائے
لعین کی تعداد میں بہی اختلاف ہے۔ ترجمہ متعارف طبری میں کل اٹہاسی آدمی لکھے ہیں
مگر اس روایت میں صریح ضعف ہے کیونکہ مختصر طبری میں نہایت وثوق کے ساتہ تحریر ہے
کہ مخالفین سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں واصل جہنم ہوئے چنانچہ حضرت علی اکبر کا سو ملعونوں کو
قتل کرنا پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے اسیطرح اور صاحبوں کی بابت بہی ایسا ہی لکھا ہوا ہے
واللہ اعلم بالصواب۔

اہلبیت کے اسیر ہونے میں

طبری میں مذکور ہے کہ معرکہ کربلا کے بعد عمر بن سعد نے صرف ایک روز کربلا میں قیام کیا اور اپنے
کشتگان کو جمع کرکے تجہیز و تکفین کرکے قبروں میں رکہا اور شہداء اہلبیت اطہار کی نعشیں
اوسیطرح چٹیل میدان میں پڑی رہیں کوچ کے وقت آل عبا کی بیبیاں اونٹوں پر
بے پردگی کے ساتہ بٹہائی گئیں جنکے کپڑے پہٹے ہوئے سر برہنہ تہے حضرت امام زین العابدین
سید الساجدین مغموم و محزون علیحدہ ایک اونٹ پر پڑے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ایک روایت
میں آیا ہے کہ اہلبیت اطہار کا جب کوچ ہوا اور اونہوں نے شہدا کی لاشیں خاک و خون
پر پڑی ہوئی دیکہیں تو اونٹوں پر بیبیوں کے رونے کی آواز آئی لوگ آواز سنتے تھے اور
اوپر نظر کرکے نہ دیکھتے تھے وہ بہی سر نیچے ڈالے ہوئے چلی جاتی ہیں اور یہ شعر پڑہتی ہیں
اترجوا امۃ قتلت حسینا ؛ شفاعۃ جدہ یوم الحساب ؛ اور جب روتی روتی بیحال ہو جاتیں تب
یہ شعر پڑہتیں ایہا القاتلون جہلا حسینا ؛ ابشروا بالعذاب والتنکیل ؛ قد لعنتم علی لسان
داؤد و موسی وحامل الانجیل۔ القصہ جب عمر بن سعد مع اپنے لشکر کے کوفہ کو روانہ ہوا

نا آشنا رہا اوسکا منشا یہ تھا کہ یہ سلطنت خدا داد مجھ سے چھین لے مگر خدا نے اوسکی یہ تلافی کی حضرت زین العابدین نے فرمایا ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبرأہا الخ یزید عنید نے کہا کہ انکو قید خانہ میں لیجاکر رکھو چنانچہ دس روز تک زندان میں رکھکر مدینہ جانے کی اجازت دی واضح ہو کہ یزید پلید کا امام علیہ السلام کے حق میں (اے ابو عبد اللہ خدا تجھپر رحم کرے) کہنا ترحم کے لئے نہیں بلکہ خیانت وگناہ کے اثبات کے لئے ہے کیونکہ ان جیسے کلمات عرب کے محاورہ میں مجرم اور خاطی کے حق میں استعمال کرتے ہیں اور سیاق کلام (تو نے قطع رحم کیا وغیرہ) اسپر دلالت کرتا ہے کما لا یخفی من لہ ادنے تتبع صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اہل اخبار اس امر میں متفق الکلمہ ہیں کہ جب اشقیائے نابکار اور اعدائے نا ہنجار نے امام علیہ السلام کا سر اوتارا اور آپ کے سر کو مع اہلبیت کے قیدیوں کی طرح اونٹوں پر بٹھا کر کوفہ روانہ کیا تو عبید اللہ بن زیاد نے قصر دار الامارہ میں تمام اہلبیت اور سرداروں کو بلا لیا جب دربار کا رنگ جم گیا اور سر مبارک اُس ملعون کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا تو ہنسکر دیکھا اور لکڑی لیکے بار بار آپکے لب و دندان مبارک چھیڑتا تھا بخاری ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں امام حسین علیہ السلام کا سر لاکر رکھا گیا تو مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یاد آگئے بخدا جیسے امام علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشابہت اور پوری پوری مماثلت تھی وہ کسی دوسرے میں نہ تھی۔ تہذیب التہذیب میں مذکور ہے کہ امام علیہ السلام کے سر اور ڈاڑھی کے بال سب سیاہ تھے مگر مقدم ریش میں کچھ بال سفید بھی تھے اور اونپر خضاب کیا ہوا تھا۔ ابن ابی الدنیا حضرت زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں جب امام علیہ السلام کا سر لایا گیا میں بھی وہاں موجود تھا۔ پس جب ابن زیاد آپ کے لب و دندان پر قمچی مارنے لگا میں نے کہا ابی ابن زیاد خدا سے ڈر میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ان لبوں کے درمیان بوسہ دیتے تھے یہ کہکر زار زار رونے لگے ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو ہمیشہ پر آب رکھے اگر تو نے رسول اللہ کی صحبت نہ اوٹھائی ہوتی تو

سے کہ زین العابدین ... اور ارشاد ... مع جمیع ... موافق السلام ... ۱۲

کلام میں دلیری وہی باتوں میں جرأت وہی زبان میں طراری موجود ہے یہ کہکر چاہا کہ اونہیں
کچھہ سزا دے مگر عمرو بن سعد نے کہا ای امیر عورتوں کی باتیں لائق اعتبار اور اون کے
اقوال قابل التفات نہیں ہوتے اسی اثنا میں اوس مردود کی نظر حضرت زین العابدین پر
جا پڑی کہا یہ کون ہے عمرو بن سعد نے کہا امام حسین کا بڑا بیٹا ہے جو بیماری کی وجہ سے مارا نہیں
گیا کہا اسکو بھی مارو کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ نسل فاطمہ سے کوئی بھی زندہ نہ رہے یہ سُنکر
ایک شخص نے علی بن الحسین کا ہاتھ پکڑا اور دار الامارۃ سے باہر مارنے کے لئے لیچلا حضرت
زینب کو تاب نہ رہی جھٹ اپنی چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا اگر اسکے مارنے کا ارادہ ہے تو پہلے
ہم کو مار کیونکہ اس بچے کو اپنے سامنے مارا جانا ہمیں گوارا نہیں نیز آل عبا کی ڈوبی
ہوئی کشتی میں فقط یہی ایک فرزند باقی رہا ہے یہی بچہ ہمارا محرم ہے اسکے مرنے سے سب ہم
بے محرم رہجائینگے غرضکہ ایسی ایسی نرم باتوں نے اوس شقی کے سخت دل کو موم کر دیا اور حضرت
زین العابدین کی جان بچالی عبید اللہ بن زیاد نے اسکے بعد امام علیہ السلام کا سر مبارک معہ
بیبیوں بچوں کے اونٹوں پر بٹھا کر رضیہ بن قیس کے ہمراہ یزید عنید کے پاس بھیجا یزید نے
اہلبیت کی خبر سنکر شاہانہ دربار کا حکم کیا اور جملہ امرا و رؤسا کو حاضر ہونے کا حکم فرمایا اور امام
علیہ السلام کی بیبیوں بچوں کو معہ لشکر کے اندر آنے کی اجازت دی چنانچہ سر امام حسین کا اوس
ملعون کے آگے اور اہلبیت اطہار کو اوسکے تخت کے دو رو یہ کھڑا کیا گیا یزید عنید کی نظر جب
امام علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی تو کہنے لگا اے ابو عبد اللہ خدا تجھپر رحم کرے ہم نے بہت
چاہا کہ تو اس حال کو نہ پہونچے اور اہل عراق ہمارے حکم عالی کے مطیع ہوں مگر افسوس تو نے
قطع رحم کرکے بغاوت اختیار کی اور اسدرجہ کو پہونچا اور جو چھڑی ہاتھ میں تھی اوس سے بار بار
آپکے لب و دندان کو چھیڑتا تھا ابو برزۃ الاسلمی[۵] جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ
تھے یہ لغویات دیکھکر غصہ ہوئے اور کہنے لگے اے یزید حسین کے لب و دندان سے اپنی چھڑی دور
رکھہ خدا کی قسم مینے پیغمبر علیہ السلام کو اکثر دیکھا ہے کہ ان مبارک لبوں پر بوسہ دیتے اور منہ
سے موہنہ ملاکر پیار کرتے تھے یزید امام الساجدین حضرت زین العابدین سے مخاطب ہوکر کہنے
لگا ای علی بن حسین تیرے باپ نے قطع رحم کیا اور اوسکے لب پر کلمۂ حق جاری نہ ہوا میرے حق سے

اب امام علیہ السلام کا سر مبارک نیزہ پر آگے آگے چلنا بیبیوں بچوں کا برہنہ سر پیچھے پیچھے
اونٹوں پر بے پردگی کے ساتھ جانا ایک واقعہ قیامت خیز اور حادثہ عبرت انگیز ہے چنانچہ
کسی شاعر نے کیا عمدہ کہا ہے ؎ کردند چو کوفیاں سوے شام رواں ؛ بر نیزہ سر حسین شاہ
دو جہاں ؛ لرزید فلک کہ شد قیامت پیدا ؛ یک نیزہ بر آمد آفتاب تاباں ؛ چلتے چلتے رات کو
ایک راہب کے مکان میں لشکر نے پناہ لی اوس گبر راہب نے سر مبارک کی کیفیت اور
اون ظالموں کی پوچھی جب اونکی کیفیت دریافت کر چکا تو کف افسوس ملنے لگا اور کہا تم بری قوم ہو کیا اپنے
پیغمبر کی اولاد کے ساتھ کوئی ایسا کیا کرتا ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو دس ہزار درہم مجھسے لو اور
اس رات اس سر کو میرے پاس چھوڑ دو جو لوگ سر کی حفاظت میں مامور تھے اونہوں نے
ہزار درہم لیکر سر مبارک راہب کے حوالہ کیا اوس ازلی سعادت اندوز نے سر مبارک کو پانی
سے دہو دہلا کر صاف کیا اور بہت سی خوشبو ملکر رات بہر ران پر لئے ہوئے بیٹھا رہا اور اشک
شرربار صفحہ رخسار پر بہاتا رہا دیکھتا کیا ہے کہ سر مبارک سے لیکر آسمان تک نور ہی نور سیل گیا
ہے یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہو گیا اور بت خانہ سے نکل آیا جس قدر مال و متاع بت خانہ
میں موجود تھا سب چھوڑ چھاڑ کر اہلبیت اطہار کا دل سے مطیع اور خادم ہو گیا یہاں رات
کو ایک اور عجیب واقعہ حادث ہوا کہ لشکر سعد نے جو دینار و درہم امام علیہ السلام کے لشکر
اور آپکے خیمۂ اطہر سے لوٹ لئے تہے اوس مقام پر سب نے باہم اتفاق کر کے کہا کہ لاؤ اوس
مال و متاع کو تقسیم کر لیں تہیلیوں کے موںہہ کہول کر دیکھتے کیا ہیں کہ درہم و دینار ٹہیکر یاں
بنگئیں اور اونکے ایک طرف یہ آیت ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون لکھی تھی اور دوسری
طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵ تحریر تھی (صواعق محرقہ کی ایک روایت
میں یوں آیا ہے کہ یزید کے خوف سے اونہوں نے تقسیم غنائم کا ارادہ کیا کہ مبادا وہ ہم سے
زبردستی چہین لے) القصہ اس میدان سے صبح ہوتے ہی کوچ کیا اور منزل بمنزل دمشق
میں پہونچکر یزید پلید کے سامنے سر مبارک رکہا اور شمر ذی الجوشن نے لڑائی کا حال اول سے
آخر تک یزید کے گوش گزار کیا اور کہا اے امیر المومنین حسین نے ہمپر بیاسی آدمیوں کے ساتھ
خروج کیا جن میں پندرہ اہل بیت اور ساٹھ احباب و دوست تھے ہم نے اون سے ہر چند کہا

میں ابھی تجھے قتل کرڈالتا زید بن ارقم یہ سنکر اوٹھہ کہڑے ہوئے اور فرمایا ای لوگو تم نے رسول اللہ صلعم کے فرزند کو قتل کیا آج سے تم اسکے غلام ہوئے تم نے اپنا امیر ایسے شخص کو بنایا ہے کہ وہ تمہاری آبرو ریزی کا درپے ہوگا تمہیں تمہاری اولاد کو قتل کریگا اور تمہارے عزیزوں کو ذلیل کریگا پس اون لوگوں پر افسوس ہے جو اسکے امارت کا تمغہ اپنے ناصیہ حال پر رکہتے ہیں چلتے وقت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ای عبید اللہ بن زیاد میں تجھے ایک اور بات سناتا ہوں جو اس سے زیادہ تجھے غصہ میں لاوے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک زانوئے مبارک پر حسین اور دوسرے ران پر حسن رضی اللہ عنہما کو بیٹھا ہوا دیکھا آپ فرمارہے تھے ای بار خدایا میں اپنے بچوں کو تیرے اور تیری نیک بندوں کی حفاظت میں لطریق امانت سونپتا ہوں پس اے ابن زیاد امانت پیغمبر خدا تیرے آگے اسیطرح ہونی چاہیئے رسول خدا نے صالحین مومنین کو یہ امانت سونپی تہی تو نے اوسے ضائع کی اور اس ذلت وخواری کے درجہ پر پہونچای عبید اللہ اسکے بعد مجلس سے اوٹھا اور منبر پر چڑہکر کہا اوس خدا کا شکر ادا کرنا مجھے جسنے حق کو ظاہر اور اہل حق کو غالب کیا ضرور ہے آج خدا نے اپنے فضل وکرم سے امیر المومنین یزید بن معاویہ کو فتح کا تمغہ نصرت کا جہنڈا عنایت فرمایا اوسکے لشکر کی فرشتوں کے ساتہ مدد کی اور کاذب ابن کاذب اور اوسکی اہلبیت کو لشکر کے گہوڑوں کے سم سے پائمال کرایا عبد اللہ بن عفیف کو ان کلمات لایعنے سننے کی تاب نہ رہی ابن زیاد سے کہا ای خدا کے دشمن تو دروغگو تیرا باپ دروغگو جسنے تجھے امیر بنایا یعنے یزید اور تیرے امیر کا باپ معاویہ بہی دروغگو تھا۔ اے خدا کے دشمن تو نے اولاد پیغمبر کو ذبح کیا اور انکے ننہے ننہے بچوں کو لہو کا پیاسا خاک وخون میں ملایا اور اب منبر پر جو صدیقوں اور صالحوں کا مقام ہے کہڑا ہو کر لاف وگزاف جہوٹی بے اصل باتیں بناتا ہے ابن زیاد نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ عبد اللہ کو جلد پکڑ کر قتل کرو جلاد نے عبد اللہ کو پکڑ لیا اور مقتل کی طرف لیچلا پس عبد اللہ بن عفیف نے اپنی قوم کو آواز دی اوسکے قوم کے ساتہ سو آدمی جمع ہوئے اور جلاد کے ہاتہ سے چہوڑا کرلے گئے غرضکہ جب رات ہوئی تو امام علیہ السلام کے سر اور زندانیوں کی حفاظت میں ابن زیاد نے بہت مبالغہ کیا اور صبح ہوتے ہی کوچ کا حکم دیدیا

علیہ السلام کے سر مبارک کو دیکھکر نہایت درد کے ساتھ رویا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب فاطمہ صغریٰ علی بن الحسین سکینہ وغیرہ یزید کے تخت کے گرد کھڑے کئے گئے تو حضرت سکینہ تخت کے پیچھے جا کھڑی ہوئیں تاکہ والد کے سر کو دیکھکر دل بیتاب کو تاب آئی اور حضرت زین العابدینؑ با طوق گران تخت کے آگے کھڑے کئے گئے اور یزید آپ کے لب و دندان پر بار بار لکڑی مارتا اور تمسخر کرتا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جب سر مبارک یزید کے آگے رکھا گیا تو وہ قمچی سے آپ کے لب و دندان کو چھیڑتا اور کہتا تھا مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ ابو عبداللہ الحسین اس عمر کو پہونچیں گے اور اونکی ڈاڑھی خضاب کے لائق ہوگی تہذیب التہذیب میں ایک روایت یوں ہے کہ محفز بن ثعلبۃ العائدی امام علیہ السلام کا سر لایا اور یزید سے کہا اے امیر المومنین عرب کے احمقوں کا میں سر لایا ہوں یزید نے جواب دیا اس قسم کے الفاظ منہہ سے نکالنے مناسب نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء کو دیکھا یا پڑھا نہ تھا اب اس سر کو عامل مدینہ پاس بھیجدو ترجمہ صواعق میں منقول ہے کہ ابن زیاد کی طرف سے یزید کو ظاہر میں انکار رہا باطن میں وہ اس سے بہت راضی تھا چنانچہ جب وہ دمشق میں آیا ہے تو یزید نے اوسکی تعظیم اور ترفع مقام میں سخت مبالغہ کیا حتے کہ حرم میں عورتوں کے سامنے اوسے بلا لیا اسیوجہہ سے روایات میں اختلاف واقع ہوا ہے بعض کہتے ہیں کہ یزید۔ امام حسین کے قتل میں راضی تھا بعض فرماتے ہیں اوسنے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں کیا صرف بیعت کیواسطے کہا تھا اور یہ کارروائی بالا بالا ہوئی مگر صحیح روایات اور اصح اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید علیہ اللعنۃ امام کے قتل پر دل و جان سے راضی تھا چنانچہ صاحب لباب فرماتے ہیں کہ اکثر روایات صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہیں کہ یزید پلید امام کے قتل سے بہت خوش ہوا اور تمسخر کی راہ سے لب و دندان پر قمچی مارتا اور مضحکہ اوڑاتا تھا اور ابن الزبعری کا قصیدہ جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے لیت اشیاخی ببدر شھدوا پڑھتا اور فخر کرتا تھا اور دارمی کی ابیات میں دو اور بیتیں جو کفر پر دال ہیں سر دربار پڑھتا تھا۔ ابن جوزی کہتے ہیں عبیداللہ بن زیاد کے قتل کرنے سے اتنا تعجب نہیں ہے

تم عبید اللہ بن زیاد کی بیعت کرو مگر وہ بیعت سے انکار ہی کرتے رہے آخر کار ہم نے کہا یا تو
آپ بیعت کریں ورنہ جنگ پر آمادہ ہوں پس اونہوں نے ثانی شق یعنے لڑائی اختیار کی۔
ہمارے لشکر نے ہر طرف سے اونکا محاصرہ کر لیا اور جسوقت ہماری شمشیریں اونکے جسموں پر
پڑنے لگیں تو جسطرح کبوتر باز سے پناہ ڈہونڈہتے ہیں اسیطرح وہ ہر طرف چھپتے اور پناہ
لیتے تھے ہماری اونکی لڑائی صرف اتنے دیر تک رہی جتنی دیر میں قصاب اونٹ کو ذبح
کر کے فارغ ہوتا ہے یعنے تہوڑے ہی دیر میں ہم نے اونہیں مار ڈالا اور یہ اونکی بیبیاں ننگے
سر تخت کے آگے موجود ہیں بعض روایت میں ہے کہ شمر کی اس گفتگو نے یزید کے دل میں ایک
ایسا اثر پیدا کیا جس سے اوسکی آنکھیں بھر آئیں اور کہا افسوس تمہارے حال پر اگر تم میرے مطیع
ہوتے تو بغیر امام حسین کے قتل کے میں تم سے راضی تہا میں اگر امام کے مقابل ہوتا تو کبھی اسطرح
پیش نہ آتا بلکہ اونکے تمام خیالات سے تجاوز کرتا ابن زیاد پر خدا کی لعنت ہو کہ اوس خانہ
خراب نے ہر نیک و بد کے دلمیں میری عداوت کا بیج بو دیا بخدا میں امام حسین کے قتل پر راضی
نہ تہا یہ کہکر سر مبارک کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے حسین خدا تعالی تجھپر رحم کرے تجھے ایک
ایسے بیباک شخص نے قتل کیا جو میرے حق سے آشنا نہ تہا پھر امام حسین کا سر مبارک حضرت
زین العابدین سید الساجدین کو دیا اور باقی جملہ ذریات کو آپکے ہمراہ کر کے مدینہ منورہ روانہ
کیا۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ جب ہم دمشق میں پہونچے تو ایک
شخص نے مجھسے آکر ملاقات کی اور اپنے گہر لے گیا میں اوس گہر میں کچہ راحت پا کر سو گیا
تہوڑی دیر میں گہوڑوں کے ٹاپوں کی آواز نے مجھے بیدار کر دیا لوگ مجھے یزید کے پاس لے گئے وہ
ہم اہلبیت کو دیکھکر زار زار رونے لگا اور اوسیوقت جو ہم نے مانگا دیکر رخصت کیا چلتے
وقت یہ بھی کہا کہ اے علی بن حسین تمہاری قوم میں طرح طرح کے قضیئے اور قسم قسم کے جھگڑے
ہونگے مگر تم ایک کونے میں بیٹھے رہنا اور کسیطرف ہو کر اپنی جان ضائع نہ کرنا چنانچہ جب
حرہ کی لڑائی کا واقعہ درپیش آیا تو یزید نے مدینہ کی سردار کو لکھ بھیجا کہ دیکھو علی بن الحسین
کو کبھی رنجیدہ نکرنا اور ہر طرح سے اونکے ساتھ سلوک رہنا اگر مدینہ فتح ہو جاوے تو اونہیں
ہر طرح کا امن دینا تہذیب التہذیب کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ یزید امام حسین

یزید کے سامنے گئے تو اوسنے کہانے کا خوان منگا کر تناول کیا اور حضرت سید الساجدین امام
زین العابدین اور حضرت زینب کو سامنے بلایا حضرت زین العابدین سے کہا تم نے سختی و بلا کیو
جھیلی آپنے فرمایا ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ پھر حضرت زینب کیطرف مونہہ کرکے کہا کہ مینے
مدینہ سے تر و تازہ خرمے منگائے ہیں اگر تم کہو تو منگاؤں زینب چند روز سے بھوکی تھیں فرمایا
ہاں اوس ملعون نے امام علیہ السلام کا سر ایک خوان میں رکھکر اوپر سے ریشمی کپڑا ڈلوا کر
منگایا حضرت زینب نے کپڑا اوٹھا کر بجائے خرمے سر امام دیکھا پہچان کر زار زار رونے لگیں
اور آنسوؤں کی ندی سطح رخساروں پر بہانے لگیں یزید امام علیہ السلام کے لب و دندان پر چھڑی
مارتا اور کہتا جاتا تھا یزید کا ایک غلام مقبول نامی بھی کھڑا یہہ بیجا حرکت دیکھ رہا تھا
کہنے لگا اے یزید خدا سے ڈر کیونکہ یہ سر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگترین اولاد امجاد کا ہے
میری آنکھوں کے سامنے اونکی دانتوں پر چھڑی نہ مار کہ خواجۂ کائنات نے بارہا میرے سامنے
ان لب و دندان پر بوسے دئے ہیں یزید نے کہا تجھکو بھی اونہیں دشمنوں سے میں شمار
کرتا ہوں غلام نے سنتے ہی میان سے تلوار نکال زور سے سر یزید پر ماری چونکہ تقدیر
الٰہی میں اس تلوار سے ایکشتہ ہونا مقدر نہ تہا شمشیر بالکل کارگر نہ ہوئی پس ایک غوغا
محشر انگیز اوس مجلس میں واقع ہوا اور کامل ایک پہر تک لڑائی کا رنگ جما رہا آخر چالیس
آدمیوں کو قتل کرکے خود شہید ہوگیا اور حضرت زین العابدین اور زینب سے جنت کا وعدہ
لیکر سدھارا واللہ اعلم بالصواب - واضح ہو کہ امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے
دفن کرنے میں مورخین و مفسرین کا اختلاف ہے - فتاوی قرطبی میں لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک
مدینہ بھیجدیا اور وہاں کفن دیکر حضرت فاطمہ زہرا کے پہلو میں دفن کیا اور سید سمہودی نور الملۃ
والدین کتاب خلاصۃ الوفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپکا جسم مبارک تو کربلا میں رہا اور سر مبارک
مدینہ منورہ موضع بقیع امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوا مگر پہلی روایت صحیح ہے
اور شیعہ امامیہ کہتے ہیں کہ شہادت کے چالیس دن بعد آپ کا سر مبارک نازک جسم سے ملا کر
دفن کیا اسیواسطے اسدن کو زیارت اربعین کہتے ہیں اور جن لوگوں نے آپ کا دفن ہونا
عسقلان یا قاہرہ میں لکھا ہے اونہوں نے بطلان کا میدان ناپا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ

کیونکہ وہ محکوم یزید تھا تاں یزید کی گمراہی پر سخت تعجب اور افسوس ہے کہ امام علیہ السلام
کے سر مبارک پر لکڑی مارتا تھا اور اہلبیت اطہار کو اونٹوں کے خشک پالانوں پر سر و پا
برہنہ پریشان بال کھلے ہوئے سوار کرکے معہ سر مبارک کے مدینہ کی طرف بیجا اس سے پیچھے۔
ابن جوزی کہتے ہیں بھلا اسطرح اہلبیت کو مدینہ روانہ کرنا بجز فضیحت کے اور کیا تھا
اگر اوسکے دلمیں ایام جاہلیت کا کینہ نہوتا اور اوسکے اقربا جو بدر کے دن حضرت علی کے ہاتھ
سے کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اگر وہ عداوت اوسکے قلب میں راسخ نہ ہوتی تو سر مبارک
کی بزرگی کرکے عمدگی کے ساتھ دفن کراتا کفن دیتا اور بقیہ آل رسول کے ساتھ نیکی سے
پیش آتا بعض روایات میں آیا ہے کہ یزید پلید جب سر مبارک پر چھڑی لگا رہا تھا تو اوس وقت
قیصر روم کا ایک سفیر بھی موجود تھا یزید سے کہا افسوس کل کی بات ہے جو رسول خدا
نے دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنی اولاد امجاد کو مومنین کے سپرد کی آج تم نے اونکے پیارے
فرزند کو کیسی ذلت بیقدری کے ساتھ ذبح کیا اور اونکی ذریات کو یوں بے پردہ دربار عام
میں بلایا ہماری پیغمبر عیسی علیہ السلام کی وفات کو ایک مدت دراز ہوئی اور اونکے گدہے کا
سم بعض جزائر میں اب تک موجود ہے ہم لوگ ہر سال اوسکی زیارت کے لئے جاتے اور بقدر
حیثیت نذریں چڑھاتے بزرگی کرتے ہیں جیسے تم لوگ کعبہ کو مانتے ہو افسوس صد ہزار افسوس
کہ تم نے اپنی نبی کے فرزند کو جو روح رسول اور جگر گوشۂ بتول تھا بے دریغ قتل کر ڈالا
اور اونکی اولاد امجاد کو طرح طرح کی اذیت پہونچا کر دلکا خوب غبار نکالا یزید پلید نے
کہا اگر تو سفیر قیصر روم نہوتا تو ابھی قتل کر ڈالتا اوسنے جواب دیا پتھر پڑیں تیری عقل پر
اور خاک پڑے اس سلطنت پر کہ سفیر قیصر روم کا تو یہ لحاظ ہو اور اولاد رسول کے
ساتھ یہ معاملہ۔ اسیطرح ایک یہودی بھی دربار میں بیٹھا ہوا یزید کی بیجا حرکت دیکھ
رہا تھا کہنے لگا ای یزید ہم میں اور داؤد علیہ السلام میں ستر پشت کا فاصلہ ہے مگر یہودی
سب کے سب اسوقت تک اونکی عظمت و حرمت کا دم بھرتے اور اونکی اشیاء متبرکہ پر جان چھڑکتے
ہیں تم نے اپنے نبی کے نواسہ کو یوں بیدریغ قتل کر ڈالا۔ مختصر طبری میں ہے کہ جب سر حسین
علیہ السلام معہ اہلبیت کے دمشق میں پہونچا یزید نے عام دربار میں سبکو بلا لیا جب یہ حضرات

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعض وقایع ہیں

واضح ہو کہ صاحب مفتاح النجا نے اس فصل کو امام علیہ السلام کی شہادت ہی میں ذکر کیا ہے مگر کاتب الحروف نے ایک علیحدہ فصل میں درج کیا احمد اور بیہقی دلائل النبوت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایکدن دوپہر کے وقت قیلولہ کے لئے لیٹا ہوا تھا دیکھا کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مگر اس حال میں کہ آپکے سر اور ڈاڑھی کے بال پریشان غبار آلودہ تھے اور ایک شیشہ خون کا بھرا ہوا ہاتھ میں رکھتے تھے میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں یہ شیشہ پر از خون آپکے دست مبارک میں کیسا ہے آپنے دیدۂ پرنم کرکے فرمایا کہ آج صبح سے حسین اور اوسکے رفقا کا خون اکٹھا کرتا ہوا پھرتا ہوں اس شیشہ میں اوسکا اور اوسکے عزیزوں کا خون ہے میں اس بات کو سنکر چونک پڑا مگر جب امام حسین کے قتل کی خبر سنی اور خواب کے وقت کا اندازہ کیا تو امام علیہ السلام کے شہادت کا وہی وقت تھا جس میں حضرت نے آپ کو دیکھ رہا تھا ترمذی ایک انصاریہ عورت سے جسکا سلمی نام تھا روایت کرتے ہیں سلمی کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے گھر ایسی وقت پہونچی کہ آپ زار زار رو رہی تھیں میں نے کہا خیر تو ہے فرمایا کچھ نہیں میں نے کہا پھر بھی آخر رونے کی وجہ فرمایا میں نے ابھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کی ڈاڑھی اور سر مبارک پر بکثرت غبار چھا رہا ہے میں یہ حال دیکھکر پریشان ہوگئی اور بیتابانہ عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا حسین کے مقتل سے آیا ہوں صبح سے اونکا اور اونکی ساتھیوں کا خون اکٹھا کرتا پھرتا ہوں امام بن امام ابو عبد الرحمن بن احمد بن حنبل السیستانی البغدادی زیادۃ مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حین حیات میں ایک مٹھی سرخ مٹی کی مجھے دیکر فرمایا کہ اسکو حفاظت سے رہنے دو جب یہ خون ہو جاوے تو جان لینا حسین قتل ہو گئے میں نے اوس مٹی کو ایک شیشہ میں بھر کر حفاظت سے رکھ چھوڑا اور اپنے دلمیں کہتے تھے اسکا خون ہونا قیامت کا سامنے آنا ہے چنانچہ جب امام حسین ظالموں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اوسدن وہ مٹی خون ہوگئی ایک روایت میں مٹی کی جگہ کنکریاں آئی ہیں نیز حضرت ام سلمہ فرماتی

امام علیہ السلام کا سر مبارک یزید پلید کے خزانہ میں رہا مگر جب سلیمان بن عبد الملک کو بادشاہت
ہوئی اور لوگوں نے سر مبارک کے خزانہ میں ہونے کی خبر دی تو اوسنے جستجو کرکے سر
منگایا دیکھا کیا ہے کہ تمام ہڈیاں سفید چاندی کی طرح چمک رہی ہیں تھوڑی دیر اپنے پاس
رکھا پھر خوشبو ملکر کفن دیکر مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن کر دیا لیکن جب عباسیوں کا
دور دورہ ہوا تو اونہوں نے وہاں سے سر مبارک اوکھیڑ لیا اب نہ معلوم کہاں گیا اور
ایک راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ جب عباسیوں نے ولید بن یزید پر حملہ کیا اور اوس سے لڑائی
ٹھانی تو اول دمشق کے خزانہ کو لوٹا میں بھی عباسیوں میں سے ایک پہلوان تھا اور اوس
لوٹ میں شریک میری نظر ایک تھیلی پر پڑی جسکو میں نے غنیمت شمار کرکے اوٹھا لیا مگر میدان
میں آکر جب اوس تھیلی کا موںھ کہول کر دیکھا تو ایک سر پارچہ حریر میں لپٹا ہوا برآمد ہوا
اور اوس حریر پر لکھا ہوا تھا کہ یہ سر مبارک شہید میدان کربلا امام حسین علیہ السلام کا ہے
پس مینے شمشیر کی نوک سے گڑھا کھود کر وہیں اوس سر کو دفن کر دیا اور ما احمد بن محمد بن یحیی بن
حمزہ اپنے باپ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حمزہ بن الحضرمی کہتے ہیں کہ مینے
ایک عورت سے جو یزید بن معاویہ کی دایہ اور اپنے زمانہ کی علامہ خوبصورتی میں بینظیر
اور اکیس بتیس سال کی عمر رکھتی تھی سنا کہ کہتی تھی یزید کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے
امیر المومنین خدا تعالی نے امام حسین پر تجھے فتح دی اور اوسکا سر تیرے سامنے رکھا گیا یزید
نے غلام سے کہا کہ سر کھولکر دکھا جب یزید نے سر مبارک دیکھا تو غصہ کے مارے موںھ کا رنگ
سرخ ہو گیا صرف اسوجہ سے کہ سر مبارک سے عمدہ خوشبو آتی تھی راوی کا بیان ہے کہ میرے
بعضے اقربا نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک تین روز تک دمشق کے دروازہ پر
آویزاں رہا انتہی ترجمہ صواعق میں مذکور ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اوسکے ساتھ ملائمت اور ملاطفت فرماتے ہیں صبح کو حسن بصری سے
اسکی تعبیر پوچھی اونہوں نے فرمایا شاید وہ تجھسے اپنی اہلبیت کے حق میں کوئی احسان چاہتے
ہیں سلیمان نے کہا مینے سر مبارک امام علیہ السلام کا خزانہ میں پاکر کفن دیکر دفن کر دیا ہے۔
حسن بصری نے فرمایا کہ بس یہی تیرا کام آنحضرت کی رضامندی کا موجب ہوا ہے انتہے

نہ ہوئے ہوں گے حضرت ابن عباس کا قصہ بہت دراز ہے مگر بطریق اختصار یوں ہے کہ
جب ابن عباس اور کفاروں کے ہمراہ اسیر ہوکر آئے (ابھی تک آپ اسلام سے مشرف
نہ ہوئے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو سب کافروں کے ساتھ بازو باندھ کر
جیل (جیل) ایک مکان میں بند کردیا حضرت ابن عباس اپنی والدہ اور اہل وعیال
کو یاد کرتے اور روتے تھے جناب افضل موجودات سرور کائنات نے جب انکے رونے کی آواز
سنی بے چین ہوگئے اور رات بھر نیند نہ آئی صبح ہوتے ہی آپ نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پس ابن
جوزی کہتے ہیں کہ جب خروش غم آنحضرت نے آپکو اسقدر جہ بے آرام کردیا تو جگر پارہ کے
خروش وجوش سے آپ کسقدر جہ بے آرام نہوئے ہوں گے اسیطرح وحشی قاتل سید الشہدا
حضرت حمزہ جب ایمان لایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو فرمایا ای وحشی تو اپنا
مجھے موںھ نہ دکھا جب آیا کرے تو پس پشت بیٹھا کر کیونکہ اپنے دوستداروں کے قاتل
کا موںھ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا اسکے بعد ابن جوزی کہتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اسلام ماقبل
کے جملہ گناہوں کا کفارہ ہے اور اسلام کے بعد تمام کبائر وصغائر محو ہوجاتی ہیں مگر تب
بھی رسول خدا نے اوسکے حق میں یہ کلمہ فرمایا اسوقت آپ کے دل مبارک کے حزن والم کا
موازنہ کرنا چاہئے کہ جگر کے ٹکڑے حسین کے ذبح ہونے اہلبیت کو سر برہنہ جامہ دریدہ پردگی
کے ساتھ اونٹوں کے پالانوں پر بٹھا کر لیجانے ننھے ننھے معصوم بچوں کا بے آب ودانہ بلبلا کر
جان دینے میں کیا قلق گذرا ہوگا۔ ترجمہ صواعق میں ہے کہ امام حسین کے قتل کے بعد سات
روز تک برابر آسمان رویا اور آسمان کی سرخی کا عکس در و دیوار پر اسدرجہ تھا کہ دیکھنے
والوں کو شبہہ ہوتا تھا کہ یہ عمارت تخم کشم سے رنگین ہے نیز کواکب ثوابت بکے بعد دیگری
اسقدر برسے کہ شمار کرنیوالے عاجز اور دیکھنے والے حیران تھے اور جسدن آپ مقتول ہوئے
ہیں آسمان سے خاصہ خون کا مینہہ برسا لطف یہ تھا کہ جسکے بدن یا کپڑے پر خون کی بوند
پہونچی اوسکا نشان ایکمدت تک باقی رہا ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ خراسان
شام کوفہ کے گھنٹوں در و دیواروں پر ایسی خون باری ہوئی کہ بہت دیر تک پرنالے جاری
رہے او لتیاں ٹپکتی رہیں تہذیب التہذیب میں مرقوم ہے کہ امام حسین کے قتل کے بعد

کہ جسدن امام حسین شہید ہوئے ہیں اوسی رات کو میںنے کسی کہنے والے سے سنا ایہا القاتلون
جہلا حسینا ۞ البشروا بالعذاب والتنکیل ۞ قد لعنتم علی لسان ابن داؤد ۞ وموسی وحامل
الانجیل ۞ یہ سنتے ہی میں اوچہل پڑی اور ادہر ادہر کہنے والے کو ڈہونڈتی پہری مگر اوسکا
کہیں نشان نہ پایا رونے سے جب کچہ افاقہ ہوا تو اوس شیشہ کو کہولکر دیکہا ہر کنکری سے
خون بہتا ہے۔ بعض روایتوں میں یہ بہی آیا ہے کہ اوس رات آسمان کے کناروں پر سیاہی
پہیلی ہوئی تہی اور مایوسی کی گہٹا چاروں طرف چہائی ہوئی تہی کوئی پتہر نہ اوٹہایا جاتا تہا
مگر اوسکے نیچے تازہ خون بہتا تہا ابن الاخضر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عبد الملک بن
مروان نے مجہہ سے کہا او اسوقت وحید العصر فرد زمانہ ہے بہلا بتلا تو امام حسین کے قتل کی
کیا علامت تہی میںنے کہا بیت المقدس سے کوئی پتہر نہ اوٹہایا جاتا تہا مگر تر و تازہ اوسکے نیچے
سے خون بہتا تہا عبد الملک نے کہا مجہے بہی یہ روایت یوں ہی یاد ہے حافظ ابو الحسن عثمان
بن محمد بن ابی شیبہ العبسی برادر حافظ ابو بکر فرماتے ہیں کہ ابن جوزی حضرت ابن سیرین سے
نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد تین دن تک تمام جہان تیرہ و تاریک
رہا چاروں طرف سے اندہیری جہکی چلی آتی تہی اور آسمان معلوم ہوتا تہا اسکے بعد آسمان
کی افق اور کناروں میں سرخی ظاہر ہوئی ثعلبی کہتے ہیں کہ امام ہمام کے قتل پر آسمان رویا او
فرشتوں کی چیخ کی آواز لوگوں نے سنی آسمان کا گریہ اوسکی سرخی ہے بعضے مورخین فرماتے
ہیں کہ امام حسین کے قتل کے بعد چہہ مہینہ تک آسمان سرخ رہا حضرت ابن سیرین کا قول ہے
کہ امام حسین کے قتل کے پیشتر یہ سرخی جسے ہم شفق کہتے ہیں معدوم تہی ابن جوزی فرماتے ہیں
کہ آسمان کے سرخ ہونے میں غامض حکمت یہ تہی کہ غصہ قلب کی حرارت چہرہ کی زردی کا
موجب ہوتا ہے کیونکہ غصہ کیحالت میں خون جوش میں آتا ہے اور خدا تعالی خون جسم
موہنہ سے بالکل منزہ ہے پس اوسنے اپنے اظہار غصہ کا وسیلہ قاتلان حسین پر افق آسمان پر
سرخی کا ظہور قرار دیا تاکہ آپکے اعدا کو نمونۂ قیامت معلوم ہو جاوے ابن جوزی فرماتے ہیں
کہ بدر کے زمانہ میں حضرت عباس کے گریہ نے جناب سرور کائنات کو بے چین کر دیا اور آنکہوں
سے خواب اوچک گیا حضرت امام حسین کی گریہ و نالہ سے آپ کیونکر بے چین اور بے آرام

وسلم کی رونے کی آواز سنکر اونکی خدمت میں گیا اور عرض کیا جناب خیر تو ہے فرمایا آج امام حسین ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اے خدا اونکے قالب اونکی قبروں کو آگ سے پرکیجو یہ کہتے تھے بیہوش ہوگئیں۔ حماد بن سلمہ عمار بن ابی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے نوحہ جنوں کا سنا اور اونکا گریہ عین المشاہدہ ہوا عمرو بن حبیب بن ابی ثابت حضرت ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد مینے کبھی جنوں کی آواز نہیں سُنی مگر امام حسین کے قتل کے دن اونکے نوحہ سے فوراً مجھے امام حسین کی شہادت کا کھٹکا ہوا لونڈی سے کہا جا خبر تو لا لوگوں سے دریافت کر کنیز آئی اور امام کی شہادت کی خبر لائے حضرت ام سلمہ روئی تھیں اور ان اشعار کے ساتھ نوحہ کرتی تھیں الا یا عین فاحتفلی بجهد + ومن یبکی علی الشہداء بعدی + علی رہط یقودہم المنایا + الی متجبر فی الملک العبد + صاحب تہذیب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت جب مدینہ منورہ میں آئی تو عموماً لوگونکو عجیب طرحکا صدمہ ہوا ہاں جس قدر بنی امیہ کی قوم میں سے وہاں تھے وہ بہت خوش ہوئے اسی اثنا میں حضرت عبد اللہ بن جعفر کے بعضے غلام کربلا سے مدینہ آئے اور تمام واقعہ کربلا سر سے پانوں تک حضرت عبد اللہ ابن جعفر کو سنایا اور عرض کیا آپ کے دونوں صاحبزادے بھی امام کے ساتھ شہید ہوئے آپنے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر فرمایا قضائے الٰہی پر راضی رہنا مردگان عالی ہمت وحضرات بلند ہمت کا کام ہے ابوالسلاسل جو آپکا قدیمی غلام تھا بولا جناب دونوں صاحبزادوں کا شہید ہونا حضرت حسین کے باعث ہوا حضرت عبد اللہ کو اس بیجا بات نے بے چین کر دیا آپنے غلام کو اوسکا بہت سی جوتیاں ماریں اور فرمایا ای ابن اللخناء خبردار اب کبھی ایسی لغویات امام حسین علیہ السلام کی بابت نہ بکنا کیا اونہوں نے میرے بچونکو قتل کرایا بخدا میں اگر اونکے حضور میں ہوتا تو ایک جان کیا ایسی ایسی ہزار جانیں ان پر سے نثار کرتا اور دو بیٹونکی کیا حقیقت ہے لاکھ ہوتے تو اونکے قدموں پر فدا کرتا میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ گو میں امام کے ہمراہ ہوکر مرتبہ شہادت کو نہ پہونچا مگر خدا تعالیٰ نے اون دو فرزندوں کی وجہ سے مجھے اس مرتبہ کو پہونچایا اتنے میں لقمان حضرت عقیل کی صاحبزادی اپنی بہنوں ام ہانی اسماء رملہ زینب کے ساتھ روتی ہوئی باہر آئیں اور اپنے اعزا وا قا

آسمان خون رویا اور صبحکو ساری لشکر کے برتن خون سے پر تھے۔ شواہد النبوت تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام حسین کے قتل سے آفتاب کو گہن لگ گیا اور دن میں کواکب کے چمک ثوابت کی د مک معلوم ہوتی تھی۔ طبر بن بشیر جعفر بن سلیمان سے نقل کرتے ہیں کہ اونکے ماموں کہتے ہیں کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون مینہہ کی طرح برسا مہدی بن میموں کہتے ہیں کہ مینے مروان ابن حنظلہ کے غلام سے سنا کہ وہ کہتے ہیں عبید اللہ بن زیاد کے دربان نے مجہہ سے بیان کیا کہ جب امام حسین کا سر دار الامارۃ میں رکہا گیا تو مینے دیوانخانہ کی چھت سے خون برستا دیکھا زبیر بن عبد اللہ یزید ابن زیاد سے نقل کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا کے زمانہ میں میری چودہ سال کی عمر تھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لشکر سعد میں جسقدر غلہ اور کہانا تہا سب راکہہ ہوگیا ناچار اونٹوں کو ذبح کرکے آگ پر رکہتے تھے مگر آگ خود بخود باہر پہنکتی تہی ایک اور روایت میں یہ بہی آیا ہے کہ امام حسین کے قتل کے بعد جب لشکر یزید آپ کے اونٹ غارت کر لیگئے اور کہانے کے لئے ذبح کئے تو اونکا گوشت تلخی میں حنظل سے کچہہ کم نہ تہا۔

امام حسین کے مرثیے اور نوحے ماتم وغیرہ کے ذکر میں جو اہلسنت والجماعت کے نزدیک جائز ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مینے جنوں کو گریہ کرتے ہوئے سنا جو امام حسین پر نوحہ کر رہے تہے۔ ابن الاخضر ابن حباب الکلبی سے روایت کرتے ہیں کہ مینے قبیلہ بنی طے میں سے ایک شخص سے ملاقات کی اور کہا مجھے خبر پہونچی ہے کہ تونے جنوں کا نوحہ جو اونہوں نے حضرت امام حسین پر کیا تھا سنا ہے اوسنے جواب دیا مینے کیا میرے سارے قبیلہ کے لوگوں نے سنا میں نے کہا مجھے اوس نوحہ کے سننے کی بہت آرزو ہے اگر تو وہ کلمات سنائے تو دائما سے مرہون منت ہوں گا اوسنے یہ شعر پڑہے مسح النبی جبینہ ؛ فلہ بریق فی الخدود ابواہ فی علیا قریش ؛ وجدہ خیر الجدود ؛ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ جنوں کے یہ کلمے حضرت ام سلمہ نے سنے اور روتی روتی بیہوش ہوگئیں ابن خالد کہتے ہیں کہ مجھے عامر بن خالد بن عبد الواحد نے خبر دی کہ شہر بن حوشب کہتے ہیں میں حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ

یا علی نے فرمایا ہے ۵۱ این قوم خوارج رو افض بخیال * بندند ز احوال شہیداں تمثال * انگار کہ تا بحشر لعنت ماند * یکسال یزید کرد اینہا ہمہ سال * شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اور شیخ محقق عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ عاشورے کے دن جو تکلیفیں اور مصیبتیں امام حسین علیہ السلام کو پہونچیں درحقیقت وہ سربلندی درجہ اور رفعت مقام کا باعث ہیں ان سے خدا تعالی کی جناب میں آپکو وہ مقبولیت ہوئی کہ باید و شاید اور انہیں تکلیفوں کے سہنے مصیبتوں کے اوٹھانے سے حضرت امام ہمام نے اہلبیت کے کل درجات کو حاصل کیا پس جو مومن اونکی اس مصیبت کو یاد کرے اوسے لائق ہے کہ کلمہ استرجاع (انا للہ وانا الیہ راجعون) کا ورد کرے کیونکہ اسکے کہنے سے خدا کی اطاعت بجا لانا صابرین کا مرتبہ پانا صبر کرنیکا انعام اور صلہ کا مستحق ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون اور جہانتک ہو سکے اس دن میں نماز نفل اور حسنات میں مشغول رہے اور رافضیوں کیطرح ندبہ نوحہ بدعات میں مشغول نہو کیونکہ اس قسم کے اختراعات اخلاق مومنوں سے بعید ہیں اگر مومنوں کا یہ شعار ہوتا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں صحابۂ رسول اللہ اسکو اختیار کرتے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں پر جو مصیبت کا حملہ ہوا ہے وہ یہی ہے اسیطرح اور بدعات ممنوعہ جیسے اہلبیت کرام کا عناد اور امام مظلوم کے قتل کے دن کو روز عید شمار کرنا بھی مسلمانی لباس سے دور ہے اسدن زینت و آرائش کرنی بالو پر خضاب کرنا سرمہ لگانا نئے کپڑے پہننا پر تکلف کہانے عید کی طرح پکا کر گہر گہر تقسیم کرنا اور یہ سب باتیں خوشی اور مسرت کے ساتہ ہوں جہانتک ہو پرہیز کریں بعض حدیثوں میں عاشورے کے دن جو سرمہ دینا آیا ہے درحقیقت وہ حدیث موضوع ہے اسباب میں کوئی صحیح حدیث یا کوئی علمائے اعلام کی حکایت مسموع نہیں ہے رافضی اپنی جہالت کے سبب سے افراط ماتم میں پہنس گئے اور فرقہ ناجی نے اسکے مخالف جانب میں نہایت تفریط کی ہے اور فی الواقع دونوں گروہ خطا پر اور آنحضرت صلعم اور سلف کے طریقہ بالکل مخالف ہیں انتہی نیز واضح ہو کہ بعض روضوں میں جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا سر کے بالوں سے مقتل میں جہاڑو دینا اور اپنے آنسوؤں سے سخت زمین کو نرم کرنا زنان اہلبیت اور حضرت فاطمہ صغرٰی مریم وغیرہ کا سر امام حسین کو

[حاشیہ:] [illegible]

جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے ہیں اونپر نوحہ کریں اور کہتی ہیں ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ؛ ماذا فعلتم وانتم اخر الامم ؛ لعترتی و باھلی لبعد مفتقدی ؛ منھم اساری ومنھم ضرجوا بدمی ؛ ماکان ہذا جزای اذ نصحت لکم ؛ ان تخلفوا نی لسوء فی ذوی رحمی ؛ واضح ہوکہ اس قسم کے مرثیے جنکا ذکر اوپر ہوچکا بالاتفاق جائز ہیں اور کچھہ مضائقہ نہیں - چنانچہ غنیۃ الطالبین میں جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر شریف پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے اور اوسدن سے قیامت تک برابر گریہ کرتے رہیں گے غنیۃ الطالبین کی دوسری روایت میں حمزہ نامی فرماتے ہیں کہ مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں پس روایات بالا سے ثابت ہوا کہ اسطرح کا رونا یا مرثیہ پڑہنا جائز ہے البتہ جھوٹی بے اصل باتیں موزوں کرکے پڑہنا یا واہی اشعار بکنے یا اونکے حالات ایجاد موضوعہ سیقفیہ کے راگ میں گانے اور محافل و مجالس میں آوازیں بنا بنا کر راگنی گانی ممانعت سے خالی نہیں بلکہ ایک قسم کا گناہ کبیرہ ہے مومن مخلص کو چاہیئے کہ مرثیہ میں امور بالا کو دخل نہ دے اور ایام متبرکہ محرم میں بجاے اُن خرافات کے اکثر اوقات تلاوت قرآن و حدیث و وظیفہ درود مختار جوں مسکینوں کو کہانا کہلانا یا پانی دودہ شربت خاص خدا کے نام پر پلانا اور ایسے حسنات جنسے ایام مظلوم اور سید معصوم کی روح پر فتوح شاد ہو عمل میں لاوے اور معاصی کے ارتکاب جیسے نقارے بجوانے علم اوٹہانے تعزیے بنانے قبریں بنا کر اونکو سجدہ گاہ قرار دینا اور مزخرفات بدعتیں ایجاد کرنے اور اُمیں روپیہ خرچ کرنے سے باز رہے کیونکہ بعض صورتیں شرک اور اکثر صورتیں گناہ کبیرہ اور بدعت سے خالی نہیں محب اہلبیت کو لازم ہے کہ کتب معتبرہ سے آپکے معتبر احوال دریافت کرکے حزن والم میں دو چار گھڑی دیدہ پرنم کرے مگر بتکلف گریہ لگا کر نا محزونوں مغموموں کی صورت بنانے سے کچھ فائدہ نہیں ہاں بے اختیار گریہ کا غلبہ موجب ثواب ہے مگر یہ طریقے جو ہماری شہر میں متعارف ہیں جیسے سینہ کوبی کرنا مزامیر بجانا ماتم و علم کے وقت طاشے ڈہول پٹوانا بازاروں میں نعرہ لگاتے پہرنا - اہلبیت کرام کے نام ازراہ ہتک کوچہ بکوچہ لینا وغیرہ بالکل ممنوع اور پلے درجہ کا زبوں ہے ایسے ہی قوم کی حق میں

اور حضرت زین العابدین صحیح وسالم مدینہ منورہ واپس آئے مگر جو لوگ اسباب کے قائل ہیں
امام حسین علیہ السلام کے دوہی صاحبزادے تھے وہ فرماتے ہیں کہ علی اصغر ہی کو زین العابدین
کہا گیا ہے اور جو حضرات زین العابدین کو علی اوسط کہتے ہیں وہ تین صاحبزادوں کے قائل ہیں
اور حضرت علی اصغر اپنے والد بزرگوار کی گود میں تیر کہاکر شہید ہوئے اسیطرح عبداللہ
اطہر کے آگے والد کے ہاتہ میں ہاتہ دئے کھڑے تھے کہ کسی شقی کے زہر آب دادہ تیر نے
اوس معصوم کو ہلاک کیا ہے محمد اور جعفر اونکا تفصیلی احوال معلوم نہیں مگر اغلب گمان
یہ ہے کہ وہ بلوغ سے قبل ہی فوت ہوگئے اور فاطمہ بنت الحسین حسن مثنی کو بیاہی گئیں اور
کئی اولادیں پیدا ہوئیں مگر حسن بن حسن کے انتقال کے بعد عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن
عفان رضی اللہ عنہم سے اونکا ثانی نکاح کیا اور اون سے بہی کئی اولادیں پیدا ہوئیں حضرت
فاطمہ صغری ایک فاضلہ عورت تہیں جنہوں نے اپنے والد کے سوا اور بہت سے تابعین
تبع تابعین سے بکثرت روایتیں بیان کیں پہر انسے ہزاروں آدمیوں نے احادیث کی سند
لی اور اپنے والد امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی بنتالیس سال بعد وفات پائی
حضرت سکینہ سے امام حسین کو بہت محبت تہی اور اونکی والدہ بہی محبوب ترین زنان تہیں
آپ اکثر اوقات اون کے حق میں یہ شعر پڑہا کرتے تھے ؎ لعمرک انتی لاحب ارضا تحل
بہا سلبتہ والرباب ۔ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے ساتہ بیاہی گئیں جب مصعب بن زبیر
کو عبدالملک بن مروان ملعون نے قتل کر ڈالا اور سکینہ کو کوفہ کے قیدخانہ میں لوگ لائے
اوسوقت اہل کوفہ حضرت سکینہ کی زیارت کو آتے تہے اور وہ رو رو کر فرماتی تہیں اے
اہل کوفہ خدا کی برکت تمپر نہ ہو اوسکے قہر وغضب میں گرفتار رہو طفلی کیحالت میں تم نے مجہے
یتیم کیا میرے پیارے معصوم والد کا سایہ میرے سر سے اوٹہایا اب جوانی کی حالت میں اے ظالمو تمنے
مجہے بیوہ کیا اور میرے رفیق شوہر کو بیجا قتل کر ڈالا مصعب بن زبیر کے انتقال کے بعد عبداللہ
بن عمرو بن حکیم بن حزام سے آپ کا نکاح ہوا اور عبداللہ کے انتقال کے بعد عبدالعزیز
بن مروان نکاح میں لایا اور چند روز بعد کسی خاص امر کی وجہ سے اونہیں طلاق دیدی۔
اسکے بعد زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے نکاح کیا اسکے سوا اور بہی تزویج کی بابت

لودی میں لیکر گریہ کرنا فرشتوں کا روز قیامت تک رونا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا
میدان کربلا میں جواب دینا اور امام حسین کو مصیبتوں کے سہنے اعدا کی ایذاؤں کے اوٹھانے
میں نصیحتیں کرنا وغیرہ وغیرہ معتبر کتب سے معلوم نہیں ہوا ہاں جلوۃ السعدا اور دوسری
حکایات نقلیات میں ایسی باتیں دیکھی گئی ہیں سو وہ قابل اعتبار نہیں واللہ اعلم بالصواب

امام حسین کی شہادت کی تاریخ اور آپ کے سن شریف کے بیان میں

واضح ہو کہ جمہور کے نزدیک امام حسین کی شہادت سنہ اکسٹھہ ہجری میں واقع ہوئی اور شہادت
کا دن محرم کی دسویں تاریخ ہے واقدی کہتے ہیں کہ امام حسین ماہ صفر میں شہید ہوئے مگر عاشورہ
کا دن اثبت و اظہر ہے اسیطرح تعیین یوم میں بھی اختلاف ہے بعضے جمعہ کا دن کہتے ہیں بعض
حضرات دوشنبہ کے قائل ہیں بعضے مورخین شنبہ فرماتے ہیں آخر کا قول شیخ سعید شیعی کا ہے
اگرچہ عمر شریف میں بھی اقوال مختلفہ ہیں اور سنیوں شیعوں میں بکثرت اقوال ہیں جسے ہم
اختصاراً ترک کرتے ہیں مگر اصح اقوال چھپن سال پانچ مہینے پانچ دن ہیں والعلم عند اللہ۔

امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے بیان میں

ابن جوزی صفوۃ الصفوۃ میں لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے تین صاحبزادے علی اکبر
علی اصغر جعفر۔ اور دو صاحبزادیاں تھے فاطمہ سکینہ ابن الاخضر معالم العترۃ میں فرماتے
ہیں کہ آپکے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں چھوٹے صاحبزادے کا اسم مبارک عبد اللہ تھا۔
حافظ محب الدین ابو عباس ذخائر العقبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنی وسعت علم میں
جہانتک دیکھتا ہوں امام حسین کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں منجملے صاحبزادے
علی اکبر ہیں اور تیسری صاحبزادی زینب اسیطرح ابن الخشاب ابن طلحہ مختلف اقوال بیان کرتے
ہیں۔ شیخ مفید شیعی بھی ابن الاخضر کے موافق روایت بیان کرتے ہیں کہ امام ہمام
کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں علی اصغر کی والدہ شہر یار فارس کے بادشاہ کی صاحبزادی
تھیں حضرت علی اکبر کی والدہ ماجدہ لیلی بنت مرہ بن عروہ بن مسعود تھیں اور جعفر کی والدہ
قضاعیہ عبد اللہ سکینہ کی والدہ رباب بنت امرؤ القیس بن عدی اور فاطمہ صغری کی والدہ
ام اسحق بنت طلحہ بن عبد اللہ تھیں پس حضرت علی اکبر تو معرکہ کربلا میں امام کے ساتھ شہید

محمد باقر زید عبداللہ عبیداللہ حسن حسین علی عمر و محمد ابن طلحہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین کے
نو فرزند ہیں آٹھہ مذکور ہوئے اور نویں امام کے نام میں خود اختلاف ہے آپ کے دختر نہ ہونیں
تو دونوں مورخین کو اتفاق ہے گو تعداد فرزندوں میں کسی درجہ اختلاف ہے اس سے بڑھکر
شیخ مفید شیعی کو اسمیں اختلاف ہے وہ گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیوں کے قائل
ہیں اور ترتیب یوں بیان کرتے ہیں محمد باقر انکی والدہ میں اختلاف ہے مگر صحیح ام عبداللہ
حضرت حسن بن علی کی صاحبزادی ہیں زید عمر انکی والدہ ام ولد ہیں عبداللہ حسن حسین انکی
والدہ ماجدہ بھی ام ولد ہیں حسین اصغر عبدالرحمن سلمان انکی ماںبھی دوسری ام ولد ہیں
محمد اصغر انکی والدہ بھی ام ولد ہیں علی خدیجہ دونوں سگے بھائی ہیں ایک خاص ام ولد سے
ہیں فاطمہ علی ام کلثوم بھی ام ولد سے ہیں ابن الاخضر بھی گیارہ فرزندوں کی اس ترتیب
کے ساتہ قائل ہیں محمد باقر عبداللہ حسن حسین اکبر حسین اصغر عبداللہ عمر زید علی سلمان قاسم۔
اور چھہ لڑکیاں باین ترتیب کہتے ہیں خدیجہ کلثوم ملیکہ فاطمہ ام الحسن جو حسینہ کے لقب سے
مشہور تھیں اور ام الحسین پہلے صاحبزادی یعنے محمد باقر انکی والدہ ام عبداللہ حسن بن علی
کی صاحبزادی ہیں اور اونکے بعد تینوں صاحبزادی اور خدیجہ کی والدہ کردہ ہیں ان کے
علاوہ باقی اولاد کی مائیں مختلف ہیں بعض مورخین کہتے ہیں کہ امام زین العابدین کے صرف
ایک صاحبزادی سکینہ نام تہیں مگر اسوقت چھہ اماموں سے آپ کی اولاد باقی ہے محمد باقر زید
عبداللہ حسین اصغر عمر علی سے پس خدا تعالی نے ان چھہ بزرگواروں کی مبارک نسل سے بہت
فرزند جو علم و فضل جود و سخا کے ساتہ موصوف و ممتاز تھے وجود میں لایا امام محمد باقر کے بعد تمام برادر
سے برگزیدہ اور افضل زید ہیں یہ حضرت علم و فضل ورع و زہد شجاعت و فصاحت میں عالی
تھے خلیفہ ہشام سے آپ نے خلافت کی بابت کچہہ گفتگو کی ہشام نے کہا آپ لونڈی کے پیٹ سے
پیدا ہوئے ہیں کیونکہ حضرت سمعیل علیہ السلام کنیز کے بطن سے پیدا ہوئے اور اونکے والد
حضرت ابراہیم خدا کے پیغمبر تھے پس اوسی نسل میں سے تمہارے دادا پردادا پیدا ہوئے ہو اور
اس سلسلہ کے اعتبار سے تم بھی ولد جاریہ ٹھہرے اب انصاف کرو خلافت بہتر ہے یا نبوت
آپ ہشام سے رنجیدہ ہوکر کوفہ تشریف لے گئے یہاں چالیس ہزار آدمی آپکے پاس جمع ہوئے

مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں آپکا انتقال سنہ اکیسو ستر میں ہوا صاحب کتاب کا قول ہے
کہ امام حسینؑ کی بڑی صاحبزادی زینب کے احوال سے مجھے اطلاع نہ ہوئی الغرض امام حسین
علیہ السلام کی اولاد اسوقت تک شرق سے غرب جنوب سے شمال تک علی بن الحسین اور فاطمہ
بنت الحسین سے باقی ہے ممالک شرقی وغربی کی اطراف واکناف میں کوئی ایسا قریہ اور شہر نہ سنا
ہوگا جس میں آپکی اولاد ساکن نہ ہو اب اسکے برعکس یزید پلید کو دیکھو باوجودیکہ بیندرہ لڑکے
چھوڑے مگر ایک بھی باقی نہ رہا چنانچہ اصدق القائلین جناب حق سبحانہ تعالی اپنے پاک کلام
میں ارشاد فرماتا ہے انا اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ہو الابتر پس جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن کی لاولد ہونے کی خبر اللہ صاحب دے تو اوسکی اولاد
کیونکر باقی رہ سکتی ہے امام حسین علیہ السلام کے صرف ایک صاحبزادے زین العابدین
کی نسل مبارک میں وہ برکت عنایت فرمائی کہ آپ کی اولاد سے روئے زمین پر ہوگئی اگر آپکی
اولاد افاضل واکابر کا ذکر جو علم وفضل کمال ادب شعر کے ساتھ متصف تھے بیان کیا جاوے
تو اطناب کی راہ نا پنے اور مقصود اصلی کے فوت ہونے کا خوف ہے اور دریا کو کوزہ میں سمانا اہم
امر ہے لہذا بعض حضرات جو مشہور ومعروف ہیں مذکور ہوتے ہیں واضح ہو کہ علی بن الحسین
زین العابدین کے نام سے بھی معروف تھے آپ کی ولادت کی تاریخ پانچویں شعبان ۳۸ھ
ہجری میں مورخین لکھتے ہیں گو نشو ونما کا وجود اپنے دادا کی خلافت میں نہ پایا مگر آپکے ولادت
اوس متبرک زمانہ میں محقق مثبت ہے حضرت زین العابدینؑ پہلے درجہ کے زاہد غایت متعبد
کے عابد تھے اسیوجہ سے اس پاک اسم کے آپ مسمی ٹھہرے آپ کی وفات کے زمانہ میں لوگونکو
کسیقدر اختلاف ہی ہے چنانچہ بعض حضرات آٹھویں محرم سنہ چورانوے اور بعض صاحب سنہ ترانوے
اور بعض سنہ پچانوے کے قائل ہیں بعض فرماتے ہیں کہ ولید بن عبد الملک کی خلافت کے
زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا اور عباس کی قبہ میں اپنے والد ماجد امام حسین علیہ السلام کی
قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے شیعوں کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ امام زین العابدین
کو ولید بن عبد الملک نے زہر دیکر شہید کیا اور اسوقت آپ کی عمر پچپن برس چھ ماہ کی تھی
اسیطرح آپ کی اولاد میں بھی اختلاف ہے بعضی آٹھ فرزندوں کے قائل ہیں ترتیب اینہا

بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے مناقب حد حصر سے باہر اور درجہ شمار سے خارج ہیں آپ کی
ولادت روز جمعہ تیسری صفر ۵۷ھ ہجری اپنے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی شہادت
سے پہلے ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین سال پہلے
پیدا ہوئے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت امام حسن کی صاحبزادی ام عبداللہ ہیں آپ کے باقر
موسوم ہونے کی وجہ محقق لوگوں نے یوں بیان کی ہے کہ باقر کے معنے لغت میں کھودنے والا اور
کھوج نکالنے والے کے ہیں چونکہ آپ نے علم کی اصول و فروع دقائق و حقائق ظاہر و باطن
نہایت دانش و فہم کے ساتھ نکالے اور اوسکے تفقین بیان کیں بدیں جہت آپکا اسم باقر کہا
گیا آپ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۱۴ھ ہجری میں فوت ہوئے اور موضع بقیع قبہ عباس
میں اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین کی قبر شریف کے پاس مدفون ہوئے آپ کے عم بزرگوار
امام حسن علیہ السلام کی بھی قبر مبارک اوسی جگہ ہے شیعہ کہتے ہیں امام محمد باقر اپنی موت سے نہیں
مرے خلیفہ ہشام نے زہر دلاکر شہید کیا ابن حشاب اور طلحہ کہتے ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام
کے پیچھے چار اولادیں رہیں تین صاحبزادے جعفر عبداللہ ابراہیم اور ایک صاحبزادی ام سلمہ
ابن الجوزی کہتے ہیں نہیں امام باقر کے چار فرزند اور دو لڑکیاں تھیں چوتھے فرزند کا نام یعلی
اور دوسری صاحبزادی کا نام زینب تھا۔ کتاب فصل الخطاب میں گو چھ لڑکے اور تین لڑکیاں
لکھی ہیں مگر اونکے اسماء کی تفصیل نہیں لکھی غرضکہ عبداللہ اور جعفر دونوں حقیقی بھائی
ہیں اور امام محمد باقر کی اولاد امام جعفر کی اولاد میں محصور ہے کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ
امام محمد باقر کی اولاد کا سلسلہ امام جعفر ہی سے ملتا ہے امام جعفر بن باقر جامع مناقب اور حاوی
فضائل تھے آپکی والدہ ماجدہ ام فروہ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں آپکی
وفات مدینہ منورہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں بروز دوشنبہ نیمہ رجب ۱۴۸ھ میں ہوئی
اور عباس کے قبہ میں حضرت امام باقر علی حسن کے قبروں کے درمیان مدفون ہوئے مگر شیخ مفید
شیعی کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ امام جعفر کا انتقال سنہ مذکور ماہ شوال میں ہوا۔
آپکی عمر شریف اڑسٹھ یا ۶۵ برس کی تھی آپکی اولاد کی تعداد کی بابت کئی قول ہیں پر
صحیح یہ ہے کہ چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں اونکے نام اسطرح مذکور ہیں۔

اور آپ کی اطاعت کا حلقہ گوش جان میں ڈال کر بیعت کی اور عرض کیا ہم آپ کے لئے جان نثار کرنے کو اور مال ومنال کو فدا کرنے کے لئے مستعد ہیں مگر اس شرط پر کہ تم ابوبکر و عمر پر تبرا کرو زید بن علی نے سنکر انکار کیا اور کہا یہ دونوں صاحب میرے دادا کے وزیر تھے مجھسے اسبات کا صدور ممکن نہیں کوفی بولے اگر آپ سے یہ نہ ہوسکیگا تو ہم کبھی آپ کا ساتھ نہ دینگے دشمنوں ہیں چھوڑ کر چلے جائینگے آپ پر بلا آنے کی دشمن کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہوگے آپنے فرمایا تمھارا چھوڑنا دشمن کے پنجۂ ظلم میں گرفتار ہونا قید ہوکر ذلت وخواری کھینچنا نرم گلو پر دشمن کا تیز خنجر چلوانا منظور پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا منظور نہیں تم چلے جاؤ خدا میری نصرت وظفر کے لئے کافی ہے تم رافضی کہلاؤگے میرا کیا بگاڑوگے پس سب کوفی اپسے علیحدہ ہوگئے اور ایکہزار آدمیوں سے زائد آپ کے پاس کوئی نرہا چنانچہ جن لوگوں نے زید بن علی کو چھوڑکر اپنی راہ لی اوسی دن سے اونکا لقب رافضی رکھا گیا اور جو آپ کے ساتھ رہے اونکو شیعہ زیدیہ کہنے لگے پس حضرت زید کو انہیں ایکہزار آدمیوں کے ہمراہ یوسف بن عمر الثقفی جو ہشام کیطرف سے عراق کا والی تہا جنگ کرنی پڑی اور دشمن کے لشکر ہیں سے کسی بیرحم کے ہاتھوں سے ایسا تیر نکلا کہ آپ کی نورانی پیشانی پر لگتے ہی جان بحق تسلیم کر گئے آپ کے رفیقوں نے ہزاروں میں آپکو دفن کیا اور قبر شریف پر پانی چھڑک کر زمین کو ہموار کردیا مگر جب یوسف بن عمر کو آپ کے فوت ہونے کی خبر ہوئی تو قبر سے جسم مبارک نکالکر ظالم نے سر علیحدہ کرکے ہشام کو بہیجدیا اور برہنہ اوس جسم بے سر کو دار پر کھینچا قدرت الٰہی سے مکڑی نے آپکے ستر عورت کے لیے ایک آن میں جالا تن ڈالا اور اوس ملعون نے چار سال تک برابر آپکو دار پر لٹکا رہنے دیا جب ہشام کا بھتیجا اوسکا نائب ہوا اور چچا کی جگہ سنبھالی تو اوس بیرحم نے کوفہ کے عامل کو لکھ بھیجا کہ اونکی لاش کو جلاکر دریا برد کرو امام زید شہید کی عمر شریف بیالیس سال کی تھی آپکے عقب میں بہت سی اولاد باقی رہی اون میں سے ایک یحیی بن زید ہیں انہوں نے ہشام کے مرجانے کے بعد بنی امیہ کے عاملوں اور خلیفوں کے ساتھ خراسان میں بہت لڑائیاں کیں انجام کار ۱۲۵ھ میں معرکہ جنگ میں شہید ہوگئے۔ دوسرے صاحبزادے حسین بن زید یہ صاحب بڑے علامہ اور متدین متشرع تھے ۱۷۰ھ اسی سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ امام محمد باقر بن علی بن الحسین بن علی

اور علم و عبادت اجہتاد و سخا و قیام لیل صوم الدہر شکر میں اپنے بھائیوں سے افضل تھے اسی جہت سے اونکو موسی کاظم کہتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ بعض کہتے ہیں حمیدہ تھیں اور بعض کہتے ہیں اندلسیہ آپ کی پیدائش مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان موضع ابوا بروز شنبہ بتاریخ ۷ صفر ۱۲۸ھ یا ۱۲۹ھ میں ہوئی اور آپکا انتقال بغداد میں ہارون رشید کے دور میں جمعہ کے دن پچیسویں رجب ۱۸۳ھ میں ہوا بعض مورخین پانچ رجب کے بھی قائل ہیں آپ کی عمر شریف پچپن برس ۲ مہینے کی تھی اور سبب انتقال صحیح تاریخ سے یوں ثابت ہوا ہے کہ ہارون رشید ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو آیا اور ایک جماعت کثیر اور جم غفیر کو ہمراہ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر آیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابن عم اور اخیر کے کلمہ کو باواز بلند فخرًا کہا تھا کیونکہ ہارون رشید حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھا اتنے میں امام موسی کاظم بھی روضۂ اقدس پر آئے اور السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابت کہنا شروع کیا ان کلمات نے ہارون رشید کے نائرہ غضب کو روشن کر دیا اور کبھی کی خفیہ عداوت ظاہر کی یہاں سے موسی کو اپنے ساتھ قید کر کے لیگیا اور بغداد کے زندان میں چند روز تک مبتلائے رنج و محن رکھکر کسی سے زہر دلوایا چنانچہ تین روز کے بعد آپ فوت ہو گئے یہ مشہور روایت ہے بعض رواۃ نقل کرتے ہیں کہ ہارون رشید نے آپکو زہر نہ دیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مر گئے واللہ اعلم۔ گو اعدا نے آپکو تمام عمر چین نہ لینے دیا اور آپ کے انقطاع نسل کے درپے رہے مگر خدا تعالی نے آپکی اولاد میں وہ کثرت دی کہ ابن الاخضر مورخ نہایت وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ آپکے بیس صاحبزادے باین ترتیب تھے علی رضا زید عقیل ہارون حسن حسین عبداللہ عبدالرحمن اسمعیل اسحق یحیی احمد ابوبکر عمر جعفر اکبر جعفر اصغر حمزہ قاسم اور اٹھارہ صاحبزادیاں باین ترتیب مذکور ہیں خدیجہ علیہ اسماء کبری اسماء صغری فاطمہ کبری فاطمہ صغری زینب کبری زینب صغری ام کلثوم کبری ام کلثوم صغری ام فروہ ام عبداللہ ام القاسم آمنہ حکیمہ محمودہ امامہ میمونہ ابن الخشاب اور ابن طلحہ بھی تعداد اولاد میں تو ابن الاخضر کے موافق ہیں مگر تعیین اسما میں کسیقدر اختلاف بھی کرتے ہیں چنانچہ

اسمعیل عبداللہ اسحق محمد علی موسی ام ولد و مگر ابن الاخفر علی کا انکار کرتے اور بجائی اونکے فاطمہ
دوسری صاحبزادی زیادہ کرتے ہیں شیخ مفید شیعی امام شیعہ سات صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں
کے قائل ہیں ساتویں صاحبزادے کا نام عباس اور تیسری صاحبزادی کا نام اسماء عبداللہ اسمعیل ام عبداللہ ان تینوں کی والدہ
فاطمہ ہیں اور موسی اسحق فاطمہ کی والدہ ایک ام ولد ہیں جنکا حمیدہ نام تھا باقی اولاد مختلف
بطنوں سے ہوئی امام جعفر کے پیچھے اسحق موسی محمد علی باقی رہے۔ امام اسمعیل جو سب سے بڑے
فرزند اور اپنے والد کو بہت محبوب تھے امام جعفر کی حیات ہی میں فوت ہوئے اور سنہ ۱۳۸ ہجری میں
موضع بقیع میں مدفون ہوئے شیعوں کا ایک گروہ اسطرف گیا ہے کہ امام برحق اسمعیل ہی تھے
اونکے پیچھے اونکا ایک بیٹا محمد نام باقی رہا اور بعض حضرت جعفر کے قائل ہیں واللہ اعلم بالصواب
والیہ المرجع والمآب۔ واضح ہو کہ جو لوگ امام اسمعیل کو امام برحق جانتے ہیں اونکا شیعہ اسمعیلیہ
لقب ہے۔ عبداللہ بن جعفر بھی ایک پاکباز عالم متدین شخص تھے بعض شیعوں نے انکی بابت
امامت کا دعوی کیا ہے چنانچہ اون شیعوں کا فطحیہ نام ہے کیونکہ افطح لغت میں عریض اور
چوڑے کو کہتے ہیں چونکہ عبداللہ بن جعفر مرد عریض پا تھے بدیں جہت اونکا افطحیہ لقب ہوا
بعض اسکی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر کے اعیان میں ایک امام تھا جسے ابن
الافطح کہتے ہیں شیعے اپنے آپکو اوسکی طرف منسوب کرکے افطحیہ کہتے ہیں اسحق بن جعفر موسی
کاظم کے بعد اپنے سب بھائیوں میں افضل تھے اور صفت فضل وعلم زہد واجتہاد کے ساتھ
موصوف اور محمد بن جعفر ایک عقلمند شجاع صائم الدہر شخص تھے سنہ ۱۹۹ میں آپ نے مامون
پر خروج کیا اور شیعہ زیدیہ کے سوا اور بہت سے لوگ آپکے پاس جمع ہوئے اودہر سے عیسے
الجلودی آپ کے قتال کے لئے آیا اور آپ کے لشکر کو پراگندہ کرکے زندہ گرفتار کرکے مامون
کے پاس لیگیا مامون نے نہایت تعظیم اور بغایت اکرام کرکے اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بہت
دلجوئی مدارا تسلی کرکے خراسان کا سارا ملک آپکے حوالہ کیا حتی کہ سنہ ۲۰۳ھ میں خراسان
ہی میں وفات پائی۔ خلیفہ مامون نے نماز جنازہ پڑھکر قبر میں رکھا اور علی بن جعفر کا انتقال
سنہ ۲۱۰ میں لکھا دیکھا ہے اور عباس بن جعفر ایک ثقہ آدمی اور زاہد شخص تھے اور موسی
بن فاطمہ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن ابیطالب رضی اللہ عنہم فضل وکمال میں اپنے والد جیسے

اعتقاد ہے علی رضا کے عقب میں پانچ لڑکے محمد تقی حسین حسن جعفر ابراہیم اور ایک لڑکی عائشہ
باقی رہیں شیخ مفید شیعی کہتے ہیں پانچ فرزندوں کا ہونا تو ثابت ہے مگر اونکے پیچھے سوائے محمد تقی
کے اور کوئی نہیں رہا۔ محمد بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی
بن ابی طالب رضی اللہ عنہم جامع فضائل اور حاوی ستودہ خصائل تھے اوس زمانہ
کے جملہ علما سے آداب و علم میں ممتاز و سرفراز تھے کسیقدر اپنے ہمعصروں سے وجیہ بھی تھی
آپ کے والدہ کا نام ام ولد سکینہ مرسیہ یا نوبیہ یا وزان یا ریحانہ وغیرہ تھا ابن الاخضر کہتے
ہیں کہ انکی والدہ ماریہ قبطیہ کی نسل سے تھیں آپ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ دسویں رمضان سنہ
ایکسو پچانوے ہجری میں پیدا ہوئے بعضے دسویں رجب کے بھی قائل ہیں۔ آپکا لقب تقی
اور کنیت ابو جعفر ہے مامون خلیفہ نے اپنی دختر آپ کے نکاح میں دی کر مدینہ بھیجدیا
اور ایک عرصہ تک آپکا قیام مدینہ ہی میں رہا حتے کہ معتصم باللہ جب بغداد میں خلیفہ
ہوا تو اوسنے آپکو وہاں طلب کیا اٹھائیسویں محرم سنہ ۲۲۰ھ میں آپ بغداد میں آئے اور
ذیحجہ کی آٹھویں تاریخ سنہ مذکور میں انتقال فرمایا بعضے کہتے ہیں آپکا انتقال
آخر ماہ ذیقعدہ میں ہوا شیعہ کہتے ہیں کہ اونکو معتصم نے زہر دیکر شہید کر ڈالا مگر شیخ مفید
علمائے شیعہ کہتے ہیں کہ آپکو معتصم کا زہر دینا میرے نزدیک کسیطرح ثابت نہیں ہے الغرض
ہارون بن اسحق نے آپ کے جنازہ پر نماز پڑھکر اپنے مقبرہ میں اونکے والد موسی کاظم کی قبر کے
پاس دفن کیا آپ کی عمر شریف کل پچیس برس اور کچھ دنوں کی تھی دختر مامون سے
آپکے نکاح کی بابت ایک نادر حکایت صاحب مفتاح النجا بیان کرتے ہیں جسکا خلاصہ
اور ماحصل یہ ہے کہ جب مامون نے آپکو چھوٹی سی عمر میں علم و فضل سے آراستہ دیکھا تو
اپنی چھوٹی لڑکی ام الفضل کو آپکے نکاح میں دیدیا مگر عباسیوں کو اس سے بہت بڑا
خدشہ ہوا کہ مبادا خلافت اونکی طرف منتہی ہو چنانچہ اسباب میں عباسیوں نے مامون سے
بہت بحث کرنے کے بعد یہ سوچا کہ کسی شخص کو اونکے امتحان کے لئے بھیجنا چاہئے اور اس کام
کے لئے قاضی القضات یحیی بن اکثم کو مقرر کیا کہ اوسنے کچھ مسائل دریافت کرے اور علوم
کے دقائق کے امتحان لیوے القصہ قاضی القضات نے آپ سے ایک باریک اور لاینحل مسئلہ

ابو بکر کی جگہ ابراہیم یا ابراہیم زیادہ کرتے ہیں اور ابو بکر انکی کنیت کہتے ہیں مگر شیخ مفید شیعی اٹھارہ صاحبزادے اور اونیس صاحبزادیوں کے قائل ہیں اور اسمار مذکورین میں کچھ اختلاف ہے صاحب فصل الخطاب بائیس صاحبزادوں کے بدیں ترتیب قائل ہیں علی عباس اسمعیل محمد عبداللہ جعفر حمزہ فرزنہ ہارون اسحق حسن حسین سلیمان عبدالرحمن فضیل احمد عقیل قاسم یحیی داؤد مگر بقیہ اولاد پہلے چودہ شخصوں سے ثابت ہے اور جملہ برادروں میں جو فضیلت موسی بن جعفر کو ہے اور کسیکو نہیں ہاں فرزندوں میں جیسے علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب صاحب فضل و احسان ہیں دوسرا نہیں آپ اکابر سادات اور اجلہ علمار امصار تھے آپکی والدہ ماجدہ حرزان مریسیہ تہیں بعضے کہتے ہیں اونکی والدہ کا نام سکینہ یا اسمار تہا روایت ہے کہ موسی بن جعفر کی والدہ حمیدہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکہا فرماتے ہیں ای حمیدہ اپنے بیٹے موسی کو اپنی کنیز کے ساتہ رکہہ خدا لتعالی اوس کے بطن سے بہترین مردمان زمین پیدا کریگا چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو آنکی والدہ کا نام لوگوں نے طاہرہ رکہا آپکی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنجشنبہ گیارہویں ربیع الثانی ۱۵۳ھ میں ہوئی شیخ مفید شیعی کہتے ہیں کہ ۱۴۸ھ میں آپ پیدا ہوئے مگر پہلی روایت صحیح ہے آپ کا لقب کتب تواریخ سے رضی ثابت ہوتا ہے اور ماہ صفر ۲۰۳ھ مامون کی خلافت کے زمانہ میں انتقال فرمایا بعض کہتے ہیں اکیسویں رمضان سنہ مذکور کو رحلت فرمائی آپکی عمر شریف پچاس سال سے کچھ کم تھی لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مامون نے آپکو زہر دیکر مار ڈالا مگر اکثر اہل سنت والجماعت اسکے قائل ہیں کہ گو علی بن موسی زہر کے اثر سے فوت ہوئے ہوں مگر مامون کی رضا اس امر پر ثابت نہیں ہوئے بلکہ اوسکا اوس باب میں معذور ہونا ثابت ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن عیسی الاربلی جو علمار شیعہ سے ایک بڑے معتبر عالم شمار کئے جاتے ہیں کتاب کشف الغمہ فی مناقب الائمہ میں اس روایت کو نہایت بسط کے ساتہ لکھتے ہیں پہلے مامون کے زہر دینے کی بابت کچھ بحث کی ہے پہر آخر میں کہتے ہیں مجہے ایک معتبر شخص سے دریافت ہوا ہے کہ مامون کا زہر دینا علی بن موسی کو کسیطرح ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم شیعوں کا یہی رائے

خصائل اور فرخندہ شمائل تھے انکی والدہ کے اسم میں لوگونکو اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ اونکا
نام سمانہ مغربیہ تھا بعض گمان کرتے ہیں کہ اونکا نام مبارک شفرار تھا بعضے فرماتے ہیں انکی
والدہ ام الفضل و خیر ماموں تہیں آپ تیرہویں رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے بعض مورخین
پانچویں رجب سنہ مذکور بروز سہ شنبہ کے قائل ہیں بعضے کہتے ہیں سنہ دوسو اٹھارہ ہجری نصف
شعبان میں پیدا ہوئے آپکی کنیت ابوالحسن ہے اور نقی اور ہادی کے لقب سے گو مشہور تھے
مگر عسکری کے ساتہ زائد معروف تھے اور اس لفظ کے ساتہ مشہور ہونیکی آوجہ ہے کہ خلیفہ
معتصم نے سندیہ کا ایک موضع جسے سرمن رای کہتے ہیں آپ کی سکونت کیلئے خاص کر دیا
تھا اور اس موضع کا عسکر نام تھا کیونکہ عسکر کے معنے لشکر کے ہیں اور کسی زمانہ میں خلیفہ
کے لشکر نے اس موضع میں چند مدت تک اقامت کی تہی پس اس بنا پر آپکو عسکری کہا
جاتا تہا آپ خلفای عباسیہ کے نزدیک ہمیشہ مکرم و معزز رہے اوس زمانہ کے اکثر لوگ آپکو
عزت کی نگاہوں اور حرمت کی نظروں سے دیکھتے تھے یہاں تک کہ معتبر باللہ متوکل باللہ
کے دور خلافت پانچویں جمادی الاخری بروز دو شنبہ سنہ ۲۵۴ھ میں سفر آخرت قبول
کیا ابن الاخضر شیخ مفید شیعی طبرانی کہتے ہیں آپکا انتقال سنہ مذکور ماہ رجب میں ہوا
اکثر شیعہ اسکے بہی قائل ہیں کہ معتبر باللہ نے آپکو زہر دلوا کر شہید کر ڈالا آپکی کل عمر ایک
روایت کے اعتبار سے چالیس برس اور دوسری روایت کی رو سے بیالیس سال اور
چند ماہ کی تہی آپ کا مزار سرمن رای شارع ابواحمد رشیدی میں ہے ہر چند کہ بعض لوگوں
نے نہایت وثوق سے لکہا ہے کہ آپ کی قبر شریف قم میں ہے مگر صحیح نہیں وہاں فاطمہ
موسی بن جعفر کی صاحبزادی کی قبر ہے آپ سرمن رای میں بقول بعضے دس سال اور
بقول آٹھ سال ساکن رہے آپکے بعد آپکی اولاد میں تین صاحبزادے حسن حسین
جعفر اور ایک صاحبزادی عالیہ باقی رہیں بعض حضرات عالیہ کے بجائے عائشہ کہتے
ہیں۔ مفید شیعی چار صاحبزادوں کا قائل ہے اور چوتھے کا نام محمد لکھتا ہے امام حسین کا
احوال معلوم نہیں ہاں امام محمد جنکو ابوجعفر بہی کہتے تھے اپنے والد ماجد کے انتقال
کے بعد حجاز تشریف لئے جاتے تھے ابہی قریہ موصل سے پرلی طرف ساتہ ہی کوس پہونچے تھے

دریافت کیا۔ آپ نے اوسکا شافی جواب اور کافی نشان بتلایا مگر اسکے بعد ہی آپنے
ایک مسئلہ قاضی سے دریافت کیا کہ ای قاضی ایک شخص نے اول دن ایک ایسی عورت کو
دیکھا جسپر اسے نظر ڈالنی حرام تھی مگر جب آفتاب بلند ہوا تو وہ عورت اسپر حلال ہوگئی اور
پھر جب سورج رواں ہوا تو وہ عورت حرام ہوگئی اور عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی اور آفتاب
کے غروب کے وقت پھر حرام ہوگئی مگر عشا کا وقت نہ گذرا تھا کہ وہ پھر حلال ہوگئی اور نصف
شب گذرنے کے بعد پھر حرام ہوگئی مگر صبح ہوتے ہی وہ حلال ہوگئی قاضی یحییٰ یہ پہیلی
سنکر بالکل حیران اور ششدر رہگیا اور کہا ای صاحبزادے مجھسے اسکا جواب نہیں دیا
جاتا آپ ہی فرمائیے۔ امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ نے کہا ای قاضی یحیی وہ عورت ایک شخص کی
لونڈی تھی اور دوسرے شخص کو اوسپر نظر کرنا حرام تھا جب کچھہ دن چڑھا تو اوس شخص نے
اس لونڈی کو خرید لیا اب اسپر اوسے نظر ڈالنی حلال ہوگئی مگر زوال کے بعد اوس شخص نے
اس لونڈی کو آزاد کردیا جسکی وجہ سے اب اوسپر یہ حرام ہوگئی عصر کے وقت اوسنے نکاح
کرلیا پھر وہ اسکے لئے حلال ہوگئی جب مغرب کا وقت آیا تو اوس نے اس سے ظہار کیا اور قسم
کہا بیٹھا کہ بخدا میں تیرے پاس نہ آؤں گا پس اوسوقت وہ اسپر پھر حرام ہوگئی اور عشا
کے وقت قسم کا کفارہ اور ظہار کا فدیہ دیدیا پس اوسوقت وہ اوسکے لئے پھر حلال ہوگئی
اور جب آدھی رات کا وقت ہوا تو اوس شخص نے اسے طلاق دیدی جس سے وہ پھر
حرام ہوگئی اور صبح ہوتے ہی رجعت کرلی پس وہ حلال ہوگئی قاضی نے یہ سارا قصہ مامون
سے بیان کیا اب تو مامون کی بن آئی پھر مجلس میں تمام عباسیوں کو جنہوں نے ابوجعفر
رضی اللہ عنہ کا انکار کیا تھا الزام دیا اور اوسی مجمع میں اپنی دختر کا نکاح کردیا اور مدینہ
میں جانے کی اجازت دیدی آپکی اولاد کل دو صاحبزادے علی موسی اور دو صاحبزادیاں
فاطمہ اور امامہ تھیں بعد کو آپ کا سلسلہ آپکے انہیں دونوں فرزندوں سے چلتا ہے اولاد
تو دونوں صاحبزادوں کے ہاں ہوئی پر بہ نسبت علی کے موسی قلیل الاولاد تھے ابن طلحہ
کہتے ہیں امام جعفر کے صرف ایکہی فرزند علی تھے جن کا سلسلہ آپ تک اسطرح پہونچتا ہے
علی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق یہ جناب بھی اپنے والد جیسے حمیدہ

محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم شیعوں کا یہی اعتقاد ہے کہ امام حسن کی یہی صاحبزادی ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ محمد منتظر موضع سر من رائی میں رمضان کی تیسویں تاریخ ۲۵۸ھ میں پیدا ہوئے چنانچہ اسی طرف ابن طلحہ اور دیار بکری شیعی جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا مورخ ہے گئے ہیں مگر شیخ مفید اور طبرسی آپ کی پیدائش نصف شعبان ۲۵۵ھ کے قائل ہیں آپ کی والدہ نرگس یا سوسن یا حکیمہ یا صیقل تہیں کینت تو آپکی ابوالقاسم تہی مگر حلف صالح حجۃ منتظر قائم مہدی صاحب الزماں کے ساتہ ملقب اور مشہور تھے آپکو لڑکپن ہی میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے حکمت دانائی سچائی ناراستی میں فرق حق باطل میں تمیز کی قوت عنایت فرمائی اور جسطرح اسنے پہلے حضرت یحییٰ اور عیسے کو فضل وکمال سے ممتاز فرمایا تھا ویسے ہی انکو بھی مرحمت ہوا آپ پلے درجہ کے زکی اور عاقل تھے آپ کی امامت میں کسینے طعن نہیں کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسطرح گہوارے میں امام تھے آپ بھی اوسی سن میں اسدرجہ کو پہونچ چکے تھے آپکی عمر کی بابت چند قول ہیں بعض کہتے ہیں خلیفہ معتمد باللہ کے خوف سے ۲۶۵ھ میں آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے بعضے کہتے ہیں اپنے والد ماجد حسن عسکری کے وفات کے وقت آپ بہی فوت ہو گئے بعضے کہتے ہیں پیدا ہوتے ہی آپ مخفی ہو گئے اور بجز خاص شیعہ کے اور کسینے اونہیں نہیں دیکہا اوسوقت سے اب تک مخفی ہیں مگر زندہ ہیں حیات کے جامہ میں باقی ہیں اور آخری دور میں خروج کرینگے لوگوں کے امام بنینگے زمین جو ظلم کے خس و خاشاک سے ایک مدت سے بہری ہوئی ہی اوسے عدل وانصاف کے چشمہ سے صاف کرینگے آپکی درازی حیات محل شک نہیں ہے کیونکہ اکثر آدمیوں کی عمریں ہزار سے تجاوز کر گئیں دیکہو حضرت نوح لقمان خضر وغیرہ کی عمریں ہزار سے متجاوز ہیں۔ یہ اعتقاد شیعوں کا رہے اہلسنت والجماعت وہ کہتے ہیں محمد بن حسن عسکری اپنے والد ہی کی حین وحیات میں چہوٹے سے فوت ہو گئے تہا اور اس قول کی تائید جعفر کا قول ہے جسے شیعہ تعصباً وعناداً جعفر کذاب کہتے ہیں۔ جعفر کہتے ہیں اپنے چچا کی امامت کا میں ہی مستحق ہوں اور اونکا حق مجہی کو سزاوار ہے پس ظاہر ہے کہ اگر حسن عسکری کے کوئی صاحبزادے اونکے انتقال کے بعد موجود ہوتے تو

جو وفات ہوگئی چنانچہ آپکی قبر شریف بھی وہیں ہے اور مسجد بھی اوسیکے قریب ہے۔
سے ہے جعفر جنہیں ابو عبد اللہ بھی کہتے ہیں اپنے دادا بزرگ کی اسم کے ساتھہ مسمے تھے۔
چنانچہ آپ کے جد امجد کا لقب شیعہ امام صادق رکھتے ہیں اور آپکو جعفر کذاب کہا کرتے
ہیں وجہ یہ ہے کہ جب آپ کے برادر حسن نے وفات پائی اور اپنے عقب کوئی فرزند نچھوڑا
تو جعفر رضی اللہ عنہ نے اونکا ترکہ اونکی میراث لے لی شیعہ یوں بھی روایت کرتے ہیں کہ
حسن کے ایک لڑکا تھا مگر اونہوں نے اوسکی پیدائش لوگوں سے مخفی رکھی شاید اون کے
پوشیدہ کرنے میں اقتضائی وقت اور شدت بادشاہ وقت تھا اور وہ امام مہدی ہیں
غرضکہ اپنے خروج کے زمانہ تک وہ زندہ باقی ہیں پس جعفر نے کہا میرے بھائی حسن نے کوئی
فرزند اپنے عقب میں نہ چھوڑا میں اوسکی جگہ امامت کا مستحق اور حقدار ہوں بدینوجہہ شیعہ
آپکو کذاب کہنا جائز رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اونہوں نے مہدی کی امامت کا انکار کیا
اونکی امانت میں خیانت کی اونکے حق کو غصب کیا جعفر بن علی کی وفات ۲۷۱ہجری میں
ہوئی آپکی عمر ۴۵ سال کی تھی سرمن رای میں اپنے والد کے گھر میں مدفون ہوئے اور حسن
بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی اپنے سب بھائیوں
سے افضل اور علم و عمل تحمل و حلم جود و سخا میں سب سے اکمل تھے آپکی والدہ کا نام سوسن تھا
آپ کی پیدائش ۲۳۱ھ مدینہ منورہ میں ہوئی بعض ۲۳۲ھ ماہ ربیع الاخری کے قائل
ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور نام امام حسن تھا اور زکی خالص سراج کے ساتھ ملقب تھے
مگر اپنے والد جیسے عسکری کے ساتھ زائد مشہور تھے آپ پلے درجہ کے عابد و متقی اور غایت
مرتبہ کے سخی و کریم تھے بہت امراء عباسیان بتعظیم و توقیر سے پیش آتے رہتے عباسیوں کے
خلیفہ تحفہ تحائف انکے پاس بھیجتے اور صلہ رحمی کرتے تھے آپ کے انتقال کا زمانہ آٹھویں
ربیع الاول بروز چہارشنبہ ۲۶۰ھ میں معتمد باللہ کی خلافت ہے شیعہ کہتے ہیں آپکو معتمد باللہ
نے زہر دیدیا آپ کی قبر شریف سرمن رای اپنے والد ماجد کے پہلو میں ہے آپ کی عمر مبارک
اٹھائیس سال چند ماہ کی تھی بعضے کہتے ہیں اٹھائیس برس پورے نہ ہوئے تھے آپ کی
اولاد میں سوائے محمد المنتظر کے اور کوئی باقی نہ رہا اونکا نسب نامہ اس ترتیب سے ہے

کہتے تھے اونہیں موت نہیں ہوئی ایک پہاڑ میں جسکا رضوی نام ہے مخفی ہو گئے آخر زمانہ میں نکلیں گے اسی فرقہ میں سے مختار بن عبید ہے جسکا ذکر چوتھے باب میں آتا ہے وہ بھی ابن حنیفہ کے مہدی ہونے کا قائل ہے شیعوں میں کا ایک اور فرقہ جسے اسمعیلیہ کہتے ہیں اسکا قائل ہے کہ جس امام مہدی کے خروج کا وعدہ دیا گیا ہے وہ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ ہے جس نے سنہ دو سو ننانوے میں زمین مغرب میں خروج کیا اور اوس زمین کو فتح کر لیا اور وہ مہدی اونکے گمان میں نسل اسمعیل بن امام جعفر سے ہے جنہیں شیعہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ اور بیان کرتے ہیں کہ انکے والد دادا کا پورا بہرہ ان میں موجود تھا اور ایک صحیح حدیث بھی انکے حق میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت کے تین سو برس بعد مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا چنانچہ وہ آفتاب یہ ہی مہدی ہیں جنہوں نے زمین مغرب پر خروج کیا اور اوسکے اہل پر فتح پائی فرقہ مذکورہ کے علاوہ ایک اور فرقہ ہے جسے اثنا عشریہ کہتے ہیں اور جنکی نسبت سکو ان بلاد میں اکثر ہے وہ فرقہ سوائے بارہ اماموں کے کہ وہ امیر المومنین علی امام حسین امام حسن علی زین العابدین محمد باقر جعفر صادق موسی کاظم علی رضا نقی حسن عسکری مہدی ہیں اور کسیکو امام نہیں مانتا ہر چند کہ حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے اور بھی چند امام ہوئے ہیں مگر یہ فرقہ انکے سوا اور کسیکی امامت کا معتقد نہیں۔ فرقہ اثنا عشریہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس مہدی کے آنیکا وعدہ دیا گیا ہے وہ محمد بن حسن عسکری ہی ہیں جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور اونکی امامت پر قبل از ظہور اونکے آبا رسلف سے تنصیص لاتے ہیں۔ شیخ مفید شیعی بھی اپنے رسالہ میں اسکے قریب قریب ذکر کرتے ہیں مگر اتنا اور بھی زیادہ بیان کرتے ہیں کہ مہدی موعود کا غائب ہونا دو طرح ہے ایک غیبوبتہ قصری دوسری غیبوبتہ طولی۔ غیبوبت قصری تو پیدائش کیوقت سے آپ اور آپ کے شیعہ کے درمیان انقطاع واسطہ تک ہے اور غیبوبت طولی پہلے ظہور سے اوس ظہور تک کہ تلوار سے قائم ہونگے۔ علمای شیعہ میں سے ایک شخص جنکا طبرسی نام ہے وہ بھی شیخ مفید جیسا بیان کرتے ہیں لیکن غیبوبت قصری و طولی کے معنے میں فرق بیان کرتے ہیں اور اس مقام میں کلام لبسیط درج کیا ہے صاحب مفتاح النجا بھی اس کلام کا ایک حصہ لائے ہیں کاتب الحروف نے بھی اوسمیں سے کچھ بیان کیا مگر بہت ہی تھوڑا

جعفر تک امامت کاہے کو پہونچتی اور اونکی میراث کیوں لیتے گو شیعہ بناوٹ کی راہ سے کہتے بھی ہیں کہ اونھوں نے ظلم و غصب کی راہ امامت لے لی ورنہ حسن عسکری کے فرزند منتظر موجود تھے مگر افراط سے خالی نہیں بعض شیعوں کا محقق فرقہ اسبات کا بھی قائل ہے کہ منتظر اپنے والد حسن عسکری کی فوت ہونے کے پانچسال بعد سات سال یا دس سال کی عمر میں فوت ہو گیا پس یہ روایت بہے اہل سنت کی ایک قسم کی تقویت کرتی ہے بعضے کہتے ہیں کہ اپنے والد کے انتقال کیوقت دو سال تک پوشیدہ تھے اور بعد کو فوت ہو گئے الغرض بجز ایک فرقہ شیعہ کے سب لوگ متفق ہیں کہ محمد بن حسن عسکری فوت ہو چکے ہیں چنانچہ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی اپنی اوس کتاب میں جس میں ابدال کا ذکر کیا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری جب لوگوں کی نظروں سے غائب تھے تو اوسوقت وہ ابدال کے دائرہ میں پہونچے اور درجہ بدرجہ ترقی کرتے کرتے سید الافراد بنگئے اونکے فوت ہونے کی بعد قطب الزمان علی بن حسین بغدادی نے اونکے جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ اونکی جگہ بیٹھے نو سال کامل قطبیت کے مرتبہ میں رہے جب انکا انتقال ہوا تو اونکے قائم مقام عثمان الجوسی الخراسانی ہوئے اور اونکے جنازے پر نماز پڑھا کر مدینہ میں دفن کیا انتہی کلامہ پس جب شیعوں اور سنیوں کا مذہب واضح کر دیا گیا تو اس ہی ہر شخص اپنے اور اونکے اختلاف کا موازنہ کرسکتا ہے۔ اہل السنن کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام حسن عسکری کے بعد اونکا کوئی خلف باقی نہیں رہا شیعوں کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ امام حسن عسکری کے بعد محمد منتظر باقی رہے اونہیں کا لقب مہدی صاحب زماں ہے آخری زمانہ میں قبل قیام قیامت آپ ہی خروج کرینگے اسکا نتیجہ صریحہ ہوگا کہ امام مہدی کے نام اور شخصیت میں اختلاف ام ہے شیعہ آپکا نسب نامہ یوں بیان کرتے ہیں مہدی ابو القاسم محمد بن ابو القاسم بن علی بن حسین بن امیر المومنین علی بن ابی طالب وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپکو معتصم باللہ نے قید کر دیا تھا اور اونکے شیعہ نے اونہیں قید خانہ سے نکالدیا اسکے بعد سے پھر اونکے احوال کی خبر نہیں آخر زمانہ میں پیدا ہونگے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس فرقہ کے نزدیک بھی مہدی حسن عسکری کے صاحبزادے نہیں ہیں انہیں میں ایک اور فرقہ ہے جسے کیسانیہ بھی کہتے ہیں وہ کہتا ہے مہدی بن علی بن ابی طالب ہیں جنکو لوگ محمد بن حنیفہ

ضرور ہوا ایک یزید کے احوال خسران مآل کا ذکر دوسری امام مظلوم کے قاتلوں کا حال تا کہ
اہلبیت کے مصائب سننے سے جو مومنین کو حزن والم پہونچا ہے دفع ہو جاوے اور مردمان عاقبت
بین صاحبان انجام گزین کے لئے عبرت کا سبب ہووے اللہ ہمارے اور جملہ مسلمانوں کے دل
اونکے اعدا کی محبت سے محفوظ و مصئون رکہہ اور اپنے رسول اوسکی آل و اصحاب و احباب و
ازواج اوسکے اتباع اور تمام مومنین و مومنات کی محبت و اخلاص ہماری دلوں میں جاگزین
کر بمنہ و کرمہ۔

جناب کرامت مآب کے قاتلوں کے احوال بد مآل میں

ابن الاخضر علی بن موسی رضا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ سلسلہ بسلسلہ اپنے والد اپنے وادوں
سے آنحضرت تک پہنچا کر فرماتے ہیں کہ ایکدن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میری دختر یعنی فاطمہ زہرا قیامت کے دن رنگین کپڑا اوڑہے ہوئے قبر سے اوٹہینگی اور عرش
کے ستونوں میں سے ایک ستون پکڑ کر فرمائینگی اے سب حاکموں کے حاکم ای تمام منصفوں
سے زائد منصف مجہہ میں اور میرے بچے حسین کے قاتلوں میں فیصلہ اور مبرم حکم فرما پس
خدا کی قسم حق سبحانہ وتعالی میری بیٹی کے لئے اچہا فیصلہ فرمائیگا۔ عامر بن سعد البجلی روایت
کرتے ہیں کہ امام حسین کی شہادت کے ابعد میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکہا مجہے فرماتے ہیں
اے عامر میرے یار براء بن عازب کے پاس جا کر میرا اسلام کہہ اور خبر دے کہ امام حسین کے قاتل
دوزخ میں ہیں اور خدا تعالی کا اونکو تمام روئے زمین کی آدمیوں سے زائد عذاب کرنا بعید نہیں ہے
میں براء بن عازب کے پاس آیا اور اس خواب کا واقعہ بیان کیا اونہوں نے جواب دیا کہ خدا
ورسول نے سچ فرمایا ای عامر ایکدن رسول خدا نے فرمایا کہ جسنے مجہے خواب میں دیکہا تحقیق اوسنے
مجہے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا ہے۔ صاحب کتاب فرزا
محمد معتمد خاں مورخ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں یہ خبر اخروی عذاب کی ہے جو اونپر ہمیشہ
رہیگا جو بلائیں اور مصیبتیں حق سبحانہ نے دنیا ہی میں اونپر مسلط کیں وہ ہی عذاب آخرت کا ایک
نمونہ تہیں چنانچہ زہری روایت کرتے ہیں کہ جتنے لوگ امام حسین کے معرکے میں شریک تھے
اون میں سے بے عذاب کوئی شخص دنیا میں نہ چہوڑا گیا بعضے قتل کئے گئے بعضے اندہے ہو گئے بعضے

اور اون کی واہی اعتقادات پر اعتراض بھی لئے ہیں مگر اسمقام میں اختصار کی وجہ سے اوسے ترک کیا گیا اور دوسرے رسالہ میں مہدی کے احوال میں بسط کے ساتہ مفصلا مع اختلاف مذاہب شیعہ اور اونکے دلائل مع جوابوں کے تحریر کیا جائیگا کیونکہ یہ مقام اوس بیان کا مقتضی نہیں ہے واضح ہو کہ شیعہ عباسی بہی ایک فرقہ ہے اوسکا اعتقاد ہے کہ مہدی موعود حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے المہدی من ولد عباس اسکے سوا اور بہی کئی حدیثیں اپنے مطلوب کے لئے پیش کرتے ہیں اہا اسکے بعد وجود مہدی میں باہم اختلاف بھی ہے بعض عباسی قائل ہیں کہ وہ آخر زمانہ میں پیدا ہونگے بعضے کہتے ہیں کہ مہدی محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس خلفائے عباسیہ میں تیسرے خلیفہ ہیں کیونکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں منا السفاح ومنا المنصور ومنا المہدی دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مہدی کا آنحضرت جیسا نام اونکے والد کا بھی وہی نام ہوگا جو آنحضرت کے والد کا ہے اونکی کنیت ابو عبداللہ ہوگی تمام لشکر سیاہ ہوگا خراسان سے نکلینگے محرم میں تمام لوگ اونکی بیعت کرینگے پس اس حدیث میں جو صفات مذکورہ مندرج ہیں وہ سبکے سب محمد بن عبداللہ عباسی میں موجود تھے۔ اس فرقہ کے اور بہی بہت سے واہیات اعتقادات دوسرے رسالہ میں لکھے جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اہلسنت والجماعت بالاتفاق اسکے قائل ہیں کہ مہدی موعود فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ذریت امام حسن سبط اکبر بن علی رضی اللہ عنہما سے ہیں آخری دور میں ظہور فرماوینگے اور کثرت ہرج مرج جدال و قتال کے بعد پیدا ہونگے اوسوقت دین متین کی اعانت مشرکین بے دینوں کو مغلوب کرینگے چنانچہ اسباب میں اہل السنن نے طرق متعددہ سے متواتر احادیث صحیح اسناد کے ساتہ بیان کی ہیں جنکی اصل معتبر کتب حدیث میں موجود ہے مؤلف نے بھی رسالہ بالخیر والعادت میں مفصلا اون حدیثوں کا ذکر کیا ہے یہاں اختصاراً ترک کی جاتی ہیں۔ اللہم صل علی محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی ان تصلی علیہ ؏

یزید کے حال خسران مآل اور امام مظلوم کے قاتلوں کا ذکر

واضح ہو کہ جب اس خاندان کے انساب سے فارغ ہوئے تو اب ہمیں دو چیزوں کا ذکر کرنا

عباسیہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ محمد بن عبداللہ منصور عباسی ہیں عن منہ عفی عنہ

اوسنے جواب دیا میری کالا مونھہ ہونے کی حقیقت یہ ہی کہ جسدن میں نے امام حسین کا سر اپنے گھوڑے
کے کمر بند سے باندھا اوسی روز دو شخص میری پاس آئی اور میرے دونوں بازو پکڑ کر ایک ایسی
جگہ لے گئے جہاں بہت سی آگ لگ رہی تہی اون دونوں آدمیوں نے مجھے اوس آگ میں باندھ
ڈالدیا اور اوسیوقت نکال کر پہر چھوڑ دیا اوس روز سے میرا یہ مونھہ کالا پڑ گیا راوی کہتے ہیں آخر کار
یہ شخص طرحطرح کی بلاؤں میں گرفتار اور نہایت ذلیل و خوار ہو کر مرا۔ امام واقدی بیان کرتے ہیں
کہ ایک پیر مرد امام حسین کے مقتل میں حاضر تھا مگر نہ قتل میں شریک نہ اون کے اعدا کا ممد و معاون
نہ اونکی طرف سے کوئی بیجا ظلم اوسنے کیا تہا امام کے قتل کے بعد نابینا ہو گیا اوسکے دوستوں میں
ایک دوست نے اندہے ہونے کا سبب دریافت کیا کہا جسروز امام حسین شہید ہوئے مینے عالم مثال
میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی آستین بازو تک چڑھائے ہوئے غضبناک
کی طرح مبارک ہاتہ میں برہنہ شمشیر لئے کہڑے ہیں اور آپ کے آگے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا
ہوا ہے امام حسین کے دس قاتل جنھیں میں بھی بیجا تہا آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے
ہیں آپنے مجھے دیکھتے ہی فرمایا او ملعون نالائق تو بھی حسین کے مقتل میں حاضر تھا یہ فرما کر اوس
دسترخوان پر سے ایک سلائی اوٹھا کر میری آنکھوں میں پھیر دی اوس روز سے میں اندھا ہو گیا
اسیطرح ایک اور شخص طرفہ نقل بیان کرتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
دیکھا اور آپ کے سامنے ایک طشت خون سے بہرا ہوا رکہا تہا اوسطرف سے جو شخص گذرتا
تہا آپ اوس طشت میں ہی خون لیکر اوسکی آنکھہ میں ڈالتے اور بددعا کر کے چھوڑ دیتے تھے۔
میرا بھی اوسیطرف سے گذر ہوا آپنے میری آنکھہ میں بھی وہی خون کی بوند ڈالی میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ میں تو امام حسین کے قتال میں شریک نہ تھا آپنے غصہ ہو کر فرمایا کیا تو امام حسین کے
قتل سے راضی نہ تھا ناقل کہتا ہے مینے صبح کو اپنے آپ کو نابینا پایا۔ احمد ابو رجا سے نقل کرتے
ہیں کہ ای لوگو علی اور اونکی فرزندوں کو بُرا نہ کہو کیونکہ کوفہ میں ایک شخص میرے پڑوس میں رہتا
تھا میرے سامنے ایکدن اوسنے یہ الفاظ بیہودہ اپنی زبان سے بکے کہ ای لوگو دیکھو خدا تعالی
نے اس فاسق بن فاسق کو قتل کرایا یعنے حسین کا نام و نشان دنیا سے میٹ دیا خدا کی قسم میرے
دیکھتے دیکھتے دو چمکتے ہوئے ستارے آسمان سے اوترے اور اوس کہنے والے کی آنکھہ میں گھس گئے

سیاہ رو ہو گئے بعضے اپنے اپنے وطنوں سے بدر کر دئے گئے ذلت وخواری سے نکالے گئے منصور
بن عمار کہتے ہیں بعضے اشقیا پیاس کی شدت اور گرمیکی حدت سے تڑپ تڑپ کر مر گئے حالانکہ
مشکیں کی مشکیں دریا کے دریا کنوئیں کے کنوئیں پانی کے پی گئے مگر پیاس نہ بجھی اور پیاسے
کتوں کیطرح بری بری حالتوں میں جانیں نکالی گئیں بعضوں کے آلہ تناسل نے وہ درازی پکڑی
کہ چلتے پھرتے بیٹھتے اوٹھتے رسی کی طرح گردن میں لٹکا رہتا تھا۔ ابوالفتح ایک طرفہ حکایت بیان
کرتے ہیں کہ ایک جگہ چند آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ امام
حسین کے قتل میں کوئی ایسا معین و مددگار نہ تھا جسے کوئی آفت سماوی اور بلائے دنیاوی
نے نہ گھیرا ہو یعنے مرنے سے پہلے وہ ضرور کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہوا اونمیں سے ایک پیر مرد
بول اوٹھا کہ لو صاحبو امام حسین کے قتل میں میں بھی شریک تھا اونکے قتل میں میں بھی ممد و معاون
تھا مگر مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا صحیح و سالم ابتک موجود ہوں یہ کہتا تھا کہ چراغ کا گل اوسپر گر پڑا
اور آگ بدن میں لگ گئی ہر چند کہ فریاد کرتا تھا کہ مجھمیں آگ لگی مگر کسینے نہ سنا یہانتک کہ دریائے فرات
میں گیا اور کئی غوطے کھائے مگر جو آگ کہ اللہ کے غضب کی آگ ہو اوسے کون بجھا سکتا ہے تو یہ ہے
دریائے فرات کو کیا زہرہ تھا جو اوس آگ کو بجھا سکتا آخر کار اسیمیں جل جل کر مر گیا ابن الجوزی
سُدی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کربلا میں میری مہمانی کی اثنائے کلام میں امام حسین رضی اللہ
عنہ کی شہادت کا تذکرہ آیا مینے کہا جو شخص امام حسین کے قتل میں شریک تھا وہ بُری حالت سے
مرا میری اس قول کو میزبان نے جھوٹ جانا اور تردید کے درپے ہو کر کہا واہ صاحب میں ہی تو قتل
حسین میں شریک تھا مجھے تو کچھ بھی نہ ہوا بحمد اللہ اسوقت تک صحیح و سالم ہوں اسکے ایکدن بعد
وہ شخص درستی چراغ کیلئے اوٹھا اور اوسکا گل اُسکے کپڑے پر لگ گیا جس سے چیخ چیخ کر مر گیا
راوی کہتے ہیں اُسکے مرنیکے بعد میں پھر گیا اور دیکھا خدا کی قسم اوسکی صرف ایک اونگلی ہی جلی
تھی جسکے صدمہ سے مر گیا اسیطرح ایک اور حکایت معتبر مورخ سے بیان کی گئی ہے کہ ابن زیاد
کے لشکر میں سے وہ شخص جسنے امام حسین کا سر مبارک اپنے فتراک سے باندھا تھا چند روز کے بعد
لوگوں نے اوسے سیاہ رو دیکھا پوچھا اے شخص تو تو تمام آدمیوں سے صورت میں بہتر اور نیک
منظر تھا اب کون ایسی بھہیر بلائے آسمانی ٹوٹی جس سے تیرا سارا موںہ سیاہ روغن قیر کی مانند ہو گیا

اور منوں دودہ پانی پیتا تھا مگر کافی نہ ہوتا تھا غرضکہ پیاس پیاس کرتا رہا یہانتک کہ پیٹ پھٹ کر مر گیا اسی حکایت کے مثل ایک حکایت صاحب تہذیب التہذیب روایت کرتے ہیں ہم وسے بخوف تطویل ترک کرتے ہیں مرزا محمد مورخ کہتے ہیں کہ یہ حال تو اون عام لوگوں کا تھا کہ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں موجود تھی لیکن یزید اور ابن زیاد اور عمرو بن سعد شمر وغیرہم سرداران لشکر یزید کے حال پر غور کرنا چاہئے کہ اون کمبختوں ناہنجار و کندہ ناتراشوں پر کیا گذرا اور کیسی کیسی آسمانی آفتیں ایک ایک پر ٹوٹیں یزید نے صرف دنیاوی تمتع اور فانی لذات کے لئے اس قسم کی گستاخیاں اور بے ادبیاں امام کی جناب میں کیں مگر کیا ہوا آپ کی شہادت کے بعد کل تین برس اور کئی ماہ زندہ رہا اور جانبہار گناہوں کا ایک انبار اور بوجھ کا ایک خرمن لیکر سیدھا دوزخ میں پہونچا ابن زیاد تھوڑے ہی دنوں بعد مختار بن عبیدہ کے قتال میں بری حالت سے مارا گیا عمرو بن سعد شمر ذی الجوشن اور جسقدر آدمی معرکۂ کربلا میں موجود تھے سب کو مختار نے اپنے غلبہ کے وقت چن چن کر قتل کیا اسکے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آل ابی سفیان کے احوال شقاوت مآل کی بابت چند سطور لکھی جاویں اور جس نے امام کے خون کے مطالبہ کے لئے خروج کیا کچھہ تھوڑا اسا اوسکا ذکر بھی کیا جاوے لہذا کاتب الحروف محرر نقوش اکرام الدین حصہ اللہ لفضلہ المبین آمین۔ اس محل میں یزید علید کا ذکر اول سے آخر تک درج کتاب کرنا انسب جانتا ہے تاکہ باعث مزید عبرت مردمان ہووی۔ صاحب کتاب نے فصول سابقہ میں یزید کا کچھہ ذکر کرکے اس موضع میں تفصیلا ذکر کیا ہے۔ واضح ہو کہ جب یزید پلید امام حسین کو شہید کر چکا تو ظلم و فسق و فجور شرب خمر زنا لواطت وغیرہ وہ حرکتیں جو عموماً عقلاً ناپسند ہیں کرنی شروع کیں اہل مدینہ جو اس سے پہلے جبراً و کرہاً بیعت کر چکے تھے اب اوسکا یہ حال شقاوت مآل دیکھکر لگے خلع بیعت کرنے چنانچہ اونہوں نے انصار و مہاجرین میں سے دو شخص منتخب کرکے ایک کو انصار پر اور دوسرے کو مہاجرین پر امیر بنایا عبداللہ بن مطیع العدوی تو مہاجرین کے امیر بنائے گئے اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ انصار پر امیر مقرر ہوئے ابھی تک مدینہ میں یزید کا ایک عامل نعمان بن محمد بن ابوسفیان تھا ان لوگوں نے اوسے نہایت ذلت کے ساتھ مدینہ سے باہر نکالدیا عبداللہ بن غسیل سے ایک شخص روایت

جس سی وہ بالکل اندھا ہوگیا اور مرزا محمد مورخ بیان کرتے ہیں کہ میں نی کتب تواریخ میں
امام منصور کی ایک روایت لکھی دیکھی ہو منصور فرماتی ہیں کہ شام کے ملک میں کئی آدمیوں سے
ملا جنکے چہرہ سور جیسے ہوگئے تھے اون کے احوال اور لوگوں سے بینے دریافت کئے جواب دیا کہ
یہ شخص حضرت علی کو دن میں ہزار ہزار بار لعنت کرتے اور بُرا کہتے تھے خاصکر جمعہ کے دن اونپر
اور اونکی معصوم اولاد پر تبرا کرتے اور لعنت کرتے تھے چنانچہ ایکدن اونہوں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ امام حسین آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے اونکی شکایت کرتے اور
اپنی داد چاہتے ہیں آنحضرت کو سنکر بہت غصہ آیا اور اپنا آب دہن اونکے موںھ پر ڈالکر لعنت
کی اوس روز سے انکے چہرے ایسے ہوگئے اور لوگوں کے لئے عبرت گاہ بنگئے۔ ترجمہ صواعق میں ہے
کہ جب اعدائے بے دین اور اشقیائے لعین نے معرکہ کربلا میں امام حسین پر پانی بند کردیا اور پیاس
کی شدت سے ننہے ننہے بچے بلک بلک کر رونے لگے تو لشکر اعداء میں سے ایک شخص باہر آکر کہنے
لگا لوگو دیکھو یہ شخص اپنے آپکو جگر گوشہ آسمان بتاتا ہے عجب بات ہے کہ ایک قطرہ بھی آسمان
بھنیں ٹپکتا جس سے کچہ تشنگی بجھے یوں ہی پیاس کی حالت میں تڑپ تڑپ کر جان دیگا امام حسین
نے اوس ملعون کے یہ لفظ سنکر فرمایا اللھم اقتلہ عطشا اسکے بعد خدا تعالی نے ایسی پیاس کا
غلبہ اوسپر مسلط کیا کہ جسقدر پانی پیتا تھا سیر نہوتا تھا حتے کہ اسی حالت تشنگی میں مر گیا ایک
صحیح روایت یوں بھی منقول ہے کہ اثنائے قتال میں امام حسین علیہ السلام نے کسی سے پانی
مانگا اونسے آخری وقت جانکر ایک قدح آب بھر کر امام کو دیدیا آپنے پانی کا پیالہ منہہ کو لگایا
ہی تہا کہ لشکر اعدا میں سے ایک ستمگر آپمیں اور پانی کے درمیان میں حائل ہوگیا اور ظالم نے
ایسا تاک کر تیر مارا کہ پانی کا پیالہ توہاتہ سے چھوٹ پڑا اور نبی زادہ کی گردن مبارک پر صدمہ
پہنچا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اوسکی حق میں بددعا کی اور فرمایا بارخدایا اسکو ایسی پیاس کے عذاب
میں گرفتار کر کہ کبھی پانی سے سیر نہ ہو یہ کہنا تہا اوس موذی کا نتیجہ عذاب میں گرفتار ہونا
پیٹ کی جانب تو اس قسم کی حرارت وحدت پیدا ہوئی کہ ہرچند لوگ پانی چھڑکتے اور پنکھے کرتے
تھے مگر ٹھنڈک کسیطرح نہ پہونچتی تہی اور پیٹھ کی جانب ایسی سردی و برودت ظاہر ہوئی کہ کتنا
ہی آگ جلاتے اور تنور روشن کرتے تھے مگر گرمی کا نام نہ تہا ہر وقت فریاد العطش کرتا تھا

چپکا تدبیر سوچتا رہا کہ کیا کروں یہاں تک کہ ولید نائب یزید مدینہ سے مکہ حج کے لئے آیا ایکطرف
عبداللہ بن زبیر اپنے گروہ کے ساتھ حج کر رہے تھے اور دوسری طرف ولید اپنی جماعت کے ساتھ
ارکان حج ادا کرتے تھے اسکے بعد عثمان بن محمد ابی سفیان جو ولید کی تبدیلی کے بعد یزید کیطرف سے
عامل ہوا تھا اہل مدینہ کو یزید کی مخالفت سے خوف دلایا یہاں اسکے لیے اہل مدینہ نے دس معتبر شخصوں کو
یزید کی کیفیت دریافت کرنے کو بھیجا تھا اونہوں نے اوسکے احوال شقاوت مآل کو سب کے حضور
میں بیان کیا تب اہل مدینہ باہم متفق ہوکر حضرت زین العابدین کے پاس گئے کہ ہم آپ سے
بیعت کرتے ہیں آپ ہماری سرپرستی کیجئے اور امام بنئے حضرت زین العابدین نے انکار کیا اور
مدینہ سے نکلکر ایک گانو لیبوع نام میں سکونت اختیار کی یزید نے اس خبر کو سنکر نعمان بن بشیر
انصاری سے کہا کہ تو مدینہ جاکر لوگوں کو نصیحت کر اور میری طرف سے جاکر کہو میں نہیں چاہتا
کہ مدینہ جیسے متبرک جگہ میں سپاہ کشی کروں اور اہل مدینہ کی بیبیوں کو بیوہ۔ فرزندوں کو
یتیم چھوڑوں مگر اسکے ساتھ علی بن الحسین یعنے حضرت زین العابدین سے کہیو کہ تمنے خوب کام کیا جو
اہل مدینہ کے شریک نہ ہوئے اس نیکی کا عوض میرے ذمہ واجب ہے چنانچہ نعمان بن بشیر
اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ آیا اور یزید کا ایک ایک پیغام مدینہ والونکو سنایا مگر یہاں کسینے نہ مانا
بلکہ صاف جواب دیدیا کہ ہم کو بیعت یزید ہرگز منظور نہیں نعمان یہ سنکر واپس گیا اور یزید کو اون کے
ارادوں سے مطلع کیا اوسوقت تو وہ بہت افروختہ ہوا اور مسلم بن عقبہ کو جو رموز سلطنت
سے کمال درجہ واقف اور تدابیر ممالک میں نہایت درجہ مدبر تھا بلایا اور بارہ ہزار پہلوان جنگ
آزمودہ جہاں دیدہ اور بقول بعضے دس ہزار عراق کے تلوریے بہادر اوسکے ساتھ کرکے مدینہ
روانہ کیا چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اے مسلم جب تو مدینہ پہونچے تو اونکے ساتھ اول اول نرمی سے پیش
آئیو اسکے بعد اگر قبول بیعت نکریں تو جنگ کا ارادہ کیجیو فتح کے بعد تین رات دن تک قتل
عام رکھیو اور اونکے خون مباح جانیو اس حال میں مسلم بن عقبہ بیمار تھا یزید نے کہا اگر تجھے کوئی
واقعہ پیش آئے یعنے مرنے لگے تو حصین بن نمیر کو اپنے بعد خلیفہ بنا جائیو پس مسلم تو بارہ ہزار
فوج کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا اوہاں یزید نے اوسیروز عبیداللہ بن زیاد کو ایک خط باینمضمون
لکھا کہ جسقدر تیرے پاس جمعیت ہے سبکو اپنے ساتھ لیکر بہت جلد مکہ پہونچ اور عبداللہ بن زبیر

کرتا ہے وہ فرماتے ہیں بخدا ہمنے یزید علیہ کی بیعت کا ربقہ حتی الامکان اپنی گردنوں سے نہ نکالا اور حتی المقدور اوسپر خروج نہ کیا یہانتک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اگر اب بھی ہم اوسکی اطاعت کئے جاوینگے تو آسمان سے پتھر برسیں گے ہم سب کو ہلاک کردینگے کیونکہ اوس نالائق نے ماؤں کا بیٹوں سے بہنوں کا بھائیوں سے نکاح جائز ہی نہیں کیا بلکہ لوگوں کو مجبور کردیا لہذا ہم نے اوس سے خلع بیعت کرلی۔ جب یہ خبر یزید پلید کو پہونچی کہ اہل مدینہ نے خلع بیعت کی اور میری اطاعت سے خروج کیا میری عامل کو مقام والا احترام سے نکالدیا بنی امیہ کو قید کرلیا تو انکے قتل کا فکر کیا۔ ترجمہ متعارف طبری میں مذکور ہے کہ یزید نے عمرو بن سعد کو مکہ کا امیر اور ولید بن عتبہ کو مدینہ کا عامل مقرر کیا تھا جب عبد اللہ بن زبیر مدینہ سے مکہ چلے آئے جیسا کہ امام حسین کے احوال میں مذکور ہوچکا ہے تو عمرو بن سعد امیر مکہ نے عبد اللہ بن زبیر سے کسی قسم کی لڑائی یا حرب نہیں کی جسکی وجہ سے یزید نے اوسپر نفاق کا الزام لگا کر مکہ سے اور طرف بدلی کردی اور ولید بن عتبہ عامل مدینہ منورہ کو کہلا بھیجا کہ مکہ کی امارت بھی تو ہی اپنے قبضہ تصرف میں لا ولید تو خود مدینہ ہی میں رہا مگر اپنے نائب کو اوسنے مکہ میں بھیجدیا یہاں عبد اللہ بن زبیر سے لوگوں نے بیعت کی اور عامل مکہ کو جو ولید بن عتبہ نے بھیجا تھا اوسے نکالا تو نہیں مگر عامل بھی نہ سمجھا چنانچہ عبد اللہ بن زبیر علیحدہ جماعت سے نماز پڑھتے اور عامل یزید علیحدہ پڑھتا مگر جبتک امام حسین علیہ السلام مکہ میں تشریف رکھتے تھے اوسوقت تک عبد اللہ بن زبیر نے بیعت کے لئے ہاتھ نہ کھولا حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد عبد اللہ بن زبیر روئے اور بہت تعریف کی اب اہل مکہ نے آپ سے بیعت کی اور کہا اب تیرے سوا اور کوئی نہیں رہا لہذا ہم تجھسے بیعت کرنا مناسب جانتے ہیں۔ جب یہ خبر یزید کو پہونچی تو قسم کھاکر کہا کہ جبتک عبد اللہ بن زبیر کے ہاتھ گردن پر بندھے ہوئے نہ دیکھوں اور گلے میں طوق پڑے ہوئے اپنے تخت کے آگے سر خم نہ ملاحظہ کروں تب تک نہ بیٹھ کر کھانا کھاؤں نہ نیند سوؤں چنانچہ اوسنے ایک آہنی زنجیر ولید کو بھیجی کہ یہ زنجیر عبد اللہ بن زبیر کی گردن میں ڈالکر گرفتار کرکے بہت جلد میری پاس بھیج ولید نے قاصد کو مکہ میں عبد اللہ بن زیاد کے پاس بھیجا اوسنے یہاں آکر یزید کا پیغام ادا کیا اور وہ زنجیر عبد اللہ کے آگے رکھی مگر اوسنے اسکا کچھ جواب نہ دیا قاصد جب یزید کے پاس واپس آیا تو اوسنے ساری حقیقت بیان کی یزید کامل ایک سال تک

یزید کے نامہ اعمال میں یہ بھی شقاوت لکھی جاوے پس بہت سے اہل مدینہ اون ظالموں کے ہاتھ سے
تہ تیغ ہوئے اور باقی لپس ماندہ شہر مدینہ میں بھاگ کر چلے آئے فضیل کی شہادت کے بعد عبداللہ بن حنظلہ
باہر نکلے اور پاپیادہ جنگ شروع کی مسلم نے بھی اپنی فوج سے کہا اے شامیو تم بھی پیادہ ہو جاؤ اور
اس بہادر میدان کارزار کو گھیر لو پس حصین بن نمیر تمام سپاہ حمص کے ساتھ پیادہ ہو گیا اور دوسری
جانب سے مسلم کے لشکر نے تیر بارانی شروع کی یہانتک کہ عبداللہ بن حنظلہ نے مع اپنے تین بھائیوں
کے شہد شہادت چکھا۔ اصل کتاب کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ساتھ سو بڑے بڑے صحابہ
انصار و مہاجرین میں سے اور دس ہزار اور قبیلہ میں سے عبداللہ بن حنظلہ کے ساتھ شہید ہوئے غرضکہ
جب عبداللہ بن حنظلہ اور فضیل بن عباس شہید ہو چکے تو مسلم بن عقبہ مدینہ میں گھس آیا اور تین
روز برابر اہل مدینہ کے کشت وخون میں مصروف رہا تین روز تک مسجد نبوی میں نماز نہ ہوئی اور
بجائے اسکے کتے بلی کے بول وبراز سے وہ منبر شریف جسپر رسول اللہ صلعم اور جناب کے خلفائے
راشدین حمیدین تشریف رکھتے تھے آلودہ کیا گیا ساری مسجد میں نجاست پھیلائی گئی وہاں اعلام
ہوئے کئی سو عورتوں کو زنا سے حمل رہے در و دیوار کو کمبختوں ظالموں نے پلیدی سے آلودہ کیا
انتہے کلام صاحب المفتاح نعوذ باللہ انا للہ وانا الیہ راجعون افسوس صد افسوس جو آل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آیہ کریمہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا کے
مخاطب تھے اور جنکی شان پاک میں یہ آیت نازل ہوئی تھی انکے ساتھ یزید پلید کسطرح پیش آیا اور جو
حضرات اصحاب کنتم خیر امۃ الخ کے مورد تھے او نپر اوس ملعون کیطرف سے کیسی کیسی مصیبتیں اور
آفتیں پہونچیں جسے سنکر دل پاش پاش ہوا جاتا اور ہر فرد بشر آنکھوں سے چشمہ حسرت بہاتا
ہے القصہ تین دن کے قتل عام کے بعد مسلم ظالم نے بقیہ لوگونکو جمع کیا اور بیعت یزید عنید کے
تکلیف دی اور کہا اگر تم اوسکی اطاعت اختیار نکرو گے تو جسطرح تمہارے سرداروں بہادروں
کو قتل کیا ہے اوس سے زائد تمہیں تکلیفیں پہنچا کر قتل کروں گا اور بیعت بھی یزید کی اس طریقہ سے
ہو کہ وہ چاہے تمہیں غلام بنا کر رکھے چاہے بیچ ڈالے چاہے آزاد کرے اون میں سے بعض اہل اللہ
نے کہا ہم یزید کی بیعت اس شرط پر کرتے ہیں کہ وہ موافق کتاب اللہ اور مطابق سنت رسول اللہ
عملدرآمد کرے اوس موذی نے نمانا اور رسول خدا کے یاروں آپ کے پڑوسیوں اور ہمسایونکو

کے ساتہ جنگ کرا ابن زیاد پہلے ہی سے یزید سے ناخوش تھا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ امام حسین
کے قتل کے صلہ میں یزید نے اوسے صرف کوفہ اور سواد عراق دیا اور خراسان سیستان جو عہد
معاویہ میں ابن زیاد کے تصرف میں تھا اب یزید نے اون دونوں شہر ذکو اسکے قبضہ سے نکالکر
سلم بن زیاد اسکے چھوٹے برادر کو دیدیا تھا پس اس باعث سے عبید اللہ بن زیاد کو یزید سے
خاطرخواہ رنجش ہوگئی تہی یزید کا نامہ پہونچتے ہی اوسنے جواب لکھہ بھیجا کہ دو چیزیں مجھہ میں جمع
نہونگی پیغمبر کے فرزند ارجمند کو قتل کرنا اور خانۂ خدا کا خراب کرنا یزید یہ سنکر خاموش ہورہا
یہاں مسلم سپاہ شام کیساتہ مدینہ میں آپہونچا اور تین دن تک لشکر کو آرام دیکر ایک معتبر قاصد
کو مدینہ بھیجا اوسنے وہاں جاکر بہت سے کلمے نصیحت آمیز سنائے مگر اونہوں نے ایک نہ مانی اور
اطاعت یزید کا خیال بھی دلوں سے اوڑا دیا۔ مدینہ کے چاروطرف خندقیں کھود کر آمادہ
پیکار ہوئے مسلم نے اپنی فوج کو حکم کیا کہ مدینہ کے گرد پوشیدہ ہوں اور آپ بیمار تھا خیمہ کے
دروازے پر تخت بچھا کر بیٹھہ گیا اہل مدینہ میں سے عبد اللہ بن حنظلہ نے فضیل بن عباس کو
مقدم لشکر بنایا کیونکہ عبد المطلب کے سب فرزندوں میں آپ ہی عقلمند زائد تھے عبد اللہ نے
سوارونکو حملہ کرنے کا حکم فرمایا اور فضیل نے بھی اپنی جماعت کے ساتہ لشکر شام پر حملہ کیا آپ نے
شامیوں کو ایسا پراگندہ کیا کہ ساری فوج کو تتر بتر کرکے تخت مسلم تک پہونچے اور ایک بڑی
جماعت کو قتل کرڈالا فضیل کا ایک غلام جو اعدا کے لشکر میں حملہ آور تھا اونہوں نے مسلم
کے گمان میں اوسے قتل کرڈالا اور وہاں سے پہرتے وقت کہا کہ میں نے مسلم کو قتل کرڈالا
مسلم نے یہ آواز سنتے ہی کہا اے فضیل میں تیرے قتل کے لئے ابھی زندہ ہوں ٹھہر امت ابھی
تلوار زہر آلود سے دو نیم کرتا ہوں پس مسلم خیمہ کے اندر سے مسلح ہوکر گھوڑے پر باہر نکلا اور کہا
اے شام کے بہادرو اگر بدون میرے تم نہیں لڑسکتے تو لو میں حاضر ہوں اب جلد حملہ کرو
اور دشمنوں کو تہ تیغ کرڈالو فضیل اہل مدینہ کے سردار نے مسلم بن عقبہ کیطرف موہنہ پھیرا اور
تھوڑی دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ مسلم نے آپکے پہلو پر ایسا نیزہ مارا جس سے آپکو تاب
نرہی گھوڑے کی پشت سے فرش زمین پر گرکر شہید ہوگئے اب تو شامیوں کی بن آئی سب نے ملکر حملہ
کیا اور ایک ہی بار حرکت کی چونکہ مشیت لم یزلی اور خواہش احدی اسی بات کو مقتضی تھی

اونپر آگ برسنے لگی جس سے منجنیقین اور پھینکنے والی سب کے سب جلکر راکھہ ہوگئی باقی جو لوگ اونکے
مدد و معاون تھے ہر چند کہ وہ بھاگتے تھے مگر وہ آگ اونکا پیچھا نہ چھوڑتی تھی حتی کہ اوس گروہ
وخیمت پژوہ کو جلاکر دوزخ میں پہونچایا اوسیروز یزید عنید بھی واصل جہنم ہوا یعنے ملک شام
سے اوسکی موت کی خبر آئی شامیوں نے جب آگ آسمان سے اوترتے دیکھی تو سب کے سب گہبرگئے
اور کہنے لگے ہم کو خانۂ خدا سے لڑنے کی ہرگز طاقت نہیں ہے حصین بن نمیر نے یہ احوال یزید کو
لکھہ بھیجا اور اوسے ابھی تک یزید کی موت کی خبر نہ ہوئی تھی چنانچہ دوسرے روز عبد اللہ بن
زبیر نے حصین کو لکھہ بھیجا کہ یزید تو مر گیا اب تو کسکی طرف سے لڑائی پر جان دیتا ہے حصین
نے اس خبر کو جھوٹ جانا اور جنگ میں بدستور مشغول رہا یہانتک کہ ثابت بن قیس مدینہ سے
آیا اور یزید کے مرنے کی خبر حصین کو پہونچائی حصین نے اوسیوقت عبد اللہ بن زبیر کو لکھہ
بھیجا کہ یزید مر گیا اور اوسکے فرزندوں میں سے کسیکو یہ لیاقت نہیں کہ سرداری و حکومت کرکے
بیٹھے آپ میرے ساتہ شام میں چلیں میں تمام شامیوں کی آپ کے ہاتہ پر بیعت کرادوں گا
اور وہاں کی ریاست تمہیں دلادوں گا عبد اللہ بن زبیر نے قاصد کے ہاتہ کہلا بھیجا کہ میں حریم
خانہ کعبہ سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتا حصین اونسے بالکل ناامید ہوکر بے نیل مرام واپس
چلا گیا یزید کی موت کا واقعہ ربیع الاول کی پندرہ تاریخ شہر حمص ۳۳ سال کی عمر میں واقع
ہوا صرف تین سال سات مہینے بادشاہی کرکے جہنم میں جا لبسا انتہی۔ حیف صد حیف
اتنی سی زندگی اور وہ بھی تلخ تکدر کے واسطے وبال ابدی اور عصیان لم یزلی سر پر لیکر
دوزخ میں جانا پڑے ننگ و عار کی بات اور افسوس کی جگہ ہے یہ احوال تو یزید کا ہوا۔
اب وہ لوگ جو امام حسین کے قتل میں شریک تھے اونپر کیا بنی اور کسطرح جانیں نکلیں سننا
چاہیئے اور زیادہ گوئی اور طوالت کلام سے مخاطبوں کو رنجیدہ نہونا چاہیئے۔ کیونکہ قاعدہ کی
بات ہے کہ تاوقتیکہ کلام کا اول و آخر معلوم نہو پورا قصہ سمجھہ میں مشکل سے آتا ہے چنانچہ مورخین
نے لکھا ہے کہ جب یزید عنید مر چکا تو اوسکا ابتر لڑکا جسے وہ اپنی حیات میں ولی عہد کر چکا
تھا بادشاہ بنا اور دوسرے روز منبر پر چڑہکر خطبہ پڑھا حمد و نعت کے بعد کہا اے لوگو یہ
خلافت خدا تعالی کی ایک مضبوط رسی ہے میرے دادا معاویہ نے ناحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اپنی ظلم بھرے ہاتھوں سے ناحق قتل کر ڈالا۔ طبری میں لکھا ہے کہ اسکے بعد مسلم نے علی بن الحسین
یعنے حضرت زین العابدین کو بلا کر یزید کا پیغام پہونچایا کہ وہ آپکو آداب و نیاز کے بعد کہتا ہے کہ آپ نے
اپنی ذات بابرکات کو اس فتنہ میں نہ ڈالا بہت اچھا کیا میں تم سے بہت خوش ہوا امام زین العابدین
جواب دیتے ہی تھے مگر آپ کے قبیلہ کے آدمیوں نے مصلحت وقت سمجھکر آپکو جواب دینے سے
منع کر دیا اور اوسی روز محمد باقر پیدا ہوئے اور یہ واقعہ ۶۳ سنہ آخر ذیحجہ میں ہوا اوسی سنہ
محرم کے مہینے میں یزید کا ایک اور نامہ آیا کہ اے مسلم میں تجہسے بہت خوش ہوں اسکا صلہ جب
تو میرے حضور میں پہونچیگا دوں گا مگر اب بہت جلد اپنی فوج لیکر مکہ پہونچ اور عبد اللہ بن زبیر
سے جنگ کر کے بہت جلد اوسے قتل کی سزا پہونچا یا زندہ گرفتار کر کے میری دربار میں بھیجدے اسوقت
مسلم سخت بیمار تھا مگر یزید کا پیام پہونچتے ہی کوچ کر دیا جب مکہ تین منزل رہگیا تو سکرات موت کے
آثار اسپر نمودار ہوئے اوسنے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی کل فوج اوسکے حوالہ کر دی اور سپہ کو
اوسکی اطاعت و انقیاد کی وصیت کر کے جہنم میں جا پڑا یہاں حصین نے مکہ پر لشکر کشی کی اہل مکہ
تو پہلے ہی سے عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کر چکے تھے اور اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے آمادہ اور
مدینہ سے جو لوگ بہاگے ہوئے یہاں آئے تھے وہ بھی عبد اللہ بن زبیر کے پاس جمع تھے جب
حصین بن نمیر کے آنے کی خبر پہونچی تو عبد اللہ بن زبیر اپنی سپاہ سمیت مکہ سے باہر نکلے اور لشکر سے
فرمایا خبردار شامیوں میں سے کوئی متنفس مکہ کے اندر نہ آنے پائے اہل شام نے باہم متفق ہو کر
حملہ کیا اور سب سے پہلے عبد اللہ بن زبیر کے برادر مع اپنی فوج کے شہید ہوئے پھر تو شامیوں کے
بیحد ظلم سے بہت سے اہل مکہ شہید ہوئے آخرکار ابن زبیر نے مکہ میں آکر پناہ لی اور چاروں طرف
کے دروازے بند کرا دئے اہل شام نے مکہ کا محاصرہ کیا اور بڑی بڑی منجنیقیں بنا کر پہاڑوں پر
سے سنگباری کرنی شروع کی اون پتھروں سے خانہ کعبہ کی دیواریں مسجد کے ستون بالکل
ٹوٹ گئے کعبہ کا سارا لباس اور تمام پردے جل کر خاکستر ہو گئے۔ غرضکہ کئی روز تک خانہ
خدا خالی اور برہنہ رہا نہ کوئی اوسکا خبرگیران اور پرسان حال رہا نہ کوئی اوسمیں جا سکتا تھا
جس سے اوسمیں آبادی کی شکل معلوم ہو کئی دن کے بعد خدا کے جلال و غیرت کے آثار آسمان
سے نمودار ہوئے یعنے ایک سخت پریشان ہوا چلنے لگی اور جو لوگ منجنیقیں پتھر پھینک رہے تھے

بیعت کے لئے شہر شہر اور قریہ بقریہ گشت کرتا تھا جب کوفہ سے بصرہ میں پہونچا تو معاویہ
کے انتقال کی خبر ہوئی اہل بصرہ نے ابن زیاد پر ہجوم کیا اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالیں مگر وہ کسی
حیلہ سے وہاں سے نکل بھاگا اور شام پہونچکر پناہ لی یہاں بصریوں نے بنی عبد المطلب میں سے
ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپس میں اتفاق کر لیا کہ تا وقتیکہ کوئی برحق خلیفہ نہ ہو
اسی شخص کی اطاعت پر جانیں دیدو۔ بعض کتابوں میں اوس شخص کا نام عامر بن سعد لکھا
دیکھا ہے ادہر عبد اللہ بن زبیر کو بہت بڑی قوت ہو گئی دن بدن جماعتیں کی جماعتیں آتیں
اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتیں یہاں تک کہ سبنے ملکر آپکو امیر المومنین کا لقب دیا اور مدینہ
حجاز معہ اطراف آپکے حیطہ تصرف میں آیا ہر چند کہ شامیوں نے نہایت آرزو سے بلایا مگر عبد اللہ
بن زبیر نے شام کی جانب رُخ ہی نکیا اور خود خلافت کے بانی بنکر عبد اللہ بن زید انصاری
کو کوفہ کی امارت تفویض کی اور حضرت انس بن مالک کو بصرہ کا حاکم بنایا مگر انس بن مالک سے
بصرہ کا عمدہ انتظام نہ ہوسکا پس اونکی جگہ عبد اللہ بن معمر کو بھیجا اور کوفہ و بصرہ دونوں عبد اللہ
بن زبیر کے محکوم ہو گئے اوسکے بعد اہل شام نے بہت سے قاصد عبد اللہ بن زبیر کے پاس
بھیجے کہ آپ یہاں آئیں تو ہم بیعت کریں آپنے قاصدوں سے کہدیا کہ تمہیں بیعت کرنی ہو یہاں
چلے آئیں میں شام میں کبھی نہ جاؤں گا چنانچہ رفتہ رفتہ تمام شامیوں نے آپسے بیعت کی اور
تمام عراق کی طرف خوشی سے آپ کو تفویض کر دے۔ آپنے عبد الرحمن کو مصر کا والی بنایا اور عبد اللہ
بن راشد کو یمن میں بھیجدیا اور اپنے بھائی عبیدہ بن زبیر کو مدینہ کی حکومت دیدی۔

گو بعض اہل شام عبد اللہ بن زبیر سے بیعت کر چکے تھے مگر بعض اس بیعت سے برہم ہو گئے تھے
اور کہتے تھے کہ ہم عبد اللہ بن زبیر کی بیعت نکرینگے ہاں خالد بن معاویہ بن یزید کی بیعت
اور جان نثاری کو حاضر ہیں اوسوقت شام کے اکناف و اطراف میں پانچ سردار تھے جنکے اہل
شام کے کلی اور جزئی امور چلتے تھے ایک نعمان بن بشیر الانصاری جنکے تصرف میں ولایت
حمص تھی دوسرے ضحاک بن قیس الفہری جو دمشق کا امیر تھا تیسرا احماد بن کلابی جو قنسرین کا
والی تھا چوتھا بابل بن قیس جنکے قبضہ میں فلسطین تھا پانچویں حبان بن مالک اردن کا حاکم
یہ سب کے سب عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کی دلی خواہش رکھتے تھے مگر حبان بن مالک چاہتا تھا

سے نزاع کرکے خلافت لے لی درحقیقت خلافت کے وہی مستحق زائد تھے چنانچہ خدا تعالی نے
حضرت علی ہی کو خلافت مرحمت فرمائے بعد میرے دادا نے میرے باپ کو جو بالکل خلافت کے لائق
اور مستحق نہ تھا اپنے بعد اپنا خلیفہ بنایا اور امیرالمومنین امام حسین کو صرف دنیا کی چاہت اور آبرو
افزونی کی وجہ سے ناحق قتل کرڈالا سو میرا باپ جابہار نامراد جوانی کی حالت میں مر گیا اور
آخرت کا وبال قبر میں لیگیا۔ راوی کہتا ہے اسکے بعد معاویہ بن یزید منبر پر چڑھا ہوا خوب
رویا اور کہا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے باپ کو امام حسین سے لڑنا بڑی بے سودہ بات
تھی پھر اونکو شہید کرنا اور بھی نازیبا کیونکہ اپنے رسول کی اولاد کو قتل کرنے سے بڑی زائد
اور کونسی بات ہوگی اوسنے شراب کو مباح کردیا محرمات ابدی سے نکاح جائز کردیا خانہ خدا
کو منہدم کرڈالا میں اس خلافت میں کوئی عمدہ بات اور لذت نہیں پاتا اگر یہ نیک ہے اور
مجھسے ایسے کام سرزد نکرائے تو کچھ مضائقہ نہیں ورنہ یہ خلافت یہ ریاست اولاد ابی سفیان
کو مبارک رہے۔ بعضی روایتوں میں یوں ہی آیا ہے کہ معاویہ بن یزید نے کہا تم میں سے میرے
امیر ہونے پر جو شخص راضی ہو وہ میری بیعت کرے میں جبرًا اپنی بیعت کا ریقہ تمہاری
گردنوں میں ڈالنا نہیں چاہتا یہ کہکر منبر سے نیچے اوتر آیا اور گھر میں چلا گیا۔ راوی بیان
کرتا ہے کہ جب معاویہ روتا ہوا گھر میں گیا اور اوسکے اقارب نے اوسکے پاس آکر رونے کا
سبب دریافت کیا تو اوسنے سب سے اپنی مفصل کیفیت بیان کی اور اپنا محب اہلبیت ہونا
ظاہر کردیا اسکی ماجسکا ہاشم بنت ابی ہاشم بن عتبہ نام تھا آئی اور اس خبر کو سنکر کہنے لگی
کاش تو مرجاتا اور تیرے مرنے کی خبر میں نہ سنتی معاویہ نے جواب دیا بخدا میں اپنی موت تجھسے
زائد محبوب رکھتا ہوں کاش خدا تعالی مجھے بخشدے اور اپنے رسول کی اولاد کے خادموں میں سے
اوٹھائے بنی امیہ نے جانا کہ محبت خاندان نبوی اور مودت دودمان مرتضوی کی تعلیم شاہ
اسکو اسکے استاد نے دی ہے اوسے بلاکر پوچھا استاد بیچارے نے ہرچند انکار کیا اور قسم
کھائی مگر ظالموں نے اوس معصوم بے گناہ کو زندہ زمین میں دفن کردیا معاویہ بن یزید نے
سلطنت سے ہاتھ اوٹھالیا اور اپنے استاد کے فراق میں ہمیشہ روتا رہا یہانتک کہ چالیس روز
کے بعد جوار رحمت حق میں جاملا۔ طبری میں مذکور ہے کہ عبیداللہ بن زیاد معاویہ بن یزید کی

طعن وتشنیع کرکے کہنے لگے ہاں صاحب ہاں یزید کی نعمت دولت کا یہی شکر یہ ہے جو تم ادا کررہے ہو ابن زبیر کو کیا زہرہ جو خلافت کا بانی ہو اول تو خلافت کی اہلیت ہی نہیں رکھتا دوسری بنی امیہ کا اونکی خلافت پر راضی ہونا غیر ممکن کیونکہ عثمان بن عفان اونہیں شہید کئے گئے ہیں تم لوگوں کو اسوقت مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے بنی امیہ کی تائید کرو نہ یہ کہ اونکی سلطنت اون کے قبضہ سے نکالکر اونکے دشمنوں کے تصرف میں دیدو یہ سنکر عمرو بن الحکم اوٹھا اور کہنے لگا نہیں نہیں یہ حق عبداللہ بن زبیر ہی کا ہے کیونکہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہیں قطع نظر اسکے وہ ایک مسن عالم دانا شخص ہے قریش جو تمام قبائل عرب میں برگزیدہ قبیلہ ہے اوسمیں سے وہ ایک مسلم شخص ہے پس اسوقت میں بھی ضحاک کی تائید کرتا ہوں کہ خلافت کا سزاوار عبداللہ بن زبیر ہی ہے پس اس تقریر نے شامیوں پر کچھ ایسا اثر ڈالا کہ تمام اہل شام نے عبداللہ بن زبیر کی بعیت کی حمص کے رہنے والوں نے نعمان بن بشیر کے ہاتھ پر قیسر کے آدمیوں نے زفر بن الحارث کے ہاتھ پر فلسطین کے اہالیان نے بابل بن قیس کے ساتھ بعیت کی اور باقی تمام شامیوں نے اپنے سرداروں سے عبداللہ بن زبیر کے لئے بعیت کی اب تو عراق بصرہ کوفہ یمن مکہ مدینہ اور تمام ممالک مغرب ابن زبیر کے حیطہ تصرف میں آئی ایک ذرا سا قصہ درمیان میں اور رہ گیا کہ جب ضحاک نے منبر پر چڑہے ہوئے ان تینوں یزید کے دوستداروں کی گفتگو سنی تو اپنے پیادونکو حکم فرمایا کہ ان تینوں مفسدوں کو پکڑکر قیدخانہ میں حبس کرو پیادوں نے اپنے سردار کا حکم سنتے ہی اون تینوں کو یعنے خالد سفیان ولید کو پکڑلیا اور کھینچے ہوئے قیدخانہ کیطرف لیچلے خلق میں ایک آشوب اور شور وفغاں پیدا ہوا ہر طرف سے ضحاک پر پتہر برسنے لگے ضحاک منبر سے اوترآیا مروان اور عبیداللہ مسجد کے ایک گوشہ میں باہم مصلحت کررہے تھے عبیداللہ نے مروان سے کہا۔ جبتک غوغائی خلق ہے ہم اپنے کام سے فارغ ہوجاویں غرضکہ اوسدن تمام رات تک دمشق میں ہائے ہوئے اور شور وفغاں رہا ضحاک تو رات گئے وقت بنی امیہ کے خوف سے اپنے لوگوں کے ساتھ جنگامراج ہ مکا لعب تھا چل دیا دوسرے روز مروان نے اور سرداروں کو جمع کرکے مشورہ کیا کہ اگر ہم اسوقت خالد کی بعیت کرتے ہیں تو تمام مسلمانوں سے علحدہ اور سبکے مخالف ٹہرتے ہیں کیونکہ سب کے سب بعیت ابن زبیر پر مجتمع ہوگئے ہیں اور اگر خالد کی بعیت ترک کرکے عبداللہ بن زبیر کے

کہ خالد بن معاویہ بن یزید کی بیعت کرنی چاہیے شاید اسکی وجہ یہ تھی کہ خالد بن معاویہ نے اوس سے
کچھ سلوک ہونے کا وعدہ کرلیا تھا لیکن جب حصین بن نمیر مکہ سے یہاں آیا اور لوگوں کے دل اونکی
رائیں باہم مختلف پائیں تو اوسنے کہا اے لوگو خالد کی بیعت کرو کیونکہ میں نے بہت چاہا کہ عبداللہ بن زبیر
کو ساتھ لاؤں اور تم سے بیعت کراؤں مگر وہ راضی نہیں ہوئے اتنے میں مروان بن الحکم مدینہ سے
یہاں آن پہونچا اور آدمیوں کو مختلف دیکھکر عبداللہ بن زبیر کی بیعت پر لوگونکو آمادہ کیا
اور کہا اے لوگو خالد بن معاویہ خوردسال ناتجربہ کار ہے عبداللہ بن زبیر ایک جہاں دیدہ سرد
وگرم چشیدہ ابن عم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور نواسہ صدیق اکبر ہے میری راے میں اوس سے
بیعت کرنا تمھاری بہبودی اور ترقی کا باعث ہے اتنے ہی میں عبیداللہ بن زیاد بھی آن پہونچا یہ تو
یزید سے پہلے ہی ناخوش تھا اوسکی اولاد سے اور بھی رنجیدہ رہا کرتا تھا کیونکہ قتل امام حسین کے
صلہ میں یزید نے اسکی مرضی کے موافق کچھ نہ دیا اسیوجہ سے اسنے کعبہ پہ فوج کشی سے انکار کیا
تھا الغرض عبیداللہ نے سب لوگونکو جمع کرکے کہا کہ خلافت کی بابت میں سب سے زائد عمدہ بات
اور سب سے بڑا رکن مدبر اور جہاندیدہ خلیفہ کا ہونا سمجھتا ہوں جسکو حرب و صلح میں بہت بڑا
تجربہ حاصل ہو اور اسکی لائق سواے عبداللہ بن زبیر کے اور کسیکو میں نہیں دیکھتا پس بہت سے
آدمیوں کو فریفتہ کرکے مروان کے پاس لیگیا مروان تو پہلے ہی سے اس خیال کو لپکا رہا تھا کہ کوئی
ایسا سبب ہو کہ اہل شام عبداللہ بن زبیر کی بیعت پر راضی ہوجاویں عبیداللہ نے مروان سے
کہا کہ ان لوگوں سے عبداللہ بن زبیر کی خلافت پر بیعت لے کیونکہ اسکام کے لئے تجھسے زائد اور
کوئی شخص لائق نہیں مروان یہ سنکر ہنس دیا اور یہ سمجھا کہ شاید یہ حیلہ کی راہ سے کہتا ہے مگر جب
عبیداللہ نے بہت اصرار اور مبالغہ کیا تو مروان نے اوسے قبول کرلیا دوسرے روز ضحاک بن
قیس دمشق کا حاکم آیا اور مروان سے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرکے منبر پر چڑھا اور یزید کی
بہت بُرائی بیان کرکے عبداللہ بن زبیر کے محامد بیان کئے اس مجلس میں خالد بن معاویہ بھی موجود
تھے یزید کے دشنام سنکر مجلس سے کھڑے ہوگئے اور کہا میرے دادا یزید نے تمہارے ساتھ کونسی
بُرائی کی جسکے صلہ میں تم اونہیں بُرائی سے یاد کرتے ہو خالد کے اوٹھتے ہی شام کے تین بڑے بڑے
سردار ایک ولید بن عتبہ دوسرا یزید بن غبان تیسرا سفیان اوٹھہ کھڑے ہوئے اور ضحاک کو

محرم میں سلیمان بن جرد خزاعی اور مسیب بن نخبہ امام حسین کے خون کا عوض لینے کے لئے ایک لاکھ
آدمی سوار و پیادہ کے ساتھ کوفہ سے خروج کیا کوفہ تک ایک لاکھ آدمی اونکے ساتھ تھے مگر جب
سلیمان نے شام کی جانب کوچ کیا تو بجز ہزار آدمیوں کے اور کوئی سلیمان کے ساتھ نہیں رہا
سب اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے امروان نے انکے مقابلہ کے لئے ابن زیاد کو تیس ہزار سوار و ساتھ انکے
بھیجا اور سلیمان بن جرد مسیب بن نخبہ اور ابن زیاد کے درمیان خوب جدال و قتال ہوا مگر
یہ بیچارے صرف ہزار نفر اور وہ کمبخت تیس ہزار سوار کہانتک لڑیں اور جانیں توڑیں انجام کار
ابن زیاد نے ان دونوں کو ایک بڑی جماعت کے ساتھ قتل کر ڈالا یہاں دمشق میں مروان فوت
ہوگیا۔ ترجمہ متعارف طبری میں یہ قصہ بہت طوالت کے ساتھ مرقوم ہے چونکہ ہمیں اختصار
ہی منظور ہے لہذا یہاں بھی ہم مجملاً تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ امام حسین علیہ السلام
جب سنہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے اور کوفیوں نے آپکو اور آپکے بھائی مسلم بن عقیل کو بلا کر شہید کر ڈالا
مگر اوسی روز سے تمام کوفی اپنی کرتوت پر نادم تھے اور دلمیں کہتے تھے کہ فی الواقع ہم نے بڑی
خطا کی کہ اولاد رسول اور جگر گوشۂ بتول کو ناحق شہید کر ڈالا اب اسکی تلافی اور تدارک میں
کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے جس سے یہ ندامت جاتی رہے چنانچہ اونہوں نے ایک شخص سلیمان
بن جرد نامی کو اپنے اوپر امیر کیا اور چار برس تک خفیہ خفیہ بیعت کرتے اور زکوۃ صدقات
لے لیکر جمع کرتے رہے جب بہت سے آدمی اکناف و اطراف سے جمع ہوئے تو اونہوں نے دعوے
خون حسین رضی اللہ عنہ آشکارا کیا سنہ ۶۵ھ میں یہ لوگ کوفہ سے باہر نکلے اور یزید مر چکا تھا
اور عبید اللہ بن زیاد نے لشکر شام کو عراق میں بھیجدیا جب کوفیوں نے عراق کو خالی سمجھا تو سلیمان
سے نکلنے کی استدعا کی مگر وہ کہتا تھا ابھی نکلنے کا وقت نہیں تھوڑے دن اور تامل کرو یہانتک
کہ مختار بن عبید جسکا مفصل قصہ آئندہ بیان ہوگا مکہ سے کوفہ آیا اور کوفیوں کے ارادہ پر
مطلع ہو کر کہنے لگا کہ ای لوگو اگر تمہیں حسین علیہ السلام کے خون کا دعوی ہے تو کیوں نہیں نکلتے
یہ وقت پھر کاہے کو ہاتھ آئیگا عراق بالکل خالی ہے ملک بالکل غیر معمور ہے لوگوں نے کہا ہم
کیا کریں ہمارے امروں کی باگیں سلیمان کے ہاتھ میں ہیں جسطرف چاہے پھیرے مختار نے سلیمان
سے کہا اے سلیمان نکلنے میں اب کیا توقف ہے جہان بلا امام ہے اگر مبادا کل کوئی امام

بیعت کرتے ہیں تو بنی امیہ سے یہ حکومت باہر جاتی ہے اسی اثنا میں ابن زیاد آیا سرداران دمشق
نے کہا آؤ ابن زیاد سے اسباب میں مشاورت کریں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے پس سب نے عبید اللہ ابن زیاد
سے کہا کہ تو اسباب میں ہمیں کیا مشورہ دیتا ہے ابن زیاد نے کہا اے لوگو عبد اللہ بن زبیر کو خلافت
دینا اور بنی امیہ وارثان خلافت کو محروم رکھنا عقلاً نامناسب ہے ای شامیو تم نے معاویہ بن ابی سفیان
کے ہمراہ ہو کر کتنی چڑھائیاں اور فوج کشی کی ہے اپنے مالوں اپنے جانوں کو بیسیوں دفعہ فدا
کر چکے ہو جب یہ خلافت میسر راست ہوئی اور اتنی جانکاہیوں اور دشوار گزار گہاٹیوں کے طے کرنے کے
بعد یہ سلطنت بلا شرکت غیرے تمھارے قبضہ میں ہوئی اب اوسکو اسکے خاندان سے دور کرنا
بعینہ ایسا ہے جیسا اوسکی بادشاہ کی بادشاہت کا انکار کرنا پس میری رائے میں عبد اللہ
بن زبیر اس معنی کر مستحق خلافت نہیں معلوم ہوتے رہے ابن معاویہ بن یزید اوسکی خلافت میں
بہی مجھے کلام ہے کیونکہ وہ خورد سال ہے مملکت کے فراز و نشیب اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا ابن زبیر
گو وراثت کے اعتبار سے مستحق خلافت نہیں مگر سنجیدہ بڑی عمر کا آدمی ہے اوس سے کوئی برسر
نہیں آسکتا پس آج خلافت ایسے شخصکو سونی مناسب ہے جو ابن زبیر پر تدبیر و حیلہ سے غالب
ہو اور میں اسکام کے لئے بجز مروان کے اور کسیکو نہیں دیکھتا یہ کام اگر ہو سکے تو اوسی سے ہو سکتا
ہے عبید اللہ بن زیاد نے یہ ایک ایسا افسوں پہونکا جو سب پر چل گیا اور تمام حاضرین مجلس کو
بہت اچھا معلوم ہوا اوسیوقت مروان خلیفہ بن بیٹھا اور سب سے بیعت لے لی مگر ضحاک بن قیس
کو مروان کا خلیفہ ہونا گراں گزرا اور کہا میں مروان کی خلافت پر جیتے جی کبھی راضی نہ ہوں گا
باقی اون سرداروں نے جنکا سابق میں ذکر ہو چکا ہے وہ عبد اللہ بن زبیر ہی سے بیعت کر چکے تھے۔
مروان کو جب معلوم ہوا کہ ضحاک بن قیس میری بیعت پر راضی نہیں ہوتا تو اوسنے دمشق
کی سپاہ پر ابن زیاد کو سپہ سالار بنایا اور ضحاک سے لڑنے کو بہیجا ابن زیاد بیس روز تک
برابر ضحاک سے لڑتا رہا آخر ضحاک اور دوسرے شام کے سردار ابن زیاد کی تاب حرب نہ لا کر بہاگ
نکلے اور ضحاک کو قتل کر ڈالا اب تمام شام کا ملک مروان کے تصرف میں آیا اور ہر ایک طرف
ایک امیر بنا دیا اسکے بعد مروان نے ایک نیا ظلم یہ کیا کہ نعمان بن بشیر الانصاری جو خفیہ طور سے
لوگونکو بیعت ابن زبیر پر ترغیب دیتا تھا قتل کر ڈالا یہ واقعہ سنہ ۶۴ھ میں ہوا اور سنہ ۶۵ھ ماہ

سلام کو آتے تھے اور مختار محمد بن حنیفہ برادر امام حسین کیطرف سے جھوٹی باتیں بناکر
لگاتا تھا تنبیہ یہ بھی یاد رہے کہ مختار عبیدہ ثقفی کا بیٹا ہے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب
نے اسکے باپ عبیدہ کو عراق کا امیر بنایا تھا واقعۃ الجسر جو اہل عجم کے ساتھ ہوا تھا اوسمیں
اوسے سفید ہاتھی نے مارڈالا تھا اور اوس زمانہ میں مختار صغیر سن تھا اب معرکہ کربلا ہے حضرت
مسلم بن عقیل اول اسیکے گھر میں رونق افروز ہوئے تھے جب عبید اللہ بن زیاد بصرہ سے کوفہ آیا تو
حضرت مسلم مختار کے گھر سے نکلکر ہانی بن عروہ کے گھر میں جاگزین ہوئے تھے ابن زیاد نے مختار
کو قید کرلیا تھا مگر امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونیکے بعد یزید نے ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ مختار
کو زندان سے رہائی دی مختار قید سے نجات پاکر اپنی بہن کے وسیلہ سے جو عبد اللہ بن عمر کے نکاح
میں تھیں مکہ چلا گیا وہاں عبد اللہ بن زبیر نے اپنی بیعت کی اس سے خواستگاری کی مختار نے
کہا میں بیعت کرتا ہوں مگر دو شرطوں سے ایک تو یہ کہ تو اپنے تمام بھیدوں اور جملہ اسراروں
پر مجھے اطلاع دی کوئی بات مجھہ سے پوشیدہ نہ کرے اور میں جب چاہوں بدون دربان کے
اذن کے چلا آؤں کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہ کرے دوسرے یہ کہ جب تو مالک عراق ہو تو مجھے بہت
بڑا شہر ارزانی کرے چونکہ مختار مرد دلاور اور شجاع تھا عبد اللہ بن زبیر نے اِن دونوں شرطوں کو
قبول کرلیا اور جسوقت شام کی سپاہ حصین بن نمیر کی سرپرستی سے ابن زبیر سے جنگ کرتی تھی
مختار بڑے بڑے رستمانہ کام کرتا تھا شامیوں سے دس پانچ نہیں بیس پچیس نہیں سیکڑوں
ہزاروں تہ تیغ کئے جب یزید اور اوسکا بیٹا مر گیا تو عبد اللہ بن زبیر کی رونق بازار زیادہ ہو گئی
حجاز و بصرہ یمن و کوفہ اور تمام مغرب کے شہر آپکے زیر نگیں اور مطیع و منقاد ہو گئے ابن زبیر نے
عبد اللہ بن عمر کو بصرہ کا حاکم کیا اسوقت مختار کو کامل امید تھی کہ کوفہ کا والی میں ہی بنوں گا اور
ابن زبیر حسب الوعدہ مجھے ہی کوفہ کا امیر بنائینگے مگر جب ابن زبیر نے عبد اللہ بن یزید انصاری
کو کوفہ کی حکومت دیدی تو مختار ناراض ہو کر مکہ سے چلا آیا اور یہ سنکر کہ کوفی سلیمان سے بیعت
کرتے ہیں خود کوفہ میں آپہونچا۔ یہ روایت ترجمہ طبری میں موجود ہے اور مختصر طبری کی روایت سے
معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد مختار نے محمد بن حنیفہ ابن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
اپنی امارت اور خلافت کے لئے ایک خط لکھوایا کہ اگر کچھ لوگ میرے ساتھ ہوں تو میں امام

آکر کوفیوں سے اپنے ہاتہ پر بیعت کرے تو او سوقت تو کیا کریگا اور پہر خروج کہاں سے ہوگا
دل کی دل ہی میں رہجاویگی سلیمان نے جواب دیا اے مختار ابھی نکلنے کا وقت ہنیں آیا اوس نے
جواب دیا اے لوگو سلیمان بڑھاپے کی وجہ سے مسلوب العقل اور مختلط الحواس ہے وہ لڑائی کیا
جانے مجہے محمد بن حنیفہ نے ایک خط لکھکر دیا ہے دیکھو اسمیں لکھا ہے کہ یہ خط شیعوں کو جاکر
دکھا اور کہہ ہماری بیعت پر راضی ہوئیں اور اپنی جانیں ہمپر فدا کریں اور حسین علیہ السلام کے
خون کے طالب ہوں شیعوں نے یہ سنکر مختار کی متابعت اختیار کی اور سلیمان سے برگشتہ ہوکر
مختار کی اطاعت پر باہم متفق ہوگئے ساتہ روز کے بعد عبد اللہ بن یزید الانصاری عبد اللہ بن
زبیر کی طرف سے کوفہ کی حکومت اور ریاست کے لئے آیا مختار نے کہا دیکہو سلیمان اگر سستی
اور تقصیر نکرتا تو عبد اللہ بن زبیر کیطرف سے اور عامل کاہے کو آتا مگر جنہوں نے مختار کی
بیعت کرلی تھی اونہوں نے اوس سے کہا کہ ہم تیرے ہی ساتہ خروج کرکے جانیں دینگے سلیمان
نے جب سنا کہ مختار خروج کا ارادہ رکہتا ہے تو آپ بہی اپنے قبیلے لیکر چل نکلا اسی اثنار میں
یہ بھی خبر آئی کہ مروان نے عبید اللہ بن زیاد کو سپہ سالار بناکر کوفہ کا امیر کرکے بہیجا ہے عبد اللہ
بن یزید الانصاری سے جو ابن زبیر کی طرف سے عامل تھا ایک شخص نے کہا کہ اے عبد اللہ اپنی
امارت کی حفاظت کر ورنہ اس شہر میں خارجیوں کا ہجوم ہے ایک جماعت تو سلیمان کے ساتہ ہے
اور دوسرا گروہ مختار کے ساتہ متفق ہیں اب وہ حملہ کا ارادہ کررہے ہیں عبد اللہ بن یزید الانصاری
نے جواب دیا کہ میں سلیمان سے نہ لڑونگا تاوقتیکہ وہ خود مجہہ سے محاربہ نکرے یہ کہکر مسجد میں
آیا اور لوگونکو جمع کرکے کہا تم جانتے ہو نہ بیٹے حسین علیہ السلام کی خونریزی کی نہ میں اون کے
قتل پر راضی تھا مجہپر خروج کا کیا باعث اگر امام حسین کے خون کا مطالبہ کرتے ہو تو عبید اللہ
بن زیاد سے کرو کیونکہ اوسکی گردن پر امام کا خون ہے دیکہو وہ اب تمہارے قتل کے لئے
چلا آتا ہے تم سب ملکر اوس سے امام کے خون کا مطالبہ کرو میں بہی حتی الامکان تمہارا امداد و
معاون ہوں حاضرین سنکر کہنے لگے بات تو ٹھیک ہے عبید اللہ بن زیاد ہی سے قتال و جدال
کرنا چاہیئے اوسی موذی نے امام حسین کو قتل کیا اونکے معصوم بچوں کے پیاسے گلوں پر چہریاں
چلائیں پہر تو سلیمان اور مختار علیحدہ علیحدہ باری باری سے عبد اللہ بن یزید الضاری کے

شہر قرقیسیا نام میں پہونچے یہاں وہ لوگ جو ضحاک کی فوج میں سے شکست کہا کر بہاگے تھے جمع تھے اور عبداللہ بن زبیر کے تابعین ہی ساکن تھے اونہوں نے جب فوج کو آتے دیکہا تو شہر کا دروازہ بند کر لیا مگر جب معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد کا لشکر نہیں ہے۔ طالبان خون حسین علیہ السلام ہیں قلعہ کا دروازہ کہولدیا اور اونکے لشکر کے لئے آب و دانہ اور اونکے گہوڑونکے لئے گہاس وغیرہ بہیجی اور اسقدر بہیجی کہ اون لوگوں نے کہلا پلاکر دوسری منزل کے لئے بہی ہمراہ لے لی جب دوسرے روز کوچ کرنے لگے تو زفر بن الحارث جو ان قلعہ والوں کا سردار تہا سلیمان سے ملنے کو آیا اور کہا مَیں تمہیں ایکبات کی نصیحت کرتا ہوں کہ شامی تمہارے خروج کی خبر سنکر تمہارے قتال کے لئے نکلے ہیں وہ بہت ہیں تم تہوڑے تم کو چاہیئے کہ جلدی جلدی کوچ کر کے عین الورد شہر لیکر اپنے قبضہ میں کر لو اور اوسکو اپنا پشت و پناہ بنالو تاکہ تم اور تمہارے گہوڑے بے علف نہ مر جاویں اگر ایسا نہ کروگے تو شاید تمہارا انجام بہتر نہ ہو سلیمان اور دوسرے سرداروں نے یہ سنکر زفر بن الحارث کو بہت دعائیں دیں اور بہت جلد کوچ کر کے شہر عین الورد کو لے لیا اتنے میں خبر آئی کہ سپاہ شام آپہونچی اور یہاں سے ایک روزہ راہ پر اوتری ہے سلیمان نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے خطبہ پڑہا اور کہا اگر میں کام آؤں تو میرے بعد رفاعہ بن شداد کو امیر بنانا یہ کہکر چار سو جوانوں کو حکم دیا کہ ابن زیاد کے مقدمۃ الجیش پر شب خون کریں اور اونپر مسیب کو سردار بنایا۔ یہ شخص بڑا بہادر تہا صرف چار سو آدمیوں کو لیکر چلا اور چاروں طرف سے مقدمۃ الجیش کو گہیر کے حملہ کیا اور سبکو قتل کر ڈالا جب یہ خبر ابن زیاد کو پہونچی تو اوسنے حصین بن نمیر کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتہ سلیمان کے مقابلہ کے لئے بہیجا حصین بن نمیر نے اپنی فوجکو شہر عین الورد کے دروازہ پر لا ڈالا اور سلیمان کو بلا کر اول نصیحت کے طریق پر کہا کہ مروان تو مرچکا اب اوسکا بیٹا عبدالملک خلیفہ بنایا گیا ہے اس زمانہ میں دو بڑے گروہ مانے جاتے ہیں ایک مروانیان دوسرا حجازیان یا مصریان وغیرہ۔ حجازی تو اپنا امام عبداللہ بن زبیر کو گردانتے ہیں اور شامی عبدالملک بن مروان کو اور تم نہ مطیع عبداللہ بن زبیر کے ہو نہ عبدالملک بن مروان کے پس جب تمہارا کوئی امام نہیں تو تم خارجی ٹہیرے سلیمان نے جواب دیا ہمارا تعلق پیغمبر خدا کے خاندان سے ہے یعنے محمد بن حنیفہ بن علی کرم اللہ وجہہ ہم بے امام کیوں ہونے لگے شامیوں کو مناسب ہے کہ وہ ہمیں

حسین کے خون کا مطالبہ شامیوں سے لوں چنانچہ وہ خط لیکر کوفہ آیا اور لوگوں کو جمع کیا انتہی۔
القصہ ابن زبیر کے عامل عبداللہ بن یزید کے پہونچنے سے ایک ہفتہ پہلے مختار کوفہ آیا اور بیان کیا کہ
مجھے محمد بن حنیفہ نے یہاں اسلئے بھیجا ہے کہ سلیمان خروج میں تاخیر کرتا ہے پس میں اسواسطے آیا
ہوں کہ تم لوگ میرا ساتہ دو تامیں حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کروں جب عبداللہ یہاں
پہونچے تو انکو اس واقعہ کی خبر ہوئی عمرو بن سعد رَی سے یہاں آیا اور رات ہی عبداللہ کو اسحال
سے اطلاع دی اور کہا سلیمان اور مختار تم سے لڑنیکا ارادہ رکہتے ہیں تم ہشیار رہو اور اپنی امارت
کی حفاظت کرو عبداللہ نے کہا جبتک وہ جنگ میں تقدیم نکرینگے میں کبھی پیش دستی نکروں گا۔
غرضکہ ۶۵ھ ربیع الاول کے مہینے میں سلیمان نے اپنے یاروں کو مسلح کر کے خروج کیا اور کوفہ سے
باہر ایک موضع معین کر کے تین شبانہ روز وہاں قیام کیا چنانچہ سلیمان کے ساتہ سولہ ہزار آدمیوں
نے بیعت کی سلیمان نے کہا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام اور مسلم بن عقیل کے
ہاتہ پر بیعت کر کے خود ہی دشمنوں کے حوالہ کر دیا انکو نہ عہد ہے نہ وفا جب اونکے ساتہ انہوں نے
یہ کیا تو دیکھئے میرے ساتہ کیا کرتے ہیں بقول شخصے شوخ بامن توجہ کردی کہ با وخواہی کرد ۔
القصہ کوفہ کے سوا جو اور شہروں سے سلیمان کے پاس آدمی جمع ہوئے اونکی تعداد دس ہزار
تھی اب آپس میں مشورہ ہوا کہ سب سے پہلے کس سے مقابلہ کرنا چاہئے بعض کی یہ رائے
ٹہری کہ پہلے عمرو بن سعد سے مقابلہ ہو کیونکہ اوسنے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے سلیمان نے کہا یہ
رائے ٹھیک نہیں عمرو بن سعد تو ابن زیاد کا محکوم اور مطیع تہا مناسب یوں معلوم ہوتا ہے کہ
پہلے شام میں چلیں اور عبیداللہ بن زیاد سے لڑائی کریں سب نے اس رائے کو پسند کیا اور شام
کی جانب چل نکلے ہزار آدمی بے ہتیار لشکر کے پیچہے پیچہے چلتے تہے جب لب فرات تک پہونچے تو امام حسین
علیہ السلام کے مزار کی زیارت کی اور آپ کے مرقد شریف کے آگے کہڑے ہو کر نہایت زاری و تضرع
کر کے استمداد و استغفار کے طالب ہوئے اور ایسے گڑگڑا کر روئے کہ گنبد دوار تک آواز
پہونچی اور سات رات دن برابر گریہ وزاری کرتے رہے اسکا پورا قصہ مفصلا طبری میں
مذکور ہے بعض روایتوں میں سات دن کی جگہ صرف ایکدن رات لکھا ہے اور یہ ہی صحیح ہے پس
دوسرے دن نماز صبح ادا کر کے شام کی طرف متوجہ ہوئے دو منزل طے کر کے تیسری منزل میں ایک

رنجیدہ نہ ہو جہاد کی نیت کر لو اگر میں قید سے رہائی پاؤں تو اہل شام کی اسقدر خونریزی کروں جسقدر بنی اسرائیل نے یحیی بن زکریا کے خون کی عوض خونریزی کی تہی رفاعہ اور اوسکے ساتہیوں نے اسکا جواب اسطرح دیا کہ ہم تیری ادائے شکر اور دعا کے بعد پیام بہیجتے ہیں کہ اگر تو فرمائے تو قید خانہ سے نکالکر اپنے ہمراہ تجہے لے آویں مختار نے کہا حیلۂ و مکر کے ساتہ قید خانہ سے نکلنا میں مناسب نہیں سمجہتا اسکے بعد رفاعہ اپنے چار خواصوں کے ساتہ زندان میں آیا اور مختار سے بیعت کی اب مختار نے ایک خط عبد اللہ بن عمر کو اپنی خلاصی کی بابت مکہ روانہ کیا عبد اللہ بن عمر مختار کی بہن کے شوہر نے عبد اللہ بن زبیر سے سفارش کر کے اوسکی خلاصی کا پروانہ لکہوا لیا اور ابن زبیر نے علیحدہ اپنے عامل عبد اللہ بن زید کو لکھ بھیجا کہ مختار کو چہوڑ دو عبد اللہ نے مختار کو قید سے رہائی تو دی مگر اسبات کی قسم لے لی کہ جبتک میں کوفہ کا حاکم رہوں تو یہاں سے خروج نہ کیجیو مختار اپنے گہر میں بیٹہ گیا اور خفیہ لوگوں سے بیعت لیتا رہا سنہ چہیاسٹہ میں عبد اللہ بن زبیر نے کسیوجہ سے عبد اللہ بن زید کو کوفہ کی ولایت سے معزول کر کے بجائے اوسکے عبد اللہ بن مطیع کو مقرر کیا عبد اللہ بن مطیع کے آنے سے پہلے بہت سے کوفی مختار سے بیعت کر چکے تھے ایاز بن ضارب نے عبد اللہ سے بیان کیا کہ ایک کثیر انبوہ اور جم غفیر نے مختار سے بیعت کر لی ہے اگر تہوڑے دن اسے ڈہیل دیجا دیگی تو شہر میں ایک بہت بڑا اژدحام ہوگا جس سے بڑے فتنہ کا خوف ہے مصلحت اسمیں معلوم ہوتی ہے کہ اپنے حضور میں بلا کر قید کر دے تاکہ یہ فتنہ فرو ہو عبد اللہ بن مطیع نے حسین بن عبد اللہ اور زائدہ بن قدامہ کو مختار کے بلانے کو بہیجا مختار کے بہتیجے زائدہ نے مختار کا مکان بتلا دیا جب مختار کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو بیماری کا بہانہ کر کے گہر سے باہر نہ نکلا دونوں قاصد بے نیل مرام عبد اللہ بن مطیع کے پاس آئے اور مختار کی بیماری کا اظہار کیا یہاں مختار نے اپنے شیعہ کو جمع کر کے کہا کہ مجہے امیر نے قید کرنے کے لئے بلایا ہے اب خروج میں توقف نہ کرو اون میں سے سعد بن سعد الحنفی نے کہا ہم کو تیری اطاعت کے سوا اور کوئی کام نہیں مگر مصلحت وقت سمجہکر اسقدر التماس کرتے ہیں کہ تو ہمیں صرف دس روز کی مہلت دی تاکہ ہم اپنے آدمیوں کو جمع کر لیں جنگ کے اسباب فوج کے ہتیار اور دوسرے لوازم جنگ مہیا کر لیں۔ ہر چند کہ ان لوگوں کے پاس سلاح جنگ تیار تھے اور تمام لوازم حرب

عبید اللہ بن زیاد کو دیدیں تاکہ ہم اوس سے امام حسین کا خون لیں اور عبد الملک بن مروان کو تخت
خلافت سے اوتار دیں پھر ہم باہم اتفاق کر کے خاندان پیغمبر میں سے جسے چاہیں خلیفہ کریں اگر
اونہیں یہ منظور نہیں ہے تو ہم سے جنگ کریں حصین تو اس بات کو کب سننے والا تھا لڑائی کی ٹھانی
اور جنگ شروع ہو گئی ایک روز شام تک لڑائی رہی دوسرے روز شامیوں کی مدد کے لئے آٹھ
ہزار مسلح جوان اور آئے اور اوسروز بھی برابر شام تک لڑتے رہے غرضکہ کئی روز تک لڑائی رہی
اور عبید اللہ بن زیاد روزمرہ شامیونکی مدد کے لئے فوج بھیجتا رہا آخر کار سلیمان حصین کے ہاتھ
سے مارا گیا اور اسکے بعد مسیب نے جام مرگ چکھا اسکے بعد عبد اللہ بن سعد نے جھنڈا اوٹھایا اور
وہ بھی اوسیروز مارا گیا پھر رفاعہ نے جھنڈا لیا اور شام تک طرفین سے ہزاروں آدمی مرگئے
رفاعہ نے کہا اب ہم میں کوئی ایسا نہیں رہا جو خصم کا مقابلہ کرے جو تھے وہ دشمن کی تیغ کا علف
بنگئے ہم کو یہ بھی امید نہیں کہ کہیں سے ہماری مدد آئے کوئی ہمارا خبر گیراں ہو یہ سوچکر اپنے بقیہ
رفقا کے ساتھ شب کی تاریکی میں بھاگ نکلا اور راتہی کو ندی سے گذر گیا جب صبح ہوئی
تو شہر عین الوردہ سے دس کوس راہ چلی گئی تھی یہاں آکر رفاعہ کے ساتھ دو ہزار سے کم آدمی رہگئے
تھے وہاں جب روز روشن ہوا اور قلعہ سے کوئی باہر نہ نکلا تو شامیوں نے معلوم کر لیا کہ مقابل
ہزیمت کھا کر بھاگ گئے اسکے خوشخبری عبید اللہ بن زیاد اور عبد الملک بن مروان کو بھیجدی
دوسرے روز رفاعہ شہر قرقیسیا میں آیا اوس شہر میں سے لوگ باہر آئے۔ اور اون کی
تعزیت کی اور جو لوگ زخمی تھے اونکے زخموں کی مرہم پٹی میں مشغول ہوئے ایک ہفتہ کے بعد
یہاں سے کوفہ پہونچے اسی سال میں کوفہ میں بھی عبد اللہ بن یزید انصاری عامل ابن زبیر
سے خوارج نے بہت کشت و خون کیا مگر انجام کار خوارج کو شکست ہوئی اور بصرہ کوفہ عبد اللہ
بن زبیر ہی کے تصرف میں رہا۔

مختار کے خروج کا ذکر

واضح ہو کہ عبد اللہ بن یزید انصاری نے جو کوفہ کا عامل اور عبد اللہ بن زبیر کا نائب تھا اور
مختار کو ایک مدت سے قید کر رکھا تھا جب رفاعہ بن شداد شامیوں سے شکست کھا کر کوفہ
پہونچا تو مختار نے رفاعہ اور دوسرے سرداروں کو ایک رقعہ بایں مضمون لکھا کہ اس شکست سے

تجکو بھی چاہیئے کہ میرے مختار سے بیعت کرے سو تو میری بیعت کرتا کہ میرا کام پورا ہو اور میں
وعدہ کرتا ہوں کہ سوائے کوفہ کے جو فتوحات سے میسر ہوگا وہ سب تیرے لئے ہی خدا و رسول
کو اسپر گواہ کرتا ہوں ابراہیم نے حاضرین جلسہ سے کہا کیوں صاحبو تم نے سن لیا مختار کیا کہتا
ہے سترہ آدمیوں نے اسپر گواہی دی کہ بیشک ہم گواہ ہیں کہ مختار نے جو کچھ کہا ہے اوسے
ضرور وفا کریگا یہ سنکر ابراہیم کھڑا ہوگیا اور مختار سے بیعت کرکے اپنی جگہ مصلے پر بٹھا دیا
اور آپ اوسکے آگے شاگردوں کی طرح مؤدب بیٹھا اسکے بعد مختار اپنے ہمراہیوں سمیت
چلا آیا اور دوسرے روز ایک قاصد بھیجا کہ اب بہت جلد خروج کا وعدہ وفا کر عبداللہ بن مطیع
عامل کوفہ کو ان لوگوں کے خروج کی اطلاع ہوئی کوفہ کے سات محلے مشہور و معروف
تھے عبداللہ نے پانچ پانسو سوار مسلح ہر محلہ میں مقرر کردئے کہ جس کیسی آتے
جاویں اور حرکت دیکھیں فوراً اسر اوڑا دیں یہاں ابراہیم نے مختار کے جواب میں کہلا بھیجا کہ
آج آدھی رات کو خروج کا مصمم ارادہ ہے پس کوفے عشا کی نمازیں پڑھ پڑھ کر ابراہیم کے
مکان پر جمع ہونے لگے اور ہتیار لگا کر زرہیں پہنکر مسلح و تیار ہوگئے تلواریں میان کرکے
زیر بغل لیں شاید ایک پہر رات گذری ہوگی جو ابراہیم ایک جم غفیر سے نکلکر مختار کے دروازے
آکھڑا ہوا مختار بھی پہلے ہی سے منتظر تھا ابراہیم کے آتے ہی نکل کھڑا ہوا اور شہر سے باہر
نکل گئے تھوڑی ہی راہ طے کی تھی کہ ایاز بن حضارب عبداللہ بن مطیع کا ہم نشین ابراہیم
کے آگے آیا اور آگے جانے سے مزاحم ہوا ابراہیم نے ایک ایسا سینہ پر تیر مارا کہ پشت سے
پار ہوگیا اوسکے ساتھی یہ حال دیکھکر وہاں سے بھاگے اور عبداللہ بن مطیع کے پاس آکر
سارا واقعہ بیان کیا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مختار جب اپنے گھر سے نکلا تو ایک میدان
وسیع میں کھڑے ہوکر اپنے بدن پر ہتیار لگائے اور اس سے پہلے ابراہیم و مختار نے باہم مقرر کرلیا
تھا کہ جب آواز یا آل طالب دم الحسین سُنیں اپنے اپنے گھروں سے نکلکر میدان میں
جمع ہوجاویں اس بنا پر مختار نے چند آدمیوں کو روانہ کیا کہ ہر ہر محلہ میں ان لفظوں سے
آواز دیں تاکہ آدمی گھروں سے نکلیں جب قاصدوں نے محلہ میں جاکر پکارا سب باہر نکلے
اور مختار کے گھر کے سامنے جمع ہوگئے ابراہیم نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں عبداللہ بن مطیع نے

مہیا۔ مگر صرف اسوجہ سے دس روز کی مہلت چاہی کہ مختار جو کہتا ہے کہ مجھے محمد بن حنیفہ نے خلیفہ بناکر بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ حسین علیہ السلام کے خون کا مطالبہ کر ایسا نہ ہو کہ وہ اس امر میں کاذب ودروغگو نکلے اسقدر فرصت میں شاید کوئی حال اوسکا دریافت ہو جاوے۔ مختار نے سعد کی یہ گفتگو سنکر کہا بھلا اگر امیر نے مجھے بلا کر قید کر لیا تو میں کیا کروں اونہوں نے جوابدیا تو قید سے نہ گھبرا بلکہ بالکل مطمئن رہ اگر امیر نے تجھے قید کر دیا تو ہم چھڑا لینگے پس یہ کہکر مختار کے پاس سے سبکے سب اٹھ کھڑے ہو گئے اور محمد بن حنیفہ کی خدمت میں قاصدوں کو بھیجا کہ وہ دریافت کریں کہ مختار کو آپنے حسین کے خون کے مطالبہ کے لئے بھیجا ہے یا وہ خود اس کا مدعی ہے جب کوفیوں کے قاصد محمد بن حنیفہ کے پاس آئے اور امر معلومہ کے دریافت کرنے میں بحث شروع کی تو محمد بن حنیفہ نے فرمایا ہاں ہم سب پر خون حسین کا مطالبہ فرض ہے قاصدوں نے یہی لفظ بعینہ کوفہ میں آکر بیان کئے اور سب کوفی مختار کے دل وجان سے مطیع ہو گئے اور تجدید بیعت کی مختار نے کہا تمہیں شک تھا کہ مختار کو محمد بن حنیفہ نے خلیفہ بناکر بھیجا ہے یا نہیں اب تو یقین ہو گیا اب کس چیز میں شک ہے اور اسقدر کیوں توقف ہے دیر مت کرو کیونکہ تاخیر میں آفتیں ہیں کوفیوں نے جواب دیا ہم تو پہلے ہی سے فرمانبردار ہیں لیکن جبتک ابراہیم اشتر جو کوفہ کا سردار ہے ہمارے ساتھ نہ ہوگا یہ مہم مشکل سے انجام کو پہونچیگی اوسیوقت عامر بن شرجیل الشیعی کو ابراہیم اشتر کے پاس بھیجا اور اپنی سِر کا بُرُوز اور راز کا ظہور اوس سے کیا اور کہا ہم امام حسین کے مطالبہ خون میں اپنی جانیں اپنے مال فدا کرنے کو حاضر ہیں تو بھی ہماری مدد کر۔ ابراہیم نے کہا بہتر مگر اسمیں دو شرطیں میں کرتا ہوں ایک تو یہ کہ تم مجھے امیر بناؤ کوفیوں نے کہا یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا کیونکہ اسکی بابت محمد بن حنیفہ امام ہیں اونہوں نے مختار کو خلیفہ کرکے بھیجا ہے اور ہم اوسکی بیعت کر چکے ہیں ابراہیم نے کہا اچھا اسوقت تو جاؤ میں اسمیں کچھ سوچتا ہوں دوسرے روز مختار خود دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر ابراہیم اشتر کے گھر آیا اسوقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا ہوا تھا مختار بھی اوسکے سامنے جا بیٹھا اور محمد بن حنیفہ کا خط نکالکر پڑھنے لگا اوسمیں لکھا ہوا تھا کہ مختار کو میں کوفہ اسلئے روانہ کرتا ہوں کہ کوفیوں سے میرے نام پر بیعت کرے۔ سوائے ابراہیم جسطرح تیرا والد ہمارے شیعہ میں سے تھا

مقابلہ میں روانہ کیا اور کہا اوسکے ہمراہ کل تین ہزار آدمی ہیں ایک ایک کے لیئے دو دو ضرور کافی
ہوں گے بہت جلد اونکو ہزیمت دیکر پس پا کر دے ربیعہ بن مختار خصم کے مقابلہ میں آ پڑا ایہاں
یزید بن انس یکایک ایسا بیمار ہوگیا کہ گھوڑے پر بیٹھنے کی تاب نہ رہی اوسی رات کو سب لشکر جمع کرکے
کہا اگر میں مرجاؤں تو رفاعہ بن عازب اسدی کو میرا خلیفہ کیا اور اوسکے مرنے کے بعد عبداللہ بن
ہزہ عدوی کو خلیفہ بنانا یہ کہکر لشکر کو جنگ کے مواضع بتائے اور ہر ہر کو ایک ایک جگہ معین
کیا عرفہ کا دن تھا کہ صبح سے چاشت کے وقت تک باہم سخت محاربہ رہا اسکے بعد شام کے لشکر
نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا رفاعہ نے اونکا تعاقب کیا اور ایک انبوہ کثیر کو تہ تیغ کرڈالا
شامیوں کے ساٹھ رئیس زندہ گرفتار کرکے لشکرگاہ میں لایا جب وہ قیدی یزید بن اسدی کے
تخت کے گرد کھڑے کئے گئے تو یزید کی نزع کا وقت تہا ہچکی شروع ہوگئی تہی زبان سے کوئی بات
نہ نکلتی تہی مگر اپنی گردن پر بار بار ہاتہ پھیرتا تہا جس سے رفاعہ کو ثابت ہوا کہ اسکی منشا ان
اسیروں کا قتل کرنا ہے فوراً اون ساٹہوں جلیل القدر سرداروں کی گردنیں ماری گئیں
آفتاب کا غروب ہونا کیا تھا کہ یزید کی مہتاب زندگی کا دلدل میں ہینستا تہا یا تو یزید کی تجہیز تکفین کے
او دہر مختار کو فتح کی مبارکی اور خوشخبری لکھہ بھیجی اور یزید اسدی کے مرنے کی خبر عبیداللہ بن زیاد
کے لشکر کی شکست سب مفصلاً لکھکر قاصد کو چلتا کیا اور یہ بہی لکھہ بھیجا کہ اب عبیداللہ
بن زیاد کے آٹہہ ہزار سوار مسلح موجود ہیں قاصد کو کوفہ روانہ کیا اور آپ موصل کی حد سے
نکلکر عراق میں پہونچا مختار کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اوسنے ابراہیم بن مالک اشتر کو ساتہ ہزار
سواروں کے ساتہ رفاعہ کی مدد کیلئے بہیجا اور قاصد سے کہدیا کہ رفاعہ سے مونہ زبانی کہدیجو
کہ وہ ابراہیم بن مالک اشتر کی اطاعت کرے ابراہیم کوفہ سے نکلکر تین ہی منزل طے کی ہوگی
کہ سکنہ کوفہ نے مختار پر خروج کیا اور اوسکے قتل کے درپے ہوگئے وجہ یہ تہی کہ مختار کے ساتہ
مقبول و برگزیدہ دو گروہ تھے ایک تو اوسکے تابعین اور یہ لوگ کمینہ اور سفلی تھے دوسری
نیزہ دار اور سپاہ عرب کے جنگی سوار مختار اپنے آدمیوں کے مراتب افزونی اور ترقی درجات
میں مصروف تھا نیزہ داروں جنگی سواروں کی طرف التفات بھی نکرتا تھا اور اون کمینوں
سفلوں کی دوسری گروہ پر ہر طرح سے عزت اور تفوق ڈہونڈتا تھا اس سبب سے سپاہ عرب نے

ہر محلہ میں پانچ پانچسو سوار معین کئے ہیں اگر لوگوں کے آہٹ پائینگے تو ضرور قتل کے درپے ہونگے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود لوگونکو جمع کرنے جاؤں اور تم یہاں کھڑے رہو ابراہیم اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیکر ایک محلہ میں گیا اور آواز دی سب کے سب نکل آئے۔

اسیطرح ہر ہر محلہ سے آواز دے دے کر جمع کرتا چلا گیا یہانتک کہ آخر محلہ میں آیا اور آواز دی وہاں ایک شخص قیس نامی عبداللہ بن مطیع کی جانب پانسو سواروں کے ساتھ موجود تھا ابراہیم کے مقابل ہوا مگر ابراہیم نے بہت جلد اوسے شکست دی اور ایک خلق کو قتل کر ڈالا جب دوسرے محلہ میں یہ خبر پہونچی تو متعبہ عامل مع پانسو سوار کے آموجود ہوا اور ابراہیم سے لڑنے لگا مگر تھوڑی ہی دیر میں شکست کھاکر بھاگا صبحتک بہت سے آدمی جمع ہو گئے اور امیر کے دروازہ پر ہجوم کیا اودھر سے مختار بھی اپنے شیعوں اور قبیلوں کے ساتھ ابراہیم کی تلاش میں چلا قصہ مختصر عبداللہ بن مطیع نے کئی دفعہ فوج بھیجی اور بھیجی ہی بہت سی مگر مختار نے ہر دفعہ فوج کو شکست دی ہزاروں آدمی کی خونریزی ہوئی آخرکار عبداللہ بن مطیع نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا اور امان کا خواستگار ہوا مختار نے امان دیدی اور کوفہ کے جملہ خزائن اور دفائن پر قبضہ کرلیا انصاف و داد کا بچھونا بچھایا اور تمام امراور وسار کو نامے لکھہ بھیجے کہ میں کوفہ کا حاکم ہوں سب لوگ میری آکر بیعت کریں اور انصاف کا جامہ پہنکر داد گستر بنیں ابتو خلیفہ مہدی کا لقب مختار نے پایا اور ہمیشہ صبح کی نماز پڑہکے دارالامارۃ میں نشست رکھتا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۶ھ میں واقع ہوا اسکے بعد کئی اور معرکہ قتال و جدال درمیان میں آئے اور سب سے بڑا معرکہ یزید بن اسدی کا ہے کہ منجملہ مبارزان مختار سے ایک بڑا مبارز تھا مختار نے اوس سے کہا کہ ابن زیاد سلیمان بن حرد کی فتح کے بعد موصل میں مقیم ہے تو سپاہ گراں لیکر موصل میں جاکر عبیداللہ بن زیاد سے جنگ کر یزید نے کہا مجھے صرف تین ہزار آدمی کافی ہیں انہیں سے فتح کروں گا مختار نے کہا نہیں اوسکے پاس بہت فوج ہے تو یہاں سے بہت سی فوج لیکر جا یزید نے نہ مانا اور کہا مجھے یہی کافی ہے ہاں اگر ضرورت ہوگی تو عقب سے طلب کرلوں گا غرضکہ یزید بن اسد تین ہزار مسلح سوار کے ساتھ موصل میں پہونچا جب عبیداللہ بن زیاد کو خبر ہوئی تو اوسنے ربیعہ بن مختار کے ساتھ چھہ ہزار سوار کرکے یزید بن اسدی کے

اور کسیکو پتہ نہ لگا مختار نے اوسکے بیٹے حفص کو بلا کر پوچھا کہ تیرا باپ کہاں ہے اوس نے
کہا گھر میں خفیہ بیٹھا ہے مختار نے کہا امام حسین کے قتل کے دن گھر میں چھپ کر نہ بیٹھا اب چھپنے
سے کیا جان بچا سکتا ہے یہ کہکر ایک شخص کو بھیجا تاکہ عمر و بن سعد کا سر کاٹ لاوے اور اوسکے
بیٹے کو بھی تہ تیغ کرے تہوڑی دیر میں دونوں کے سر دربار میں لائے گئے اور شمر کی بھی وہیں
دربار میں گردن ماری گئی مختار نے کہا اللہ اکبر امام حسین کے خون کے مطالبہ میں کئی ہزار
جانیں مارگئیں تب بھی اونکا پورا پورا عوض نہ ہوا مختار نے دوسرے روز اون دونوں
نابکاروں کے سروں کو قاصدوں کے ہاتہ محمد بن حنیفہ کے خدمت میں بھیجدیا پہر عبد اللہ
بن کامل کو جو مختار کا خاص مصاحب تھا حکم ہوا کہ امام حسین کے قتال میں جتنے لوگ شریک
تھے سب کے نامونکی فہرست بنا کر ہمیں سناوے اور اوسکے ساتہ ہی اونکی کیفیت بھی لکھے
کہ فلاں شخص نے امام کے ساتہ فلاں بے ادبی کی۔ فلاں شخص نے آپکی نازک جسم پر تلوار ماری
فلاں شخص نے نیزہ مارا کسنے آپ پر آوازے کسے کسنے آپکو طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کی کس شخص نے
سر امام حسین کو جسم سے علحدہ کیا کسنے آپکے بدن سے آپکا پیراہن اوتارا کن کن نابکاروں نے
آپکی لاش گہوڑونکے سموں سے پامال کے علی اکبر کو کسنے مارا۔ عبد اللہ بن کامل نے سبکے نام و
نشان مع کیفیت کے لکھکر مختار کے روبرو پیش کی مختار نے اونکو طلب کیا جب لوگوں نے معلوم
کیا کہ فی الواقع مختار طالب خون حسین رضی اللہ عنہ ہے تو جتنے عمر و بن سعد کے ہمراہ لوگ تھے
سبکے سب مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ میں بہاگ کر چلے گئے مختار اونکی تلاش میں نہایت
کوشش و سعی کرتا رہا جسکو پاتا فوراً قتل کرڈالتا اور اوسکے جسم کو آگ سے جلاتا اوسکے اہل و
عیال کو خراب کرتا پہلے خولی بن یزید کو جو امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد
کے پاس لیگیا تھا پکڑا اور فرمایا پہلے اسکے دونوں ہاتہ کاٹو پہر دونوں پاؤں اور دار پر لٹکاؤ
تاوقتیکہ مرجاوے لوگوں نے ایسا ہی کیا اوسکے لیدلاش کو جلتی آگ میں ڈالدیا غرضکہ
ایک ایک موذی کو چن چن کر پکڑا اور طرح طرح کے عذاب سے مار ڈالا پہر تو یہانتک نوبت پہونچی کہ
عبد اللہ بن کامل نے جسکو اشارہ کیا وہ بیچارہ مارا گیا اور جس سے اسکی کبھی کی عداوت تھی اور اوسنے
جہاں کہا کہ یہ بھی عمر و بن سعد کے لشکر میں تھا فوراً قتل کیا گیا تحقیق کسکی تفتیش کہانکی

باہم اتفاق کرکے مختار کو مار ڈالنا چاہا اور ابراہیم کے جانے کے منتظر تھے اوسکے جاتے ہی اپنے
دل کے حوصلے نکالنے لگے مختار تو عجیب حیلہ ساز تدبیر اندیش شخص تھا اوسوقت اونکی اطاعت
کرلی اور ظاہر میں منقاد ہوگیا اور لطائف الحیل نے اوسکی جان بچائی مگر خفیہ اوسیوقت ایک
جمازہ سوار کو ابراہیم کے عقب میں روانہ کیا کہ جسطرح ممکن ہو ابراہیم بن مالک اشتر کو جلد واپس
لائے چنانچہ تیسرے روز ابراہیم کوفہ میں آپہونچا اور اون عاصیوں خروج کرنے والونکو قتل
کرنیلگا اونہوں نے لڑائی میں قصور نہ کیا اور کوئی دقیقہ باقی نہ رکہا۔ کوفے کی کوئی گلی کوچہ
ایسا نہ تھا کہ اوسمیں حرب کا دروازہ کشادہ نہ تہا غروب آفتاب تک نائرہ قتال روشن رہا
جب رات ہوگئی تو مختار کیطرف سے حکم صادر ہوا کہ جتنے زندہ رہے ہیں سبکو قید کرکے دربار
میں لاؤ اور کوفی لوگ جسقدر امام حسین کے قتل میں شریک تھے اور بیعت کرکے مخالف کے
ہاتہ میں اونکو حوالہ کردیا تہا اونکا مجھے نشان دو اور عمرو بن سعد کے لشکر میں جو جو شخص تھا
اوسکا پتہ لگاؤ دوسو پچاس آدمیوں کا پتہ لگا اوسیرات کو اونکی گردنیں مارگئیں اور باقی
کو چھوڑ دیا اوسکے بعد مختار نے تلوار میاں میں کی اور اپنے حرم سرا میں داخل ہوا کوفہ میں
کوئی گہر ایسا تہا جس میں کشتہ یا خستہ نہ تھا اوسدن کی لڑائی میں سات سو آدمی مارے گئے جن میں سے
دوسو پچاس آدمی وہ تھے جو حسین رضی اللہ عنہ کے خون میں مبتلا تھے القصہ اسقدر جنگ
وجدال کے بعد پہر کوفہ مختار پر مسلم ہوا تیسرے دن مدینہ منورہ سے ایک آدمی آیا اور کہا
مجھے محمد مہدی نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ مختار نے امام حسین کے خون کا دعوی کیا ہے مگر غلط
وہ اپنے اس دعوے میں بالکل کاذب ہے کیونکہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کو جیسے عمرو بن
سعد شمر ذی الجوشن سنان بن انس کو معہ چار ہزار آدمیوں کے اپنے ساتہ رکہتا ہے پہر اوسکا
یہ دعوی صریح غلط ہے مختار نے کہا بیشک مہدی سچ فرماتے ہیں یہ کہکر عبد اللہ بن کامل جو
اوسکا مصاحب خاص تھا بلاکر کہا کہ حسینؑ کے قاتلوں کو ڈہونڈ اور جسے پہچانتا ہو گرفتار کرکے لا
اوسنے کہا میں امام حسین کے قاتلوں سے ایک ایک کو جانتا پہچانتا ہوں عمرو بن سعد وغیرہ تو یہاں
موجود ہیں مگر امیر نے اونہیں پناہ دے رکھی ہے اور شمر وغیرہ یہی نہیں ہیں مختار نے اپنے غلام
بلاکر کہا کہ شمر کو جلد حاضر کرو وہ گیا اور فورًا اپنے ہمراہ لے آیا پہر عمرو بن سعد کو بلایا مگر وہ چھپ گیا

شام کی سپاہ اکثر تہ تیغ ہوئی اور باقی شام میں موہنہ اوٹھائے بہاگے چلے گئے۔ یہاں ابراہیم نے فتح نامہ مع ابن زیاد بدنہاد کے سر کے مختار کے پاس بھیجدیا۔ مختار نے شاہانہ جشن کر کے تمام اہل کوفہ کو جمع کیا اور عبیداللہ بن زیاد بدنہاد کا سر سبکو دکھایا۔ ترجمہ طبری میں اکثر ایسے وقائع اور حوادث جو اس کتاب کے داب کے خلاف ہیں مذکور ہیں ہم اونکو صحیح نہ سمجھکر نیز اختصاراً ترک کرتے ہیں۔ صاحب مفتاح النجا تحریر کرتے ہیں کہ ابن زیاد اور حصین بن نمیر جنکا جنگ مدینہ میں سابقاً ذکر ہو چکا ہے اور دوسری شام کے سرداروں میں جو کشت و خون ہوا ہے اونکی تعداد ستر ہزار لکھی ہے یعنے ستر ہزار آدمی اُسوقت تک واصل جہنم ہوئے سب سے زائد قاتلان حسین کو مختار نے قتل کیا اور یہ واقعہ ۶۷ھ ہجری عاشورے کے دن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے چھ سال بعد ہوا۔ ترمذی اپنی صحیح میں عمارہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور شام کے بڑے بڑے سرداروں کے سر کوفہ میں آئے تو جامع مسجد میں رکھے گئے میں بھی اوسکے سر کو دیکھنے گیا وہاں آمد آمد کا ایک شور برپا تھا کہ اچانک ایک سانپ آیا اور تمام سروں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ابن زیاد کے نتھنے میں گھس گیا تھوڑی دیر بعد ٹھہر کر پھر نکل آیا اور دوبارہ مُنہہ سے گھسکر ناک کی راہ سے نکلا اور غائب ہو گیا پہر لوگوں نے ایک دفعہ شور مچایا کہ دیکھو وہ پہر آیا چنانچہ تین مرتبہ وہ سانپ اسیطرح آیا اور غائب ہو گیا۔ قصہ مختصر جب مختار ابن زیاد کے قتل سے فارغ ہوا تو اون لوگونکو جو معرکۂ کربلا میں حاضر تھے اور یزید کے مطیع ابن زیاد کے ہمراہی تھے نہایت کوشش اور سعی سے تلاش کر کے جہنم کو بھیجا چنانچہ ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائیوں کے سوا جو قاتلانِ حسین علیہ السلام قتل کیئے گئے وہ اڑتالیس ہزار پانچسو چوسٹھہ آدمی تھے جن میں عمرو بن سعد اور اوسکا پسر حفص اور شمر ذی الجوشن حر بن الحجاج قیس بن اشعث کندی خولی بن یزید الاصحی سنان بن الانس اشجعے عبداللہ بن قیس الخولانی حکیم بن الفضیل یزید بن مالک اسحق بن صواحب حرملہ بن کامل جو یزید پلید کے بڑے بڑے مشہور ارکان دولت اور اعیانِ ملک وملت تھے طرح طرح کے عذاب اور قسم قسم کی بلاؤں میں مبتلا ہوکر مارے گئے شمر تو عجیب کیفیت سے مارا گیا کہ اوسکے ہاتہ پانو باندھکر گھوڑوں کے سامنے ڈالدیا اور ایکطرف سے گھوڑوں کو دوڑایا جس سے ظالم کمبخت کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں

القصہ جب مختار ان لوگونکی کشت و خون سے فارغ ہوا تو ابراہیم بن مالک اشتر کو سات ہزار
آدمیوں کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے بھیجا ابراہیم کوفہ سے نکلکر جب موصل کی حد
میں پہونچا تو عبیداللہ بن زیاد موصل سے پانچ فرسنگ پرے موضع خازر میں اوترا عمرو بن
حشاب السلمی جو شام کے رؤسا میں سے ایک بڑا رئیس اور جلیل القدر عامل تھا اور ابن زیاد
کی فوج میں میسرہ پر جگہ رکھتا تھا اور ابراہیم بن مالک کا بہت دوست تھا شب کو خفیہ ابراہیم کے
پاس آیا اور ابراہیم سے بیعت کر کے وعدہ کیا کہ جب تمھاری اور ابن زیاد کی جنگ ہوگی تو
میں ابن زیاد کے ہمراہی چھوڑ کر تمھارے پاس آجاؤں گا پس جب لڑائی کا دن ہوا تو ابراہیم
اپنی سپاہ کو مسلح کر کے میدان کارزار میں آیا۔ بعض کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ اسوقت ابراہیم کے ساتھ بارہ ہزار آدمی تھے اور ایک روایت میں بیس ہزار بھی آئے ہیں
بہر حال ابراہیم نے صف آراستہ کی میمنہ پر تو سفین الازدی کو مقرر کیا اور علی بن مالک الجسمی کو میسرہ
پر اور اپنے بھائی کو علم اژدہائی پیکر دیکر خود قلب لشکر میں جائے اختیار کی اسطرف سے ابن زیاد
نے صف کھینچی میمنہ پر حصین بن نمیر کو مقرر کیا اور میسرہ پر عمرو بن الحشاب کو قائم کیا اور جیب و
راست سے سبکو جمع کر کے شامیوں نے پہلے پہل حملہ کر کے ابراہیم کے میسرہ کو شکست دے دی اسوقت
ابراہیم نے عبداللہ بن رفاعہ کو جھنڈا دیا اور فرمایا ان ہزیمت یافتوں کے آگے جا کر کھڑا ہو اور بھاگنے سے
روک اور آپ خود فوج کے آگے جا کھڑا ہوا اور پکار کر للکارا اے جوان مردو کہاں جاتے ہو
کوفہ تک اگر ہزار جانیں رکھتے ہو تو ایک بھی سلامت نہ لیجاؤ گے اس نعرہ کی آواز سے بھاگے ہوؤں
کے پاؤں جم گئے اور ابراہیم کے میسرہ پر جمع ہوگئے پھر ابراہیم نے اپنے میمنہ سے کہا اے بہادرو
ابن زیاد کے میسرہ پر باہم اتفاق کر کے حملہ کرو اور عمرو بن الحشاب (جسنے ابراہیم سے شب کو خفیہ
بیعت کی تھی) پر جب پڑو یا تو وہ پناہ میں آوے یا شکست کھا کر بھاگے انجام کار ابراہیم نے
ایسی بہادری اور جرأت کی کہ شام کی نماز تک عبیداللہ بن زیاد کی فوج کو تتر بتر کر دیا اور
فاش شکست دی کر حکم فرمادیا کہ جس شخص کو پاؤ قتل کر ڈالو فوج نے شامیوں کا تعاقب کیا
اثناء راہ میں ابن زیاد نظر پڑ گیا اور ابراہیم کی صرف ایک ہی ضرب شمشیر سے مارا گیا اور اسکا
سر اوتار کر اپنے پاس رکھ لیا اب ابراہیم کا دل بالکل فارغ ہوگیا اور دشمن کا خوف جاتا رہا۔

شروع کی اور اس تدبیر سے بھی کہ عبد اللہ بن زبیر کو مطلقاً خبر نہ ہوئی یہاں لکیوں نے نہایت
منت و سماجت اور عہد و سوگند ابن زبیر سے کر کے محمد بن حنیفہ کو چھوڑا لیگئے ہر چند کہ بیان
وقصہ دراز ہے مگر اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو مذکور ہو چکا اسکے بعد عبد اللہ بن زبیر نے اپنے بھائی
مصعب کو مختار کے مقابلہ کے لئے بھیجا کیونکہ مختار نے کوفہ وغیرہ ممالک قلمرو ابن زبیر پر تمام
تسلط اور عام غلبہ کر لیا تھا پس مصعب بن زبیر اپنے بھائی کے حکم سے بصرہ سے مختار کی طرف
چل نکلے اور مختار سے سخت لڑائیاں اور صعب حربیں ہونے کے بعد خدام مصعب بن زبیر کو
فتح نصیب ہوئی اور مختار قتل کی سزا کو پہونچا مصعب نے مختار کے سر کو مع فتحنامہ کے عبد اللہ بن زبیر
کے پاس بھیجدیا اور یہ واقعہ ۶۷ھ کے اخیر میں واقع ہوا عبد اللہ بن زبیر نے لکھہ بھیجا کہ ای مصعب
کوفہ اور اوسکے اطراف میں پورا پورا تسلط ہو چکا ہے تو اب شامیوں کا قافیہ تنگ کرنا
چاہیے چنانچہ مصعب بن زبیر اپنے ہمراہیوں سمیت شام کیجانب چل نکلا مختصر طبری میں مذکور ہے کہ
عبد الملک بن مروان اہل شام کا والی چونکہ اپنے سرداروں اور عاملوں پر کامل بھروسہ
نرکھتا تھا لاجرم شام اور دمشق کو خالی کر کے کسی اور جانب چلا گیا اور ایک قاصد کی معرفت
مصعب بن زبیر کو کہلا بھیجا کہ اے مصعب ملک دنیا کے لئے خونریزی کرنا عقل سے دور ہے
مصلحت اسمیں ہے کہ مجھہ سے صلح کرلے کیونکہ عاقبت کسیکو معلوم نہیں کہ کیا ہونا ہے مصعب بن
زبیر نے جواب لکھہ بھیجا کہ مجھہ جیسا شخص بدون قتل اور تجھہ جیسے امیر کی اسیری کے پھر نہیں سکتا
یا تو تو اسیر ہو کر میرے ہمراہ مکہ چل ورنہ قتال پر آمادہ ہو انجام کار سنہ ۷۱ میں درمیان مصعب
بن زبیر اور عبد الملک بن مروان کے جنگ واقع ہوئی اور سخت محاربہ کے بعد ابراہیم بن مالک
اشتر رئیس کوفہ اور مصعب بن زبیر مقتول ہوئے نصرت وظفر کے جھنڈے نے عبد الملک پر
سایہ ڈالا مصعب بن زبیر کا سر عبد الملک کے سامنے دار الامارۃ میں لاکر رکھا گیا عبد الملک
بن عمرو لیثی کہتے ہیں کہ مینے اسی جگہ دار الامارۃ میں امام حسین علیہ السلام کا سر ابن زیاد کے
آگے رکھے دیکھا اور اسکے بعد عبید اللہ بن زیاد کا سر مختار کے آگے اسی جگہ رکھا گیا اور ایک جماعت
آدمیوں کی موجود تھی پھر اسکے بعد مختار کا سر مصعب بن زبیر کے آگے مع ایک جماعت اہل کوفہ
کے رکھے دیکھا پھر مصعب بن زبیر کا سر عبد الملک کے آگے اسی مجمع میں اسی مکان میں رکھے ہوئے

اور جسم کا گوشت مانپش ہو گیا کیونکہ اون ملعونوں نے ہی شہدا کی لاشیں عموماً امام حسین علیہ السلام کی لاش خصوصاً گہوڑوں کے سموں سے پامال کرائی ہتیں پس اوس حدیث کی تصدیق (جو حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجہپر وحی بہیجی کہ یحییٰ بن زکریا کے خون کی عوض ستر ہزار بنی اسرائیل کو مینے قتل کردالا تیرے نواسہ کی عوض میں اس سے زائد قتل کرونگا) ہوئے تمام لوگوں نے عموماً کوفیوں نے خصوصاً مختار کا شکر ادا کیا فی الواقع مختار سے ایسا کام ہوا ہے جو کسی سے نہوا تھا یعنے امام حسین کے دشمنوں اور قاتلوں کا روئے زمین پر نام تک باقی نہ رہا مگر یہ کام اوسکے حق میں مبارک نہ ہوا بجائے نیکنامی کے بہت بڑا گناہ کا بوجھ اور وزر کی گٹھری سر پر رکہکر آخرت کی راہ نا پنی پڑی یعنے تہوڑے ہی دنوں بعد نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور کہنے لگا میرے پاس جبرئیل وحی لاتے ہیں بعض کہتے ہیں اوسکے خالی ذہن میں یہ بات سما گئی تہی کہ مجہہ میں خدا نے حلول کیا ہے اور اسوقت مدبر آسمان وزمین میں ہی ہوں۔ واضح ہو کہ طبری اور مفتاح النجا کی روایتیں باہم مختلف ہیں طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن سعد شمر ذی الجوشن وغیرہ ابن زیاد کے قتل سے پیشتر مارے گئے جیسا کہ مفصلاً مذکور ہو چکا اور مفتاح النجا کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کے قتل کے بعد یہ لوگ مقتول ہوئے دونوں میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ ابن زیاد سے پہلے کئی سو قاتلان حسین مقتول ہوئے اور یہ ستر ہزار اوسکے بعد عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن کو مقتولین سابقین میں سے نہیں مگر صاحب مفتاح نے صرف تعداد و سردار کے ناموں میں آخر مرتبہ میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ جب مختار نے کوفہ وغیرہ پر پورا تسلط کر لیا تو عبد اللہ بن زبیر کو طرح طرح کے دہوکے اور کتنے ہی فریب دئے مگر وہ بھی ایک ہی مدبر اپنے زمانہ کا بہت بڑا مدبر دانا تھا مختار کے فریبنے اوسپر کچہہ بھی اثر نہ ڈالا عبد اللہ بن زبیر چاہتے تھے کہ وہ کوفہ سے نکلکر باہر آوے تو فوج کشی کروں مگر مختار کوفہ سے نہ نکلا پس اونہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ مختار اپنے آپ کو محمد بن حنیفہ کا خلیفہ بتاتا ہے اونہیں بلاکر نظر بند کرنا چاہیئے چنانچہ اپنی سلطنت کے خوف زوال سے محمد بن حنیفہ کو بلاکر اپنے موکلوں کو سونپ دیا جب مختار کو خبر پہونچی تو اوسنے آہستہ آہستہ فوج بہیجی

وتنزع الملک ممن تشاء۔ یہ واقعہ ۶۳ھ ہجری میں واقع ہوا ہے۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیز بن قصی الاسدی کی کنیت ابوبکر ہے۔ آپ صحابی ابن صحابی بڑے بزرگ حسب نسب میں شریف اور ایک جلیل القدر حضرت ہیں آپ کے والد عشرہ مبشرہ میں ایک بڑے درجہ کے آدمی ہیں جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت کی خوشخبری دی آپکی والدہ آسما حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن ہیں اور آپکی نانی رسول خدا کی پھوپھی ہیں۔ عبداللہ بن زبیر ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے سب سے پہلے مہاجرین کے گھروں بیت الاسلام میں جو مبارک بچہ پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر ہی ہیں اور مہاجرین کے گروہ کو جس بچہ سے فرحت و بشاشت ہوئی وہ آپ ہی ہیں اسکی وجہ صحیح روایتوں سے یوں معلوم ہوتی ہے کہ یہود کہتے تھے ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے جس سے انکے ہاں اولاد ہونی محال اور انکی نسل بڑہنی ممکن نہیں جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو اہل مدینہ کو عموما مہاجرین کو خصوصا از حد خوشی حاصل ہوئی آپ کے پیدا ہوتے ہی انکی والدہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیضدرجت میں لے گئیں آپنے اپنے موہنہ کا لعاب اور کہجور چبا کر موہنہ میں ڈالی اور عبداللہ نام رکہا۔ آپ کے جمیلہ اوصاف اور حمیدہ خصال حد حصر سے باہر ہیں آپکا صائم الدہر قائم اللیل عظیم الشجاع کثیر العطا واصل رحم ہونا تو یہانتک مشہور ہے کہ حد تواتر تک پہونچگیا ہے۔ آپ کا معمولی قاعدہ تھا کہ رات کی عبادت میں تین طرح سے مشغول رہتے تھے ایک رات تو نمازیں کہڑے کہڑے گذارتے دوسری رات صرف رکوع میں صبح کر دیتے تیسری رات سجدہ میں بسر کرتے۔

یزید پلید کے مرنیکے بعد تمام اہل حجاز و یمن و خراسان نے آپ سے بیعت کی اوسوقت سب سے پہلے آپنے یہ کام کیا کہ جسطرح حضرت عائشہ آپکی خالہ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ سے بیان فرمایا تو اسیطرح خانہ کعبہ کی تعمیر کرائی دو دروازہ بموجب قواعد ابراہیم کے رکہے اور حجر اسود سے طرف چہہ گز زمین اندر کی جانب داخل کرلی اسوقت سوائے شام و مصر کے کل اطراف حجاز آپ کے قبضہ میں تھے۔ مگر یزید کے مرتے ہی شامیوں اور مصریوں نے بہی آپ سے بیعت کرلی سو مروان نے چند دن بعد خروج کیا اور شام واپس لے لیا۔ ذہبی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ مروان کا امرائے مومنین سے خیال کرنا بالکل لغو ہے درحقیقت وہ باغی اور ابن زبیر کی اطاعت سے خارج تہا۔ بلکہ

دیکھا چنانچہ اس واقعہ کو بیٹے عبد الملک سے بیان کیا اور کہا مجکو اس مجلس سی نفرت ہے
میں اس مکان سے پناہ مانگتا ہوں - عبد الملک اس واقعہ کو سنتے ہی کانپنے لگا اور اوس دار الامارہ
سے اوٹھکر کہنے لگا کہ نہیں اب یہاں نہ دیکھوں یہ کہکر اوسکے منہدم کرنے کا حکم فرمایا پس اب سے
عبد اللہ بن زبیر کو دن بدن تنزل ہوتا گیا اور بقول شخصے کل امر مرہون باوقاتہا وہ وقار اور
بزرگی وہ جلادت وسطوت وہ شجاعت وشہامت سب خاک میں ملگئیں یعنے عبد الملک بن مروان
نے حجاج بن یوسف ظالم کو افواج کثیرہ کے ساتہ مکہ کے قتال کے لئے بہیجا اور اوس ظالم نے
یزید سے بڑہکر سیکڑوں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو حق وناحق قتل کر ڈالا - ترجمہ مختصر طبری میں
ہے کہ جب عبد الملک مصعب کے قتل سے فارغ ہوا تو عبد اللہ بن زبیر کے قتل میں تدبیریں سوچنے
لگا اور مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا مگر مکہ پر قتال کرنا کسینے پسند نہیں کیا جسے لشکر کا امیر بنایا
اوسنے انکار کیا اور کہا ہم کو خانہ خدا سے لڑنے کی تاب نہیں حرم خدا سے ہم ہرگز جنگ کر نہیں سکتے -
یہاں تک کہ ایکدن حجاج بن یوسف نے عبد الملک سے بیان کیا کہ میننے آج رات کو ایک عجیب
وغریب خواب دیکہا ہے وہ یہ ہے کہ ابن زبیر کا سر لئے ہوئے تیرے تخت کے سامنے کہڑا ہوں -
عبد الملک نے دو ہزار سوار حجاج کو دیکر مکہ روانہ کیا تاکہ ابن زبیر سے مقابلہ کرے حجاج کا اصلی
وطن تو طائف تہا مگر کسی خاص وجہ سے کوفہ چلا آیا تہا چنانچہ طائف ہوکر اسنے اور بہی بہت سی
سپاہ جمع کرلی اور مکہ پہونچکر جو جو ظالم نے خانۂ خدا کے ساتہ گستاخیاں اور بے ادبیاں کی ہیں اونکے
ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا مختصر یہ کہ مکہ کو اپنے تصرف میں لایا اور عبد اللہ بن زبیر کو قتل کر ڈالا
پہر وہاں سے مدینہ گیا اور اکثر صحابہ رسول خدا کو ناحق تہ تیغ کیا اور بہتوں کے ساتہ تمسخر و
استہزا کرکے جلا وطن کر دیا اور کبہی کے گڑے ہوئے مردے اوکہڑنے لگا یعنے ہر ہر سے کہتا تہا
تمنے عثمان بن عفان خلیفہ سوم کی مدد کیوں نہ کی مخالفوں سے کیوں نہ بچایا اسکے بعد یہ سارا واقعہ
عبد الملک کو لکھہ بہیجا اور سر ابن زبیر عراق کو روانہ کیا - انا للہ وانا الیہ راجعون ہ پس اسوقت سے
تمام جہان کی سلطنت مروانیوں کے حیطۂ تصرف میں ہزار مہینے تک رہی جیسا کہ امام حسن کے
ایک خطبہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپنے اس آیت کی تحت میں لیلۃ القدر خیر من الف شہر فرمایا تہا کہ
بنی امیہ کی ہزار مہینہ کی سلطنت سے آل محمد کی ایکدن کی امارت بہتر ہے تؤتی الملک من تشاء

علیہ اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کے حق میں فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ کتاب اللہ میں وہ مخالفت پیدا کرے گا اور پیغمبر خدا کے طریقہ میں مفسدہ ڈالے گا اسکی پشت سے ایک فتان یعنے فتنہ انگیز شخص پیدا ہوگا جس سے صحابہ کو سخت تکلیف پہونچے گی آسمان و زمین پر گرد و غبار پیدا ہوگا وہ تمہارے گروہ میں سے نہ ہوگا ابن عساکر نافع بن جبیر بن مطعم سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کی جماعت میں حاضر تھے مروان کا باپ رسول اللہ کے آگے سے گذرا آپنے فرمایا کہ میرے یاروں کو اس شخص سے از حد تکلیف پہونچے گی جو اس شخص کی پشت میں ہے اسیطرح واقدی عمرو بن مرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ مروان کے باپ حاکم نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنکی اجازت چاہی آپنے فرمایا اوسے یہاں نہ آنے دو خدا اوسپر لعنت کرے اوسکے بیٹہ سے بدترین شخص پیدا ہوگا اوسکی اولاد میں مومن پیدا نہ ہونگے مگر چند۔ ہکذا ذکرہ صاحب الکتاب فی بعض مواقعہ۔

خاتمہ کتاب یزید کی لعنت وغیرہ میں

قال اللہ تعالی ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مہینا۔ صاحب کشاف اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت مروان کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اوسنے حضرت علی کو سخت ایذا دی پس آیت سے صریح مفہوم ہوتا ہے کہ اہلبیت نبی کریم کو ستانا اونکی ایذا کے درپے ہونا کفر ہے اور آپکے یاروں کو ستانا ذات رسول مقبول کو ستانا ہے اسیکے تحت میں صاحب کشاف ایک مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اہلبیت پر ظلم کرے یا اونکی ایذا کا درپے ہو اوسپر جنت حرام ہے۔ مصابیح میں منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اوسے غصہ میں لایا گویا مجھے غصہ میں لایا جسنے اوسے ایذا دی گویا مجھے ایذا دی اس حدیث سے بھی ظاہرا یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت کو ستانا خاصکر امامین حسنین کو تکلیف دینا رسول اللہ کو محنت میں ڈالنا ہے اور کفر و لعنت کا موجب۔ پس اہلسنت وجماعت کے نزدیک بالاتفاق قاتل حسین اور آپ کے قتل کا حکم کرنے والا کافر اور ملعون ہے کذافی التشریح

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مروان اہلبیت اطہار کا سخت دشمن اور صحابہ کبار کا اشد مخالف
تھا اسی ظالم نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان خلیفہ ثالث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
شہید کرایا اسینے امام حسن رضی اللہ عنہ کے دفن کرنے سے حضرت عائشہ زوجۂ رسول خدا کو باز رکھا
اسی بیرحم نے ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو امام حسین کے قتل کا مشورہ دیا یہ ہی مروان تھا جس نے
جنگ طلحہ میں حضرت عبداللہ کو شہید کیا یہ ہی مروان تھا کہ یزید عنید کو مدینہ منورہ پر فوجکشی
اور اوسکے تخریب پر اوبھارتا رہا یہانتک کہ ایک جرار فوج بھجواکر مسجد نبوی کو منہدم کرادیا
ہزاروں صحابہ رسول اللہ صلعم کو مروا ڈالا بہتوں کی نسل لگاڑ دی ان باتوں سے اوسکی مسلمانی
اور بے دینی کا موازنہ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے عقائد ہی نہیں بلکہ صدور افعال مومنوں کا طریق
ہے یا نہیں اسکے علاوہ اوسکی مذمت میں بکثرت احادیث وارد ہیں چنانچہ حاکم عبدالرحمن بن
عوف سے نقل کرتے ہیں کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جسکے فرزند پیدا ہوتا تھا اوسے
آپکی خدمت بابرکت میں لیجاتے تھے آپ اوس بچہ کے حق میں دعا فرماکر اوسکی پرورش میں اوسکے
والدین کو مبالغہ فرماتے تھے جسوقت مروان پیدا ہوا تو اوسی ہی جناب رسالت مآب کی خدمت
میں لے گئے آپنے فرمایا کہ یہ حرب بن حرب ملعون بن ملعون ہے محمد بن زیاد سے روایت ہے
کہ جب معاویہ نے اپنے فرزند یزید کیلئے بیعت چاہی تو اوس زمانہ میں مدینہ کا عامل مروان تھا اوسنے
تمام اہل مدینہ کو جمع کرکے کہا اے لوگو امیر المومنین معاویہ چاہتا ہے کہ اپنے فرزند کے لئے
بیعت لی جسطرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں طریقہ جاری تہا وہی یہاں بھی ہونا چاہئے -
عبدالرحمن بن ابوبکر بول اوٹھے یہ طریقہ ابوبکر و عمر و کا نہیں قیصر و کسری کا قانون ہے مروان
نے کہا اے عبدالرحمن کیا تو وہ نہیں ہے کہ حق سبحانہ وتعالی نے تیرے حق میں یہ آیت بھیجی -
والذی قال لوالدیہ اف لکما جب یہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ کو پہونچی آپ نے فرمایا مروان کاذب ہے
بخدا عبدالرحمن اس آیت کے مورد نہیں بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مروان اور
اوسکے باپ کو ملعون فرمایا ہے - ابن عساکر حمزہ بن حسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جسوقت مروان
پیدا ہوا اوسے تحنیک اور برکت کے لئے رسول اللہ کے پاس لیگئے آپنے فرمایا اس شخص سے
اور اوسکے باپ سے مجھے بیوفائی کی بو آتی ہے طبرانی کبیر میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں آنحضرت

۱؎ لصحابہ ما انزل اللہ فینا شیئا من القرآن الا ان اللہ انزل عذری ۱۲

اگر کوئی لشکری فتح قلعہ کرتا ہے تو اوس فتح کی نسبت امیر ہی کی طرف ہوتی ہے۔ بولا کرتے ہیں سکندر نے دارا کو مار ڈالا فرعون نے عرب و عجم کو لے لیا حالانکہ لڑائی میں سکندر نے دارا کو قتل نہیں کیا فرعون نے عرب و عجم کو آپ سوار ہو کر اپنے ہاتھوں سے نہیں لیا پس تقاریر مسطورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ یزید پلید آمر اور راضی تھا۔ کتب معتبرہ میں مرقوم ہے کہ یزید امام کے قتل اور اہلبیت کی اہانت پر راضی تھا اور آپ کے سر کو اوس لعین نے نیزہ اور برچھے پر رکھکر یہانتک کوچہ گردی کرائی کہ کاٹے سر مبارک سے چیلیں کوئی مبارک آنکھیں نکال لے گئے تعلیقات بخاری میں مذکور ہے کہ جب یزید نے سر مبارک کے ساتھ انواع انواع کی اہانت کی تو یہ خبر سنکر بعضے صحابہ رسول اللہ صلعم روتے پیٹتے اوس ملعون کے پاس آئے اور کہا اے ملعون تو فرزند رسول اللہ کے ساتھ اس قسم کی اہانت جائز رکھتا ہے یزید نے اون بیچاروں کو ناحق شہید کر ڈالا بعض روایتوں میں یہہی آیا ہے کہ وہ سات جلیل القدر صحابہ تھے جنہیں یزید نے اس نصیحت پر شہید کیا امام شعبی سے روایت ہے کہ امام حسین کے قتل کے بعد یزید ملعون نے آپ کی منکوحہ اور بچوں بہنوں کو دمشق کی گلی کوچوں میں پھرایا۔ کتاب مناہج میں وارد ہے کہ یزید نے قرآن مجید کو ہدف بنایا تہذیب الکاملہ میں مرقوم ہے کہ یزید لعین نے امام حسین کے سر مبارک میں میخ گاڑی اور طرح طرح کی اہانت قسم قسم کی ذلت سے پیش آیا اور قصص سلوسیہ میں مذکور ہے کہ یزید ملعون نے سر مبارک امام حسین کی اول اہانت کی پھر مدینہ میں بھیجدیا اور اسکے بعد تخریب مدینہ کے لئے لشکر بھیجا اور اہالیان مدینہ کو غارت کیا اور کامل پانسو صحابہ کبار شہید کئے مدینہ سے قطع نظر خانۂ مصطفےٰ یعنے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین روز تک تگ و دو کی اور منبر سے لوگونکو باز رکھا حضرت ام المومنین ام سلمہ کا جملہ اسباب لوٹ لیا بقیہ آل رسول اللہ کو قید توق کیطرح گرفتار کیا۔ مشکوۃ میں مرقوم ہے کہ امام حسین کے سر مبارک کو نیل کے وسمہ سے رنگا ہوا اپنے یزید کے روبرو دیکھا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ امام حسین کا سر مبارک طشت میں رکھکر کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا وہ مردود آپکی ناک اور دانتوں پر نیزہ مارتا اور تمسخر و استہزا کرتا تھا اور بطریق بیحرمتی بیہودہ بیہودہ باتیں کرتا تھا القصہ یزید کا سر مبارک امام حسین کے ساتھ اہانت اور استہزا کرنا بہت روایتوں سے ثابت ہوا ہے چونکہ ہمیں اختصار ہی منظور ہے لہذا ختم کرتے ہیں اور مقصود کیطرف رجوع لاتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب یزید نے امام حسین کو قتل کیا

علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ ہے کہ اولاد رسول اللہ صلعم کی اہانت وایذا اونپر ظلم وجفا کفر ہے
اور انکا فاعل کافر و مبتدع ہے اسیطرح مولانا ضیاء الدین یزنی فرماتے ہیں کہ اولاد رسول مقبول
کی اہانت اونکی ذلت صریح کفر ہے کیونکہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ولد کی ایذا والد کو ایذا دینا ہے پس
اس سے معلوم ہوا کہ یزید کو کافر کہنا اور اوسپر لعنت کرنا درست ہے کہ اوسنے امام حسین علیہ السلام
کو دانستہ قتل کر ڈالا اور جناب باری نے فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا
پس اس آیت کی مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص مومن کو عمدا و قصدا قتل کرے اوسکی
سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور یزید نے مومن کو (وہ بھی کیسا جگر پارۂ رسول)
عمداً قتل کر ڈالا پھر اوسکے دوزخی ہونے میں یا کفر کے اثبات میں کیا شک ہے۔

سوال یزید کو قاتل حسین کہنا کسطرح جائز ہے حالانکہ وہ امام حسین کے قتل میں شریک نہ تھا۔

جواب امارۃ التنزیل میں وارد ہے کہ یزید درحقیقت معرکہ قتال میں حاضر نہ تھا مگر وہ متغلب تھا
اور قتل امام پر دل سے راضی تھا چنانچہ جب امام حسین شہید ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے یزید کو لکھہ بھیجا کہ اے یزید میں امید کرتا ہوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تجھے یہ ملک و سلطنت مبارک
نکرے اسکے بعد کہ تو نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا خدا تعالیٰ تجھے ایسے عذاب میں گرفتار
کرے جسکا ذائقہ قیامت تک نہ بھولے اور آخرت کے مخلد عذاب میں مبتلا رہے دنیا سے جاتا
بے نیل مرام اوٹھے الی آخرہ۔ اس خط کے مضمون سے ظاہر ہے کہ ابن عباس فقیہ جیسے
شخص نے قتل کی نسبت یزید کی طرف کی۔ اگر وہ قاتل نہ ہوتا تو نسبت قتل اوسکی طرف ابن
عباس کیوں جائز رکھتے نیز اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ بارہا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسل معاویہ سے ایک شخص یزید نام پیدا ہوگا جس سے میرے فرزند حسین کو
سخت تکلیف پہونچیگی اور اوسکے ہاتھ سے میرا فرزند شہید ہوگا معاویہ نے سنکر جماع سے قسم کھائی
کہ میں آج سے بعد کبھی بی بی سے قربت نکروں گا مگر حکما کے کہنے سے ایکدن اوسنے ایک بی بی سے
صحبت کی جس سے یزید پیدا ہوا پس یزید کا قاتل حسین ہونا بے شبہہ و شک ثابت ہوا۔ نیز یہ
بھی ظاہر ہے کہ لشکر کے لوگ جو کچھہ کرتے ہیں وہ اپنے اُمرا اور رؤسا کی مرضی سے کرتے ہیں کبھی
ایسا اتفاق نہیں ہوتا کہ لشکری بدون اپنے امیر کی مرضی کے کچھہ کام کریں جیسا کہ مشہور ہے

تقریظ

رشحۂ خامہ ندرت ختامہ خاک راہ ولائے آلِ عبا فدائے تذکار ائمہ ہدیٰ
نادرِ شگرف کار اعجوبہ رقم جامع بدائع علم و فن سید الشعرا حضرت حکیم
سید محمد حسن صاحب خلف حکیم سید منور علی خاں آشفتہ تخلص دہلوی مقیم الور ؛

ستم شعاران جفا پیشہ جفا جویان ستم اندیشہ تند خویان سنگیں دل آلِ عبا کی دشمن سید السادات
کے قاتل کور باطنان خسران مآل قبیح الاقوال شنیع الاعمال مبغض و معاند اہل بیت نبوی
قاتلانِ جگر گوشہ مرتضوی قاسی القلبان کافر نعمت مورد صد ہزار طعن وطنز ورود نعمت سے دور
دوزخ سے قریں عبد الطاغوت احمر شیطانِ لعین فاسق فاجر بدکردار عدو اللہ دشمن دودۂ
حیدر کرار شفاعتِ عظمیٰ سے محروم فراعنہ تبہ کاران بد بخت شوم امام برحق سے باغی مطرود
و مردود طاغی دنیا پرستان بندۂ زر رسول سے انجان خدا سے نڈر رحمت الٰہی سے دور مخذول
منکوب مقہور جماعۂ سرکش مستحق خلود آتش - کی جانوں پر بنی ہے لینے کے دینے پڑے ہیں سٹی گم ہے
کانپتے ہیں تھراتے ہیں نصیبوں کو پیٹتے ہیں اپنے کئے سے پچھتاتے ہیں روتے ہیں چیختے ہیں چلاتے
ہیں ہنگامۂ حساب گرم ہے شہنشاہِ حقیقی کا سامنا ہے شہدائے دشت کربلا کی اوس خستہ حالی بیکسی
غربت زدگی ستم رسیدگی کے ساتھ آمد آمد ہے جنکے زار نالہ سے عرشِ الٰہی جنبش میں آگیا ہے۔
حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نالۂ واغوثاہ وامغیثاہ نے عرصہ گاہ قیامت کو زلزلہ
میں ڈال رکھا ہے آثار غضب الٰہی کھلتے جاتے ہیں شانِ قہاری کا جوش ہے منادی ندا کر رہا
ہے کہ اے کشتی شکستگان تلاطمِ امواج مصائب رہروانِ آبلہ پائے خارستان نوائب کشتگان
خنجر تسلیم و رضا خونیں پیرہنان مقتل ابتلا سرخرویان معرکۂ آزمائشِ الٰہی جراحت رسیدہ جگر
پارگان جناب رسالت پناہی لیبلوکم ایکم احسن عملا کے مصداق اپنے محبوبوں کے لئے ابواب جنان
کی مفتاح باب جہنم کی مغلاق و لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس

مدینہ منورہ کی تخریب کی اہلبیت اطہار حرم رسول خدا کی بیحرمتی کا مرتکب ہوا خانۂ خدا کی بیحرمتی کی نہیں بلکہ قسم قسم کی بےادبیاں اور گستاخیاں کیں صحابہ کبار سید احمد مختار کو ناحق شہید کر ڈالا زنا لواطت شرب خمر اور معاصی کو مباح کر دیا بھائی بہنوں ماں بیٹوں میں تزویج جائز کر دی تو قطعی کافر ہو گیا کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حرام کو حلال کر دے یا خدا و رسول کے احکام کو استخفافاً ترک کرے یا اون پر کسی قسم کا طعن و تمسخر کرے وہ جملہ اہلسنت وجماعت کے نزدیک کافر ہو چکا اس بنا پر یزید بدرجہ اولی کافر ٹھہر گیا پس اوسپر لعن و طعن جائز ہے۔ ہذا مذہب اہل السنۃ والجماعت اور جن فضلاء امت اور اجلاء عصر نے یزید پر لعنت کو جائز نہیں رکھا ہے سو صرف اس غرض سے کہ لعن و طعن سے حاصل کیا ہوتا ہے اس سے تو کلمات خیر جیسے قرآن مجید و وظیفہ وغیرہ ورد زبان کرے جس سے روح ائمہ اطہار شاد ہوں اہلسنت وجماعت کے ایک محقق گروہ نے صرف قتل امام حسین کی وجہ سے یزید کو قطعی کافر کہا ہے قطع نظر اون معاصی کے جو اپنے زمانہ میں اوسنے مباح اور جائز کر دئے تھے فی الجملہ یزید مبغوض ترین مردم اور مقبوح ترین خلائق علمائے اہلسنت وجماعت کے نزدیک ہے کیونکہ جیسے ناشائستہ کام اوس ملعون نے شریعت محمدیہ میں کئے ہیں امت خیر الانام میں سے اس زمانہ تک اوسکے کسی نے نہیں کئے خدا اور فرشتوں اور تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کی لعنت ہر لحظہ ہر لمحہ اوس ملعون پر اوسکے پیرواں اوسکے یار و مددگار اوسکے لشکر اوسکے خادموں پر ہو جیو۔ ہمارے علماء سلف و خلف نے اوس ملعون و مطعون پر جو لعن و طعن کا ذکر اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے اگر اون کا ذکر کروں تو یہ مختصر ایک بہت بڑی مطول ہو جاوے۔ مختصر یہ کہ صاحب کتاب مناقب السادات تحریر فرماتے ہیں ائمہ اربعہ اہل السنن میں سے کسینے لعن یزید سے منع نہیں کیا ہے اور ہم نے کوئی ایسی روایت نہیں دیکھی جس میں اوسکے طعن سے کسینے منع کیا ہو وصلے اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ ہداۃ طریق الحق ومحی علوم الدین آمین ؁

تمت تمام شد

[کا]غذ پر نہایت خوشخط صحت کے ساتھ منطبع کرایا ہے کہ جسکی خوبیاں دیکھنے پر منحصر ہیں اللہ تعالی اسکے مترجم
[س]اعی کاتب منطبع بائع سامع قاری ناظر پر ابواب خیر و برکات دارین کشادہ کرے اور بہ تصدق
[ائ]مہ اطہار اور اہل بیت کبار محرر تقریظ حسن کو روسیاہ و ہیچکارۂ سیہ نامہ کا بھی خاتمہ بخیر فرمائے۔
آمین ۔ ثم آمین ۔ فقط

تقریظ

دلپذیر بے نظیر چکیدہ قلم معجز رقم جناب مولوی احمد حسین صاحب ناہنوی

دنیا میں سب سے اچھی خوشی وہی زندہ دل لوگ حاصل کرتے ہیں جو اپنے انفاس سے فائدہ بخش
[کت]ابیں لکھتے ہیں اور دماغی طاقتوں کو صرف کرتے ہیں یعنی دماغی طاقتوں خداداد کو بھلے کاموں میں خرچ کرتے ہیں
جس شخص کی زندگی سے دوسروں کو کسی قسم کا فائدہ نہ پہونچے اور جو شخص محض اپنے لئے جیتا ہو اس جیسا
بدنصیب شخص اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس زمانے میں ہماری قوم مسلمانوں کو بانیان اسلام
وبہادران اسلام وبزرگان اسلام کے حالات معلوم کرنے کی سخت ضرورت ہے - فی الحقیقت
جو قوم اپنی تاریخ سے جاہل ہے وہ خود اپنی عزت کو نہیں پہچانتی اگر وہ اپنی تعریف بھی کرے تو
تعریف جھوٹی کہلائی جاسکتی ہے۔ اِندنوں میرے پاس ایک کتاب جس میں بزرگان اسلام
معزز حالات ومناقب مندرج ہیں آئی۔ مینے اس کتاب کا مطالعہ کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ مصنف
ومترجم کتاب نے بڑی محنتیں برداشت کرکے اس کتاب کو لکھا ہوگا ۔ اور انکے پاک غرض اسکے
لکھنے یا ان محنتوں کی برداشت کرنیسے یہی ہوگی کہ مسلمانوں کو سچی واقفیت حاصل ہو فی الحقیقت
یہ کتاب ہندوستان میں اپنے وضع کی ایک کتاب ہے۔ میری رائے اگر غلطی پر نہیں
تو اس کتاب کی بابت یہ کہنا کہ "ہذا کنز مدفون من جواہر الفرائد"۔ کسیطرح بھی بیجا نہ ہوگا۔ اور
اسکو امام حسنؑ وامام حسینؑ کے تمام صحیح صحیح حالات ومناقب سے مکمل بتلانا ہرطرح سے درست
ہوگا۔ اگر اس تصنیف نے ہماری قوم کے دلوں میں تاریخ دانی کا شوق پیدا کردیا۔

واثمرات کی شان نزول جادہ تسلیم کی ثابت قدم آج یوم الحساب میں بی ہراس و بے خوف و
بی غم عرش الٰہی کے پاس آئیں ظالمان بدکردار کو دوزخ میں ڈالیں سزا دلوائیں اپنی جان نثارونکو
بخشوائیں اپنے فدائیوں کو اعلیٰ علیئین میں پہنچائیں۔ جن لوگوں نے نفحات تولائے اہلبیت رسالت
سے اپنے مشام عقیدت کو معطر کیا اور رشحات امطار محبت خاندان نبوت سے اپنے کشت ارادت کو
سر سبز و شاداب رکھا بے حساب جنت میں جائیں نیک مآلان خیر الامم میں سے جنہوں نے تمھارے
نام پر اپنا جان و مال تصدق کیا اور تمھارے ذکر مصائب کہکر سنکر روئے یا دوسروں کو رولایا
آج ہنستے کھیلتے دار النعیم میں جاکر مزے اوڑائیں خاصتاً جن پاکیزہ سرشتان عقیدت کیش اور
ارادت مندان خیر اندیش نے ذکر مناقب و محامد اور محاسن و فضائل مقتل شہادت سبطین حضرت
رسول الثقلین میں کتابیں تصنیف و تالیف کیں اور مجالس عزائی شہید دشت کربلا سرور سینۂ مصطفےٰ
نور دیدۂ مرتضیٰ قتیل تیغ جفا سید معصوم امام مظلوم حسین علیہ السلام کی منعقد کیں اونکے غم میں سوگوار
رہے اور اونکا ماتم بپا رکھا طوبیٰ لہم وحسن مآب اونہیں کے لئے ہے۔ اور للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ
اونہیں کے حق میں۔ افضال الٰہی جو اوس دن اونکے شامل حال ہو گا اوسکا کیا کہنا اور اکرام
جناب ایزدی جو اونکے حق میں مبذول کیا جاویگا اوسکا کیا پوچھنا۔ اگرچہ بزرگان دین اور علماء امت
نے اسباب میں صدہا کتب و رسائل ضبط کئے مگر ناظرین خوب جانتے ہیں کہ ایجاز مخل اور اطناب
ممل اور حشو زوائد اور اجتماع رطب و یابس سے کوئی مجموعہ کتب متداولہ مقتل سے خالی نہیں نظر آتا۔ مگر
یہ رسالہ سعادت الکونین کہ اسکے جامع نے تمامی ما یتعلق بذکر اہل بیت کو کتب معتمدہ سے بکمال محنت و
سعی فراوان استنباط کرکے اول فارسی زبان میں مرتب کیا جس میں صفات ذیل موجود ہیں۔
حسن ترتیب۔ توسط تقریر۔ اعتدال تحریر۔ روایات معتبرۂ صحیحہ۔ سلاست زبان عذوبت بیان
تحقیق وافی تدقیق شافی۔ نکات عجیبہ حل غریبہ۔ بسط معتدل ایجاز غیر مخل۔ جسکے دیکھنے سے ناظرین
تشنہ زلال تذکرۂ آل عبا کی سیرابی ہو اور سامعین مشتاق بیان سیر اہل بیت کی تسکین خاطر ہو جائے۔
سپس بنظر افادۂ عام و افاضۂ انام مصدر الطاف بیکران باذل رافت فراوان جامع اوصاف انسانی
مطرح فیوض ربانی منشی بے بدل مرزا عبد الغفار بیگ صاحب عم فیوضہ مہتمم مطبع اکمل المطابع
دہلوی نے عام فہم اردو میں ایسی سلیس، با محاورہ زبان کے ساتھ ترجمہ کرا کر عمدہ صاف و نیر

قطعہ تاریخ از نتیجۂ فکر مجبی منشی محمد عبدالعزیز خانصاحب عزیز دہلوی سلمہ

مرے مہرباں مرزا اغفار بیگ — کوئی دوست اونسا نہیں دوسرا
کہا مجھسے تاریخ تم بھی لکھو — کہ یہ بھی تمھارا ہی اک مشغلا
مجھے اتنی فرصت کہاں تھی بھلا — مگر اون کا ارشاد لایا بجا
لکھے چند اشعار باآب وتاب — کہ مجکو بھی ہو کچھ سعادت عطا
مؤلف ہیں اسکے علیم و فہیم — نہیں اونکا ثانی کوئی دوسرا
لکھی کیا ہی نایاب ہے یہ کتاب — عجب ہے مصنف کا فہم و ذکا
امامِ حسن اور امام حسین — مفصل ہے دونوں کا سب ماجرا
لکھے غم کے اونکے احوال کل — بیانِ شہادت مشرح کیا
صحیح واقعے جو کہ گذری ہیں سب — وہ اس میں ہیں اول سے تا انتہا
سمجھنے کو ہر شخص کے واسطے — یہ تھی فارسی اسکو اردو کیا
بہت محنت و جہد کے بعد پھر — مع کتنے ہی حاشیوں کے چھپا
سنا جس نے نام اسکا طالب ہوا — ہر اک اسکو ہے شوق سے مانگتا
ذرا دیکھئے چشم انصاف سے — نہیں اس سے بڑھکر کوی مادّا

لکھا خوب ہی مصرع تم نے عزیز
یہ مفتی کی تالیف ہے حق نما
۱۳۱۰ھ

تمام شد

قطعہ تاریخ از سخنور بیمثال شاعر نازک خیال افتخار الشعراء عالیجناب فیض مآب جناب نواب سعید الدین احمد خانصاحب بہادر طالبؔ رئیس و جاگیردار لوہارو

جو اس کتاب میں لکھا ہے حال اماموں کا
مجھے خیال جو تاریخ کا ہوا طالبؔ

جزائے خیر مؤلف کو دے خدائے کریم
کہا یہ پیر خرد نے ملا ہے اجر عظیم ۱۳۱۰ھ

دیگر

جس نے دیکھی کتاب یہ طالبؔ
لکھ یہ تاریخ از سر برکت

اُس نے گلشن بتول کا دیکھا
ذکر آلِ رسول کا دیکھا ۱۳۱۰ھ

قطعہ تاریخ نتیجہ خامہ رقت بیز محبت آمیز محب اہلِ بیت نبوی خادم دودۂ مرتضوی ناظم پُر نور راجیِ شفاعت حضرتِ خیر البشر جناب حکیم محمد عمر صاحب فصیحؔ خلف حضرت حکیم محمد یحییٰ بیگ صاحب دہلوی ملازم راج نامور الور تلمیذ علوی ہاپوری

از برائے فیضِ عالم میرزا غفار بیگ
سید فتیانِ اہل الجنۃ اندآں ذو الکرام
از روایاتِ صحیحہ منتخب گردیدہ است
مومنیں را سخت جانسوز آمدہ ایں واقعہ
جزو ایمانست بیشک دوستیِ اہلِ بیت
از پیِ اظہار سالِ طبع او گفتہ فصیحؔ

کرد شائع نسخۂ در مدحتِ آلِ عبا
گر بپرسی از ذواتِ اقدسِ آں اصفیا
ایں کتاب از بہر ماتم داریِ اہلِ عزا
آہ واویلا دریغا حسرتا واغربتا
گشت ناجی آنکہ شد بر نام پاک شاں فدا
کوست از جان و دلِ خود عاشقِ خیر الوریٰ

کم کنی آہ و بکا وز بہر تاریخش بگو ۳۵
واقعاتِ کربلا و ماجرائے کربلا ۱۲۷۵ ۱۳۱۰ھ

۵۸	۱۴	ہمام	ہمام
۵۹	۹	اعطالی	اعطائی
〃	۱۵	لہذ القلیل	لہذا القلیل
〃	۱۶	لم لفیعل	لم نفعل
۶۱	۱۳	کبھی	بھی
۶۴	۱۴	پچھے	پیچھے
۶۵	۲	کوکوئی	توکوئی
۶۶	۷	ام الفصل	ام الفضل
۶۷	۱۱	لعجب خیز	تعجب خیز
〃	۲۱	امتہ	امتہ
۶۸	۳	بڑھکر	پڑھکر
۷۰	۱۹	پڑہیں	ٹھیریں
۷۲	۲۱	قصر	قیصر
۷۶	۱۴	مجبورہ	مجبورا
۷۹	۱۱	اعلی غرفہ	اعلی مرتبے کے غرفہ
۸۰	۱۶	سرتابی گو	سرتابی کو
۸۲	۱۴	عنہ	عتبہ
۸۳	۲۲	زبیر	زبیر
۸۷	۱۲	خدمت	قدمت
〃	۲۳	ملغون	ملعون
۸۸	۱۴	تابیر	تدبیر
〃	۸۷	دیکھیے	دیکھنے
۸۹	۳	فرخند خصال	فرخندہ خصال
۹۳	۳	سہادت	شہادت
۹۴	۱۰	بد دغا	بد دعا
۹۵	۷	قصایون	قصابوں
〃	۱۲	منترجمہ	لمترجمہ
۹۷	۲	فرزوق	فرزدق
۱۰۰	۱۴	وحسن	وسن
۱۰۵	پیشانی	۵۰۱	۱۰۵
〃	۳	ماباپ میرے	ماباپ تیرے
〃	۵	میرااس سہادت	میرااس شہادت
〃	۱۷	زبان کام	زبان وکام
۱۰۶	۱۴	عرضکہ	غرضکہ
۱۰۷	۴	جان نثازی	جان نثاری
〃	۲۲	ہوتا گیا	ہوتا تھا
۱۰۸	۲	دسیر	دلیر
〃	۲۲	کہاآسے خداوندا	کہا خداوندا
۱۰۹	۱۱	پھورکر	چھوڑکر
〃	۱۷	عزا	اعزا
۱۱۰	۱۳	غابتہ	غایتہ
۱۱۳	۹	اتنے	اتنے
۱۱۵	۸	بایل	بذیل
〃	۱۰	کرشمشیر	کہ شمر شمشیر
۱۱۸	۵	آپنے کا ارادہ	آپنے پینے کا ارا
〃	۲۱	امتہ	امتہ

غلط نامہ سعادت الکونین فی فضائل الحسنین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٨	١	مثال	امثال	٢٧	١٨	بہجوادے	بہجوادئے
٩	٨	توبھی دوست رکہہ	توبھی اُنہیں دوست رکہہ	٣٤	٥	البقار لکم	لابقار لکم
"	١١	کرم اللہ وجہ	کرم اللہ وجہہ	"	١٢	آخر بدو	آخر بدہ
"	٢٢	بحر معراج	بحر مواج	٣٥	٧	ہشام	ہشام
"	٢٠	اس	انس	"	١٤	وجہ	وجہہ
[illegible]	٢٢	خویلہ	خویلد	٣٦	١٠	ایام	امام
[illegible]	حاشیہ	امام حسین	امام حسن	٣٨	١٩	لشکر معاویہ	لشکر کی معاویہ
[illegible]	١٣	ابین من الامش	ابین من الامس	٤٠	١٢	جوش	جوشن
[illegible]	٧	براری	براد سے	٤٢	٦	صلح کا	صلح کو
[illegible]	١٦	آدم سے	آدم میں	"	٢٢	جاتلقہ	جاتلقا
[illegible]	حاشیہ ترک عبارت	مسجد	مسجد میں	٤٣	١٣	فتنہ	فتنۃ
[illegible]	٤	اگرہے	اگر مجھے	"	٢٣	ورسطہ	ورطہ
[illegible]	١	ربد	زید	٤٤	٢١	مسلمانوں کے	مسلمانوں
[illegible]	٦	سبحانۃ	سبحانہ	٤٩	٤	کرتاتے ہیں	کرتے ہیں
	٥	خوشخبر	خوشخبری	"	١٣	سی تہی	لیلی تہی
	١٤	لئے تشریف	لئے باہر تشریف	"	١٥	پہلو	پہلو
[illegible]	٤	حسن رضی اللہ عنہ	کہ حسن رضی اللہ عنہ	٥١	٦	مذلور	مذکور
	٥	جس	بیس	٥٢	٨	عمر	عمرو
	٨	لی	لئی	"	١١	عمر وحسین	عمرو حسین
	١٠	فصول الہمہ	فصول المہمہ	٥٣	٧	عمر بن عبدالعزیز	عمرو بن عبد العزیز

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۷	سیاق	سباق	۱۵۰	۲	منظر	منتظر
۱۲۱	۶	اون ظالمونکی پوچھی	اون ظالمونکی حقیقت پوچھی	۱۵۲	۱۰	جیانام	جیانام اور
〃	۱۱	نورسہل	نوربہل	۱۵۵	۳	اوندھہ موہنہ	اوندھاموںھہ
〃	۱۷	بنکیکین	بنگیئں	〃	۴	۲خرکاد	آخرکار
۱۲۷	۱۳	اوسکا	اوسکا	۱۵۶	۲۰	یہ کہنا تھا اوس	یہ کہنا تھا اور اوس
۱۳۱	۴	جیل بی جیل	جیل کی جیل	۱۵۹	۱۹	کیجیو	کیجیئو
〃	۲۱	خراشان	خراسان	۱۶۰	۲	۶عراق ویا	عراق دیا
۱۳۳	۲	کہتے تھے	کہتے کہتے	۱۶۲	۱۴	حصین بن ممیر	حصین بن نمیر
〃	۱۷	ابن اللختار	ابن اللحتار	۱۶۳	۲۱	اوسکا ابڑا	اوسکا بڑا
۱۳۴	۳	خرجوا	ضرجوا	۱۶۷	۱	نعمت دولت	نعمت و دولت
〃	〃	لبور	لبوء	۱۶۸	۲	عبیداللہ بن ریاد	عبیداللہ بن زیاد
〃	۱۰	ریحان	الحان	۱۷۱	۱۷	محاز و بصرہ	حجاز و بصرہ
〃	۱۳	خدیث	حدیث	۱۷۴	۲۳	بانیصمون	بایںمضمون
〃	۱۵	ایام	امام	۱۷۵	۱۴	اثردحام	ازدحام
۱۳۶	۹	شیخ سعید	شیخ مفید	۱۷۸	۵	جانب پالنسو	جانب سے پالنسو
۱۳۸	۱۶	محقق مثبت	محقق و مثبت	۱۸۵	۸	مصعب سبب	مصعب جب
۱۳۹	۶	عمرونکی	عمروانکی	〃	۱۵	تجہہ حیسے	تجہہ جیسے
۱۴۰	۷	نہیں	ہنیں	〃	۲۰	عمرو لثی	عمرو لیثی
〃	۸	سے	سب	۱۸۸	۱۴	فرزند یزبد	فرزند یزید
۱۴۲	۱۹	لغایت	بغایت	〃	۲۱	حمزہ بن حسیب	حمزہ بن حبیب
۱۴۳	۱۹	اکبر	اکبر	۱۹۱	۵	اوس بعض نے	اوس لعین نے
۱۴۴	۴	عبد اللہ	عبید اللہ	〃	۱	سکندر مے	سکندر نے
۱۴۷	۱۱	معتبر باللہ متوکل باللہ	معتبر باللہ یا متوکل باللہ	۱۹۲	۵	استحفافاً	استخفافاً
〃	۱۳	شیعی طبرانی نے	شیعی اور طبرانی				

تمت تمام شد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۷	سباق	سباق
۱۲۱	۶	اون ظالمونکی پوچھی	اون ظالمونکی حقیقت پوچھی
״	۱۱	نورسہل	نورہہل
״	۱۷	بنکیکین	بنگئیں
۱۲۷	۱۳	اوسکا	اوسکا
۱۳۱	۴	جیل بی جیل	جیل کی جیل
״	۲۱	خراشان	خراسان
۱۳۳	۲	کہتے تھے	کہتے کہتے
״	۱۷	ابن اللحتار	ابن اللحتار
۱۳۴	۳	خرجوا	ضرجوا
״	״	لسور	لسوء
״	۱۰	ریحاں	الحان
״	۱۳	حذیث	حدیث
״	۱۵	ایام	امام
۱۳۶	۹	شیخ سعید	شیخ مفید
۱۳۸	۱۶	محقق مثبت	محقق ومثبت
۱۳۹	۶	عمرونکی	عمروانکی
۱۴۰	۷	نہیں	ہنیں
״	۸	سب	سب
۱۴۲	۱۹	لغایت	بغوایت
۱۴۳	۱۹	اکبر	اکبر
۱۴۴	۴	عبداللہ	عبیداللہ
۱۴۷	۱۱	معتبر باللہ متوکل باللہ	معتبر باللہ یا متوکل باللہ
״	۱۳	شیعی طبرانی نے	شیعی اور طبرانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۰	۲	منظر	منتظر
۱۵۲	۱۰	جیانام	جیانام اور
۱۵۵	۳	اوندھہ موہنہ	اوندھاموہنہ
״	۴	آخرکاد	آخرکار
۱۵۶	۲۰	یہ کہنا تھا اوس	یہ کہنا تھا اور اوس
۱۵۹	۱۹	کیجیو	کیجئیو
۱۶۰	۲	عراق ویا	عراق دیا
۱۶۲	۱۴	حصین بن ممیر	حصین بن نمیر
۱۶۳	۲۱	اوسکا ابڑا	اوسکا بڑا
۱۶۷	۱	نعمت دولت	نعمت و دولت
۱۶۸	۲	عبیداسدبن رباد	عبیداسدبن زیاد
۱۷۱	۱۷	مجاز وبصرہ	حجاز وبصرہ
۱۷۴	۲۳	بانیمضمون	یا نیمضمون
۱۷۵	۱۴	اژدحام	ازدحام
۱۷۸	۵	جانب پالنسو	جانب سے پالنسو
۱۸۵	۸	مصعب سبب	مصعب جب
״	۱۵	تجہہ جیسے	تجھہ جیسے
״	۲۰	عمرولثی	عمرولیثی
۱۸۸	۱۴	فرزندیزبد	فرزند یزید
״	۲۱	حمزہ بن حسیب	حمزہ بن حبیب
۱۹۱	۵	اوس لعبض نے	اوس لعین نے
״	۱	سکندرمے	سکندر نے
۱۹۲	۵	استخفانی	استخفافا

تمت تمام شد